عظیم خواتین اسلام جن کے کارنامے
ہر دور کے لیے مشعلِ راہ ہیں

مثالی خواتینِ اسلام

مصنف

پروفیسر محمد اکرم رضا

مکتبہ حنفیہ گنج بخش روڈ۔ لاہور

بسم الله الرحمن الرحيم

marfat.com

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ

وعلیٰ آلک واصحابک یا سیدی یا حبیب اللہ

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

مولای صل وسلم دائماً ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلھم

ھو الحبیب الذی ترجیٰ شفاعتہ
لکل ھول من الاھوال مقتحم

محمد سید الکونین والثقلین
والفریقین من عرب ومن عجم

فان من جودک الدنیا وضرتھا
ومن علومک علم اللوح والقلم

marfat.com

اُمہات المومنین، بنات النبیؐ عظیم صحابیات اور جلیل القدر

دختران اسلام کا تذکرۂ جمیل جن کی زندگیاں ماضی کا وقار

عہدِ حال کا اعزاز اور مستقبل کیلئے شمع روشن ہیں۔

مثالی خواتین اسلام

مصنف

پروفیسر محمد اکرم رضا

مکتبہ حنفیہ گنج بخش روڈ لاہور
Phone
0333-4383766
042-7213575

marfat.com

نام کتاب -------------- مثالی خواتین اسلام

مصنف -------------- پروفیسر محمد اکرم رضا

نظر ثانی -------------- محمد نعیم اللہ خان قادری

پروف ریڈنگ -------------- محمد نعیم اللہ خان قادری

اشاعت باراول -------------- 2009ء

صفحات -------------- 448

کمپوزنگ -------------- محمد نوید گوجرانوالہ

زیرنگرانی -------------- چوہدری محمد خلیل قادری

تحریک -------------- چوہدری محمد ممتاز احمد قادری

ناشر: -------------- چوہدری عبدالمجید قادری

قیمت -------------- =/240 روپے

ملنے کے پتے

مکتبہ حنفیہ گنج بخش روڈ لاہور

قادری رضوی کتب خانہ۔ گنج بخش روڈ۔ لاہور

Hello: 042-7213575, 0333-4383766

marfat.com

انتساب

کائنات کی عظیم ترین خاتون

سیدہ آمنہ طیبہ طاہرہ (سلام اللہ علیہا) کے نام

کہ جن کی آغوشِ رحمت میں محسنِ کائنات فخرِ موجودات
حضور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم یوں جلوہ گر ہوئے کہ بزمِ ہستی پکار اُٹھی۔

بصد اندازِ یکتائی بغایت شانِ زیبائی
امیں بن کر امانت آمنہ کی گود میں آئی

پروفیسر محمد اکرم رضا

marfat.com

فہرست

نمبر شمار	موضوع	صفحہ نمبر
۱	سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا	16
۲	اُم المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا	38
۳	اُم المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا	60
۴	اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا	69
۵	اُم المومنین حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا	88
۶	اُم المومنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا	97
۷	اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا	101
۸	اُم المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا	111
۹	اُم المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا	126
۱۰	اُم المومنین حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا	133
۱۱	اُم المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا	143
۱۲	اُم المومنین حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا	158
۱۳	اُم المومنین حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا بنت شمعون	166
۱۴	اُم المومنین سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا	171
۱۵	حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	178
۱۶	حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا بنت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	188
۱۷	حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا بنت محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)	198
۱۸	سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا	206

marfat.com

۱۹	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد	224
۲۰	حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا	233
۲۱	حضرت اُم ایمن رضی اللہ عنہا	242
۲۲	حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنت عبدالمطلب	251
۲۳	حضرت اُم الفضل رضی اللہ عنہا لبابہ الکبریٰ	264
۲۴	حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت علی (کرم اللہ وجہہٗ)	271
۲۵	حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا بنت خباط	294
۲۶	حضرت فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا	303
۲۷	حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا بنت ملحان	315
۲۸	حضرت اُم عمارہ رضی اللہ عنہا	326
۲۹	حضرت اسماء بنت عمیس (رضی اللہ عنہا)	336
۳۰	حضرت اُم رومان رضی اللہ عنہا	347
۳۱	حضرت شفاء رضی اللہ عنہا بنت عبداللہ	354
۳۲	حضرت اُم معبد رضی اللہ عنہا	362
۳۳	حضرت اُم خالد رضی اللہ عنہا بنت خالد بن سعید	370
۳۴	حضرت شیما رضی اللہ عنہا بنت حارث	376
۳۵	حضرت اُم عاصم رضی اللہ عنہا	381
۳۶	حضرت اسماء رضی اللہ عنہا	385
۳۷	حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا	406
۳۸	صحابی رسول حضرت ضرار بن ازور اور آپ کی مجاہدہ بہن	423
۳۹	حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اور راحلہ	431

marfat.com

مثالی خواتینِ اسلام' ایمان افروز کاوش

خواتینِ اسلام کے کارناموں سے کون آگاہ نہیں۔ اُمہات المومنین تو انتہائی معزز اور سر بلند ہستیاں ٹھہریں' ان کے زمانے میں اور آنے والے ادوار میں بھی خواتین اسلام کے کارناموں سے کئی زمانے فیضیاب ہوتے رہے۔ عورت ماں بھی ہے' بہن بھی ہے اور بیٹی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ عورت مجاہدہ بھی ہے' سماجی شخصیت بھی ہے' علم وعمل کا نمونہ بھی ہے۔ اور تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ عورت سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا ہو تو ان کی گود میں امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ ہی پلتے ہیں۔ خواتین نہ صرف خود تاریخ اسلام کا اعزاز تھیں بلکہ انہوں نے آنے والی نسلوں کی اس انداز سے تربیت کی کہ وہ آنے والے ادوار میں ستاروں کی طرح جگمگاتے نظر آتے ہیں۔

کیا ہم خواتین اسلام کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے اُم المومنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے کردار کو فراموش کر سکتے ہیں۔ جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں آئیں تو مکہ کی امیر ترین خاتون تھیں مگر انہوں نے اپنا سب کچھ اپنے آقا و مولیٰ حضور محمد مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں نذر کر دیا۔ کیا ہم اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے کردار کو بھلا سکتے ہیں' جن کے دینی علم کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ اگر وہ نہ ہوتیں تو اسلامی تعلیمات کا بہت بڑا حصہ عوام الناس تک پہنچنے سے محروم رہتا۔ اُمہات المومنین کے پہلو بہ پہلو بنات النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کردار تاریخی حیثیت رکھتا ہے۔ ان میں سے بالخصوص سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا کردار مثل شمع روشن ضوریز رہا ہے۔ اقبال کے لفظوں میں:

مزرعِ تسلیم را حاصل بتولؑ
مادراں را اُسوۂ کامل بتولؑ

marfat.com

حضرت فاطمہ بنت اسد' حضرت اُم الفضل' حضرت اُم عمارہ' حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب' سیدہ زینب بنت علی' حضرت خنساء' حضرت اُم معبد' حضرت حلیمہ سعدیہ' حضرت سمیہ (سلام اللہ علیہن) سمیت بے شمار خواتینِ اسلام تاریخ اسلام کا اعزاز بنی ہوئی ہیں۔ ضرورت ہے کہ ان عظیم المرتبت خواتینِ والا مرتبت کے کارناموں کو زیادہ سے زیادہ عوام الناس تک پہنچایا جائے۔ دورِ حاضر مادیت کی تاریکیوں کا دور ہے۔ عوام الناس اندھیروں میں بھٹک رہے ہیں۔ انہیں روشنی کی کوئی تازہ کرن نظر نہیں آتی۔ ایسے پریشان کن دَور میں ان عظیم خواتین محترم کے کارناموں کو عام کرنے کی ضرورت ہے' جنہوں نے نہ صرف گھر کی چاردیواری میں عشق مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور کردار رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اُجالے بکھیرے' بلکہ ضرورت پڑی تو میدان جہاد میں بھی دشمنان اسلام کو للکارتی ہوئی بہترین جذبۂ عمل سے کام لینے لگیں۔ آج اسلام کا رُخ روشن ان کے کارناموں فیضیاب ہو رہا ہے۔

میرے لئے یہ امر بے پناہ مسرت اور خوشی کا باعث کہ میرے محترم بھائی' معروف نعت گو شاعر اور نامور محقق پروفیسر محمد اکرم رضا کی اس حوالے سے مرتبہ کتاب ''مثالی خواتینِ اسلام'' کے نام سے منظر عام پر آ رہی ہے۔ میں نے یہ تحریر ایک سال پیشتر لکھی تھی اور اس وقت سے مسلسل اس کی اشاعت کا منتظر ہوں۔ میرے ساتھ محب مکرم پروفیسر جعفر بلوچ نے بھی ایک خوبصورت تحریر ارسال کی تھی۔ ہم دونوں پروفیسر محمد اکرم رضا کی نعتیہ' محققانہ اور ادبی کاوشوں کا اکثر تذکرہ کرتے رہتے ہیں۔ ہم تینوں کا ساتھ بڑا پرانا ہے۔ ماہنامہ ''شام و سحر'' کے نعت نمبر اور ماہنامہ ''حمایت اسلام'' کے صفحات اس کے گواہ ہیں۔

پروفیسر محمد اکرم رضا گوناگوں ادبی اور علمی صفات کے مالک ہیں۔ ادیب ہیں'

marfat.com

خطیب ہیں، شاعر ہیں، محقق ہیں، نامور انشاء پرداز ہیں۔ تاریخ انسانیت خاص طور پر تاریخِ اسلام پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ گوجرانوالہ کے ایک دُور افتادہ گاؤں (کوٹلی نواب) میں ایک علمی گھرانے میں جنم لیا اور ابھی ساتویں آٹھویں جماعت ہی میں تھے کہ ملک کے اخبارات اور رسائل و جرائد میں چھپنے لگے۔ چالیس سال سے زائد عرصے سے لکھ رہے ہیں۔ آج ایک زمانہ ان سے فکری راہنمائی لے رہا ہے۔ فی البدیہہ اور برجستہ لکھنے میں اپنی مثال آپ ہیں، جس کا میں نے بارہا مشاہدہ کیا۔ ''مجلسِ اُردو'' کے مشاعروں میں کئی بار اچانک چلے آتے، طرح مصرعہ کی خبر نہیں، جب انہیں بتایا جاتا تو مشاعرہ کے دوران میں ہی لکھنے بیٹھ جاتے۔ آخر میں جب ان کی باری آتی تو غزل یا نعت مکمل کر کے سُنا رہے ہوتے اور داد بھی وصول کر رہے ہوتے۔

تحقیق و تنقید میں خوب نام پیدا کیا۔ آج ماہنامہ ''شام و سحر'' کے نعت نمبروں کے ادبی اور تحقیقی کام کا ایک زمانہ معترف ہے۔ پروفیسر محمد اکرم رضاؔ نے ان نعت نمبروں کیلئے خوب خوب لکھا۔ مجھے علم تھا کہ جب نعت کے حوالے سے نثری مضامین اور تحقیقی شہ پارے منظر عام پر نہیں آ رہے تھے تو یہ اس وقت سے بہت پہلے بھی ماہنامہ ''ضیائے حرم'' لاہور اور اس نوعیت کے دوسرے جرائد میں لکھ رہے تھے۔ میں نے مرحوم رازؔ کاشمیری کی معرفت ان سے رابطہ قائم کیا اور اپنے رسالے کیلئے لکھنے پر آمادہ کیا۔ آج میں یہ کہتے ہوئے فخر محسوس کرتا ہوں کہ کئی مضامین ایسے ہوتے ہیں جن پر دوسرے انشاء پرداز لکھتے ہوئے جھجکتے تھے مگر میں نے بصد اصرار جب ان سے رابطہ قائم کیا تو انہوں نے لکھنے کی حامی بھر لی اور ایسا خوبصورت مضمون لکھا کہ نعت نمبر کا اعزاز بن گیا۔ پروفیسر صاحب ایک مرد مسلمان ہی نہیں، صحیح معنوں میں مردِ مومن ہیں۔ ویسے میں اس خیال کا حامی ہوں کہ اچھا مسلمان وہی ہوتا ہے جو مردِ مومن کے تقاضوں پر پورا اُترتا

marfat.com

ہو۔ میرا اُن کا ساتھ قریباً پچیس سال سے زیادہ کا ہے۔ میں نے کبھی انہیں فارغ نہیں بیٹھنے دیا۔ جب ماہنامہ ''شام وسحر'' کے بعد ماہنامہ ''الجامعہ'' اور ماہنامہ ''حمایتِ اسلام'' کیلئے خصوصی مضمون درکار ہوتا تھا تو ان کیلئے میرا ایک فون یا ایک خط ہی کافی ہوتا تھا۔ جب تک میری صحت برقرار رہی اور قرطاس وقلم کے رشتہ سے آشنائی رہی تو پروفیسر محمد اکرم رضا اور میں لازم وملزوم ہوتے تھے۔ اب تو بیماریوں نے دبا لیا' بہر حال محبت کا دو طرفہ سلسلہ اسی شان اور وقار سے جاری ہے۔

میں یہ سطور محبت کے جذبات سے مغلوب ہو کر نہیں لکھ رہا بلکہ حق تو یہ ہے کہ انہوں نے تاریخ وسوانح اور تنقید نعت پر اتنا کام کیا ہے کہ برصغیر میں اپنی مثال آپ ہیں۔ یہ میری محبت کی نظر نہیں بلکہ عہدِ حاضر کا اعتراف ہے۔ یوں تو انہوں نے کوئی میدان بھی نہیں چھوڑا' غزل' نظم' نثر اور نعت تمام اسالیب میں تنقید کا پرچم سر بلند رکھا مگر نعت کے میدان میں ان کی تحریروں کی اور ہی اٹھان ہے۔ تصوّف اور روحانیت سے ان کا گہرا رشتہ ہے۔ اس کا سبب ان کا کثیر مُطالعہ اور گھر کا ماحول ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تصوّف اور اہلِ تصوّف کے حوالے سے ان کی کئی کُتب منظر عام پر آ چکی ہیں۔

زیرِ نظر تصنیف میں انہوں نے نامور خواتینِ اسلام کو جی بھر کر خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ تاریخ نگاری بذاتِ خود مُشکل امر ہے۔ اس میں جب عظیم ترین شخصیات کا ذکر چھیڑنا ہو تو از حد احتیاط لازم ہوتی ہے۔ سنین اور زمانوں کی تحقیق' شجرہ ہائے نسب کے حوالے سے شدید محنت' حالاتِ زندگی میں صداقت کے ساتھ ساتھ احترام کے جذبے کو ملحوظِ خاطر رکھنا' مآخذ ومراجع سے درست راہنمائی لینا' حوالہ جات کی صحت کا خیال رکھنا ان کی تحقیق کا خاصہ ہے۔ کسی محبوب شخصیت کی محبّت وعقیدت کا غیر معمولی شکار ہو کر حقائق سے دامن چُھڑا جانا یا کسی شخصیت کے بارے میں تعصّب کا شکار ہو کر تاریخ کے

marfat.com

اصل حقائق کو مسخ کر دینا' مؤرخ کے شایانِ شان نہیں ...... اس لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے ذہن اور قلم کو افراط و تفریط کا شکار نہ ہونے دے' اور جس شخصیت کو خدائے کریم نے جس قدر بلند رُتبہ سے نوازا ہے اس میں کمی نہ آنے دے اور پھر جلیل القدر خواتینِ اسلام' اللہ اکبر! سر بلندی ہی سر بلندی' وقار ہی وقار' عفت و عصمت کی جلوہ گری' پاکیزگی اور صالحیت کا جمال اور پھر ان صحابیات کا تذکرہ جنہوں نے آقائے دو عالم رسُولُ اللہ ﷺ کی زیارت کی اور بار بار کی' زبانِ رسُول ﷺ سے دُعائیں لیں۔ محبوبِ خدا ﷺ کی رحمتوں سے اپنا دامن بھرپُور کیا اور پھر سُلطانِ عرب ﷺ کی تعلیمات سے دلوں کو آباد کیا اور آنے والے ادوار میں تعلیماتِ رسول ﷺ کے فروغ اور اشاعت کا اہم ذریعہ ثابت ہوئیں' ان کا تذکرہ تو حُسنِ بیان کا اعزاز نظر آتا ہے۔

اُمّہات المومنین کی غیر معمولی فہم و فراست اور بلندیٔ درجات۔ حضرت اُمِّ معبد کی زُبان سے سراپائے حضُور سرورِ کونین ﷺ حضرت حلیمہ سعدیہ کی شفقتیں' حضرت اسماء بنتِ صدیقِ اکبر کی جاں نثاری' سیّدہ زینب بنت علی شیرِ خُدا کا کربلا سے لے کر کوفہ اور دمشق کے درباروں میں شانِ خطابت کے ساتھ پیغامِ حق سنانا۔ حضرت اُمِّ سُلَیم کی عقیدت باریاں' حضرت اُمّ الفضل کا جذبۂ عشقِ رسُول' بناتِ رسول کے غیر معمولی کردار کی جھلکیاں' مادرِ رسول سیّدہ آمنہ طیبہ طاہرہ کی اپنے ننھے محمد (ﷺ) سے محبت کی دلآویزیاں' حضرت اُمِّ عمارہ کی دلیری و شجاعت اور پھر مسیلمہ کذّاب کے مقابلے میں ڈٹ جانا۔ میدانِ اُحُد میں صحابیاتِ رسُولِ اکرم ﷺ کا جذبۂ ایثار و خدمت' صحابیاتِ رسول اکرم ﷺ کا بالخصُوص فروغِ تعلیماتِ مصطفوی ﷺ کے حوالے سے کردار' اُمّہات المومنین کا آپس میں محبّت آمیز برتاؤ' رنجشوں کا وجُود اور پھر ان رنجشوں کا انتہائی پیار و محبت میں تبدیل ہونا' صحابہ کرام کا اُمہات المومنین اور دیگر محترم صحابیات

marfat.com

سے ایمان آفریں سلوک۔ غرض تاریخ اور سیرت نگاری کی انمٹ روشنی چاروں طرف بکھری ہوئی نظر آ رہی ہے۔ کتاب میں بڑی تعداد میں عالی مرتبت خواتینِ اسلام کا تذکرہ ہے۔ بعض کا تفصیلی اور بعض کا مختصر۔ اس لحاظ سے یہ کتاب ایک تاریخی شاہکار کا درجہ حاصل کر گئی ہے۔

مجھے یہ سوچ کر غیر معمولی رُوحانی خوشی کا احساس ہوتا ہے کہ پروفیسر محمد اکرم رضاؔ کا قلم جس طرح شاعری اور تنقید نگاری میں رواں دواں ہے' اسی طرح تاریخ اور سیرت کے حوالے سے بھی ان کا ذہن اسی برق رفتاری سے سوچتا اور ان کا قلم اسی جذباتی تیز رفتاری کے ساتھ لکھتا ہے۔ میں نے ان سے درجنوں مضامین لکھوائے' عُنوانات اور مندرجات مختلف تھے مگر انہوں نے ہر مضمون کو تحقیقی تکمیل کا درجہ عطا کر دیا۔ یہی کمال اس مُعتبر کتاب میں بھی نظر آتا ہے۔ ذہن کی زرخیزی' مُطالعہ کی وسعت' الفاظ کی سدا بہاری' فقرات کے جمال اور تحقیق کے کمال نے ان کی تحریروں کو تاریخ و تحقیق کے ساتھ ساتھ ادبی انشاء پردازی کے نادر نمونہ بھی بنا دیا ہے۔ بِلاشُبہ یہ اعزاز بہت کم افراد کو نصیب ہوتا ہے کہ تمام ادبی میدانوں میں یکساں مہارت کے ساتھ فکری خامہ فرسائی کر سکیں۔ لکھنے کو تو آدمی ہر میدان میں دو چار تحریریں لکھ لیتا ہے مگر پروفیسر محمد اکرم رضاؔ کی طرح علم و ادب کے اتنی بڑی تعداد میں پھیلے ہوئے صحراؤں کو ادبی گُل ہائے صد رنگ سے بھر دینا بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ اس پر یہ لائقِ تحسین بھی ہیں اور اعترافِ عظمت کے حقدار بھی۔

آج اگر ہم پھر سے عہدِ ماضی کی شان و شوکت کو دیکھنا چاہتے ہیں' اگر پھر سے عظمتِ رفتہ کو لوٹانا چاہتے ہیں' اگر ہم پھر سے حضور نبی اکرم ﷺ کے لافانی دور کی جھلکیاں دیکھنا چاہتے ہیں تو ہماری خواتین کو ان خواتینِ اسلام کے کارناموں سے روشنی

marfat.com

لینا پڑے گی جن کا کردار اُجالا ہی اُجالا تھا' جن کا اُسوۂ پاک ان کی اولادوں کے لئے حسین ترین مثال تھا اور جن کے لازوال کارنامے آج ہماری تاریخ کا جگمگاتا باب ہیں' مگر اس باب کو صرف تاریخ کے صفحات ہی تک رہنا نہیں چاہیئے بلکہ نسلِ نَو کو اس جگمگاتے باب سے عملی راہنمائی لینا ہو گی۔

پروفیسر محمد اکرم رضا نے تاریخ و سیرت اور تحقیق کی خشک وادیوں میں سفر کرتے ہوئے بھی ادبی جمال آفرینیوں کا مظاہرہ کیا ہے۔ میں نے خواتینِ اسلام کی سیرت کے تمام مضامین دیکھے ہیں' مجھے ان میں ادبی چاشنی اور انشاء پردازی کے دلکش نمونے جھلکتے نظر آتے ہیں۔ میں اس ضمن میں چند سطور اس مضمون سے پیش کرتا ہوں جو مُصنف نے فخرِ کونین حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی والدہ ماجدہ اور ہمارے لئے انتہائی محترم شخصیت سیدہ آمنہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں لکھا ہے' اس مضمون کی ابتدائی سطور ملاحظہ کیجئے۔

''حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا تاریخِ اسلام کی وہ عظیم شخصیت ہیں جن کے مقدر پر بزمِ ہستی تا ابَد ناز کرتی رہے گی۔ صورت دلآویز تو سیرت مہکبار' حیاء و شرم کی زرنگار تصویر' دورِ شباب شروع ہوا تو نگاہوں نے جُھکنا سیکھ لیا' ہر وقت نگاہوں پر پلکوں کی جھالر رہتی' ایسی حسین و جمیل کہ بلند مرتبہ گھرانوں کے رشتے آتے مگر والدین صاف انکار کر دیتے۔ دراصل تقدیر کو یہی منظور تھا کہ سیّدہ آمنہ کو اُمِ محمد (ﷺ) کا شرف حاصل ہو اور جہاں اس شرف کی بات چلے پھر والدین کی نگاہوں میں دوسرا کون جچتا''۔

سیدہ آمنہ طیبہ طاہرہ کے خاوندِ محترم حضرت عبداللہ (شادی سے پہلے) کے حوالے سے ایک اور اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

''حضرت عبداللہ کی پُرنُور' پاکیزہ اور باکردار جوانی نے ایک زمانے کو آپ کا

marfat.com

گرویدہ بنا دیا تھا۔ جدھر سے گزرتے مکّہ کی دولت مند حسینائیں اپنی پلکیں آپ کے راستے میں بچھائے آپ کا انتظار کرتیں۔ بعض کی ہوس انگیز نگاہوں میں گُناہ و معصیت کی ترغیب ہوتی اور بعض کُھل کر شادی کرنے کا اظہار کرتیں مگر آپ شرمیلے لڑکوں کی طرح شادی کا پیغام دینے والیوں سے فرماتے کہ ایسی باتیں مجھ سے نہ پوچھو' یہ معاملات میرے والدِ مُحترم اور بزرگوں سے تعلّق رکھتے ہیں"۔

غرض پوری کتاب میں جہاں گنجائش محسوس ہوتی ہے پروفیسر صاحب اپنی ادبی دلآویزی سے عقیدت اور ارادت کا سامان مہیا کر دیتے ہیں۔ میرا ایمان ہے کہ یہ کتاب صرف خواتین ہی کیلئے شمعِ راہِ ہدایت نہیں ہوگی بلکہ اس سے مردوں کو بھی خواتین سے بہترین برتاؤ اور اولاد کی اعلیٰ ترین انداز سے تربیت کا پیغام ملے گا۔

دُعا ہے کہ ربِّ کریم پروفیسر محمد اکرم رضا کی اس علمی اور تحقیقی کاوش کو قبول فرمائے اور یہی قبولیت ان کیلئے بخشش و رحمت کا عظیم توشہ ثابت ہو۔ (آمین)

خالد شفیق

سابق مدیر "ماہنامہ شام و سحر"

ماہنامہ "حمایتِ اسلام"

لاہور

۲ جنوری ۲۰۰۸ء

marfat.com

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا

جنابِ آمنہ کی شان دو جگ سے نرالی ہے
حسین فرزند ان کا جانِ جاں ہے سب کا والی ہے
نرالی صبح تھی، نغمے فرشتوں نے سُنائے تھے
کہ اُن کی گود میں سرکارؐ دیں تشریف لائے تھے
جہاں بھر کی حسیناؤں کو اُن پہ رشک آتا تھا
بنیں یہ مادرِ احمدؐ مُقدّر جھُوم جاتا تھا
شہِؐ دیں کی وَلادت پر سراپا نُور تھی دُنیا
مُنوّر اُن کا گھر تھا اور مثالِ طُور تھی دُنیا
ہوئے پیدا محمدؐ جُھک گیا تعظیم کو عالم
جُھکا کعبہ ادب کو، ہو گیا شیطان کا سَرخَم
جنابِ آمنہ، جانِ کرمؐ سرکارؐ کی امی
جنابِ آمنہ کونین کے مختار کی امی
خُدا نے اے رضا اُن کو بڑا اعزاز بخشا ہے
شفیعِ عاصیاں سا خلق کا دمساز بخشا ہے

(محمد اکرم رضا)

marfat.com

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا تاریخِ اسلام کی وہ عظیم شخصیت ہیں جن کے مُقدر پر بزمِ ہستی تا ابد ناز کرتی رہے گی۔ صُورت دلآویز تو سیرت مہکبار۔ نہایت پاکیزہ ماحول میں پرورش پائی۔ خاندان' حسب ونسب' اسلاف سب کے سب سر بلند' حیا و شرم کی زرنگار تصویر' دورِ شباب شروع ہوا تو نگاہوں نے جھکنا سیکھ لیا' کم گفتگو کرتیں' ہر وقت نگاہوں پر پلکوں کی جھالر رہتی' ایسی حسین وجمیل کہ بلند مرتبت گھرانوں کے رشتے آتے مگر والدین صاف انکار کر دیتے۔ دراصل تقدیر کو یہی منظور تھا کہ آمنہ کو اُمِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف حاصل ہو' اور جہاں اس شرف کی بات چلے پھر والدین کی نگاہوں میں دوسرا کون جچتا تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نسب نامہ کی طہارت کے حوالے سے فرمایا کرتے تھے:

"اللہ تعالیٰ ہمیشہ مجھے پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل فرماتا رہا۔ ہر آلائش سے پاک کر کے ہر آلودگی سے صاف کر کے۔ جہاں کہیں دو شاخیں پھوٹیں' وہاں اللہ تعالیٰ نے مجھے اس شاخ میں منتقل کیا جو سب سے بہتر تھی"۔

جب حضرت عبداللہ جوان ہوئے تو خوبصورتی اور رعنائی میں اپنی مثال آپ تھے۔ نگاہوں میں عورتوں سے بھی زیادہ حیا تھی۔ چہرے پر ہر لحہ انوار رقصاں رہتے تھے۔ آپ حضرت عبدالمطلب کے سب سے چھوٹے اور سب سے پیارے فرزند تھے' وہ بھی انہیں نگاہوں سے اوجھل نہ ہونے دیتے۔ گاہے گاہے تجارتی قافلے کے ہمراہ بھیج دیتے' جہاں سے وہ ہمیشہ کامیاب معاملات کر کے واپس لوٹتے۔ حضرت عبداللہ اس لئے بھی بہت زیادہ عزیز تھے کہ یہ ایک سو سُرخ اُونٹوں کا فدیہ بارگاہِ الٰہی میں پیش کر کے دوبارہ حاصل ہوئے تھے۔ آپ نے قسم کھائی تھی کہ اگر خدا نے مجھے دس بیٹے عطا کئے تو ایک اللہ کی راہ میں قربان کروں گا۔ جب حضرت عبداللہ جوان ہو گئے اور بیٹوں میں

marfat.com

سے انتخاب کا مرحلہ آیا تو ہر بار قُربانی کیلئے قرعہ فال حضرت عبداللہ کے نام نکلا تھا۔ عرب کے روساء بار بار منع کرتے تھے مگر حضرت عبدالمطلب قسم کھا بیٹھے تھے۔ بالآخر سب نے مُعاملہ ایک کاہنہ پر ڈالا' جس نے کہا کہ ان کا فدیہ ادا کرو۔ ایک طرف دس اُونٹ ہوں اور ایک طرف عبداللہ قرعہ نکالتے۔ اگر اُونٹوں کا نام آئے تو قربان کر دیتے۔ ورنہ پھر اُونٹوں کی تعداد بڑھاتے چلے جاتے۔ دس اونٹ کا فدیہ حاضر کرنے پر بھی حضرت عبداللہ کا نام نکلا پھر اونٹ بیس کیے گئے مگر نام حضرت عبداللہ کا ہی نکلا۔ اس طرح دس دس کر کے اُونٹ بڑھاتے گئے حتیٰ کہ اُونٹوں کی تعداد سو ہو گئی' دوسری طرف حضرت عبداللہ۔ اب پہلی مرتبہ قرعہ فال اُونٹوں کے نام نکلا۔ حضرت عبدالمطلب نے تین مرتبہ ایسا ہی کرنے کا حکم دیا۔ ہر بار قرعہ فال اُونٹوں کے نام نکلا تو اُونٹ ذبح کر دیے اور حضرت عبداللہ کو صاحبِ تقدیر نے بچالیا۔ حضرت عبداللہ اس بناء پر بھی بہت عزیز تھے۔

حضرت عبداللہ کی پُرنُور' پاکیزہ اور باکردار جوانی نے ایک زمانے کو آپ کا گرویدہ بنا دیا تھا۔ جدھر سے گزرتے مکہ کی دولت مند حسینائیں اپنی پلکیں آپ کے راستے میں بچھائے آپ کا انتظار کرتیں۔ بعض کی ہوس انگیز نگاہوں میں گناہ و معصیت کی ترغیب ہوتی اور بعض کھُل کر شادی کرنے کا اظہار کرتیں' مگر آپ شرمیلے لڑکوں کی طرح شادی کا پیغام دینے والوں سے فرماتے کہ ایسی باتیں مجھ سے نہ پُوچھو' یہ مُعاملات میرے والدِ محترم اور بزرگوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ عُلمائے سیرت لکھتے ہیں:

"حضرت عبداللہ کو اپنے زمانہ میں عورتوں کی طرف سے اُنہی مشکل اور صبر آزما حالات کا سامنا کرنا پڑا جو حضرت یُوسف علیہ السّلام کو اپنے زمانہ میں عزیزِ مصر کی بیوی کی طرف سے پیش آئے۔ (السیرۃ النبویہ از دحلان)

اس سلسلہ میں "مواہب اللدنیہ" کے شارحین کا ایک اور جُملہ بھی دیکھیے۔

marfat.com

''حضرت عبداللہ قریش میں ایک تابندہ نُور تھے اور سب سے زیادہ خُوبصورت تھے۔قریش کی عورتیں ان کے دامِ محبت میں اسیر تھیں اور قریب تھا کہ اُن کی محبت میں ہوش وحواس کھو بیٹھتیں''۔

لیکن حضرت عبداللہ کی شرگیں نگاہیں جُھکی رہتیں ۔مکّہ کی کئی دوشیزاوں کے ہاتھ سے صبر کا دامن بار بار چھوٹ جاتا تھا۔

حضرت عبدالمطلب کو اپنے صاجزادہ عبداللہ کے حسن و جمال اور پاکیزہ کردار شخصیت کا اندازہ تھا اس لئے آپ بھی ان کیلئے ایسی ہی بیوی اور گھر کیلئے ایسی ہی بہو کی تلاش میں تھے جو حسن و جمال میں یکتا' کردار و سیرت میں بے مثال' عفت و عصمت اور پاکیزگی و پاکبازی کا دلکش نمونہ ہو۔آپ کی فطرت شناس نظروں نے بنو زہرہ خاندان کے سردار وہب بن عبد مناف بن زہرا کی نُورِ نظر اور پیاری صاجزادی ''آمنہ'' کا انتخاب کیا۔آپ وہب کے گھر تشریف لے گئے اور ان سے اپنے سب سے پیارے بیٹے عبداللہ کیلئے آمنہ کا رشتہ مانگا۔وہب نے دیکھا کہ مکّہ سے بنو ہاشم کے سردار عبدالمطلب اُن کے گھر تشریف لے آئے ہیں تو اُن کی خُوشی کی انتہا نہ رہی۔اُنہوں نے اس خواہش کے سامنے سر تسلیم خم کردیا'پھر جلد ہی تقریب نکاح انجام پذیر ہوئی اور آپ اپنے عظیم المرتبت سُسر کی نگرانی میں اپنے شوہرِ نامدار کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگیں۔

حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ کی ازدواجی زندگی بڑی راحت اور سکون کے ساتھ گزُر رہی تھی۔حضرت عبداللہ نے شادی ہوتے ہی ایک عجیب انقلاب دیکھا کہ جو عورتیں آپ پر مرتی تھیں۔آپ اُن کے پاس سے گزُرے تو اُنہوں نے توجّہ ہی نہ کی۔آپ نے ان کی اس بے اعتنائی پر ان سے استفسار کیا تو ان میں سے بعض نے کہا''عبداللہ ہمیں تمہاری نہیں اس نُور کی حاجت تھی جو تمہاری پیشانی کا مُقدّر بنا ہوا تھا لیکن آج وہ نُور

marfat.com

تمہاری پیشانی پر نہیں جگمگا رہا بلکہ وہ کسی اور کا (سیدہ آمنہ) مقدر بن چکا ہے۔

سیرت ابنِ ہشام میں لکھا ہے کہ ابھی اس خُوش بخت جوڑے کی شادی کو دو تین دن ہی گزرے تھے کہ حضرت آمنہ تک ہاتفِ غیبی کی یہ آواز پہنچی۔

"آمنہ تم حاملہ ہو اور تمہارے بطنِ مُقدّس میں اس اُمّت کا سردار تشریف فرما ہوا ہے"۔

شادی کو چند ہی ماہ گُزرے تھے کہ حضرت عبداللہ کو ایک تجارتی قافلے کے ساتھ ملکِ شام جانا پڑا۔ حضرت آمنہ تڑپ کر رہ گئیں۔ یہ محبوب خاوند سے جُدائی کا پہلا موقع تھا مگر حضرت عبداللہ مسلسل تسلّی دیتے ہوئے مُلکِ شام کو روانہ ہو گئے۔ تجارتی اُمُور سے فارغ ہو کر جب آپ مکّہ جانے کیلئے روانہ ہوئے تو مدینہ پہنچ کر آپ کی طبیعت ناساز ہو گئی' اس لئے وہ اپنے ننہال میں رک گئے مگر بیماری نے طول پکڑا اور آپ ایک مہینہ وہاں بیمار رہ کر انتقال فرما گئے۔ اس انتقال کی خبر سے دوسروں کو تو صدمہ ہوا ہی ہو گا مگر سیدہ آمنہ کے دل پر قیامت بیت گئی۔ جوانی کا عالم' پیٹ میں عبداللہ کی امانت ہے اور یہ امانت پیدائش سے پہلے ہی یتیم ہو گئی ہے۔ آپ نے اپنے عظیم خاوند کی المناک وفات پر دردناک مرثیہ کہا جس کے کچھ اشعار کا اُردو ترجمہ پیش خدمت ہے:

"بطحا وادی کے کنارے نے ہاشم کے بیٹے کو موت کی نیند سُلا دیا۔ وہ مختلف پردوں میں لپٹا ہوا مکہ سے باہر لحد کا پڑوسی بن گیا۔ مَوتوں نے اُسے اچانک دعوت دی جسے اُس نے قبول کر لیا اور موت نے لوگوں میں ہاشم کے بیٹے کا کوئی مثل نہیں دیکھا۔ عشاء کے وقت جب اس کے دوست اس کی چارپائی کو اُٹھا کر لے جا رہے تھے تو وہ انبوہ کی وجہ سے باری باری کندھا بدل رہے تھے۔ اگرچہ مَوت اور اُس کی مشکلات نے اُس کو جھپٹ لیا ہے لیکن وہ درحقیقت بہت سخی اور رحم کرنے والا تھا"۔

marfat.com

عَلّامہ احمد بن زینی دُحلان رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''السیرۃ النبویہ'' میں لکھتے ہیں:

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضرت عبداللہ نے وفات پائی تو فرشتوں نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا: اے ہمارے اللہ! اے ہمارے سردار! تیرا نبی یتیم ہوگیا' اُس کا باپ نہ رہا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا کہ ہم اس کے محافظ اور مددگار ہیں۔ دوسری روایت میں ہے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو فرمایا ''میں اس کا دوست ہوں' پرودگار ہوں' اُس کی مدد کرنیوالا ہوں' اُس کو رزق دینے والا ہوں اور ہر بات میں اُس کیلئے کافی ہوں۔ بس تم اس پر درود پڑھا کرو اور اس کے نام سے برکت حاصل کیا کرو''۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا اپنے مُحترم سُسر حضرت عبدالمطلب کے زیرِ سایہ ان کے مکان میں تشریف لے آئیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے شکمِ اَقدس میں تشریف لائے تو اُنہیں کسی تکلیف کا احساس نہ ہوا۔ فرماتی ہیں:

''مجھے پتہ ہی نہ چلا کہ میں حاملہ ہوگئی ہوں' نہ مجھے کوئی بوجھ محسوس ہوا جو ان حالات میں دوسری عورتوں کو محسوس ہوتا ہے۔ مجھے صرف اتنا مَعلُوم ہوا کہ میرے ایّامِ ماہواری بند ہو گئے ہیں۔ ایک روز میں خواب اور بیداری کے درمیان تھی کہ کوئی آنے والا میرے پاس آیا اور اُس نے پُوچھا' آمنہ! تجھے علم ہے تُو حاملہ ہے اور تیرے بطن میں اس اُمت کا سردار اور نبی تشریف فرما ہوا ہے' اور جس دن یہ واقعہ پیش آیا وہ سوموار کا دن تھا''۔ (الوفاء ابن جوزی ص ۸۸)

امام زہری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیّدہ آمنہ نے فرمایا ''حمل سے وضعِ حمل تک میں نے کوئی تکلیف محسوس نہ کی''۔ (عیون الاثر)

marfat.com

اور پھر بارہ ربیع الاوّل سوموار کی وہ ساعتیں آ پہنچیں جب سرکارِ دو عالم ﷺ شوہر سیدہ آمنہ سے اس کائنات میں جلوہ گر ہوئے تھے۔ حضرت سیدہ آمنہ فرماتی ہیں:

''جس رات کو سرکارِ دو عالم ﷺ کی ولادت ہوئی میں نے ایک نُور دیکھا جس کی روشنی سے شام کے محلات جگمگا اُٹھے' یہاں تک کہ میں ان کو دیکھ رہی تھی''۔

دوسری روایت ہے کہ جب حضور ﷺ کی ولادت ہوئی حضرت آمنہ سے ایک نُور نکلا جس نے سارے گھر کو مجسمۂ نُور بنا دیا' ہر طرف نُور ہی نُور نظر آتا تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی والدہ الشفاء جو اس وقت حضرت سیدہ آمنہ کے پاس تھیں' کہتی ہیں کہ جب سیدہ آمنہ کے ہاں حضور ﷺ کی ولادتِ باسعادت ہوئی تو میں نے حضور ﷺ کو اپنے دو ہاتھوں پر سہارا دیا تو میں نے ایک آواز سنی جو کہہ رہی تھی:

''تیرا رب تجھ پر رحم فرمائے''۔

اس نُورِ مجسّم کے ظاہر ہونے سے میرے سامنے مشرق و مغرب میں روشنی پھیل گئی' یہاں تک کہ میں نے شام کے بعض محلات کو دیکھا''۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ''جب آپ کی ولادت شریفہ کا وقت آیا تو میں گھر میں اکیلی تھی' حضرت عبدالمطلب حرم شریف میں طواف کر رہے تھے' میں نے ایک خوفناک آواز سنی جس سے میں کانپ گئی' پھر ایک فرشتہ سفید مُرغ کی شکل میں آیا' جس نے اپنے پَر میرے سینے پر ملے اور میرا خوف جاتا رہا' ساری تکلیف بھی دُور ہو گئی' پھر میرے لئے کوئی ایک پیالہ شربت کا لایا جس کو میں نے پیا۔ اس کے پینے سے مجھے ایک بلند نور نظر آیا' میں نے دیکھا عبد مناف کی بیٹیاں اور کئی دوسری خواتین میرے گرد کھڑی ہیں' میں حیران رہ گئی۔ اتنے میں ان میں سے ایک نے کہا'' میں فرعون کی بیوی آسیہ ہوں۔ دوسری بولی میں عیسیٰ علیہ السلام کی ماں مریم ہوں اور یہ دوسری عورتیں جنّت کی

marfat.com

حوریں ہیں، ہم سب بحکمِ خدا تمہاری خدمت کیلئے جنت سے آئی ہیں"۔

پھر فرمایا کہ "اللہ نے میری آنکھوں سے پردہ ہٹایا، پس میں نے دُنیا کے مشرق و مغرب دیکھ لئے اور تین جھنڈے بھی دیکھے۔ ایک جھنڈا مشرق میں گڑا تھا، دوسرا مغرب میں اور تیسرا کعبہ کی چھت پر۔ اس کے بعد حضور ﷺ پیدا ہوئے"۔

(مواہب اللدنیہ)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش کے وقت حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا گھر نُور سے بھرپور تھا، ایسا لگتا تھا کہ ستارے آسمانوں سے نیچے اُتر رہے ہیں۔ موقعہ پر موجود خواتین کو یوں لگا جیسے یہ ستارے اُن پر گر پڑیں گے۔ حضور سراپا نُور بن کر پیدا ہوئے۔ آپ کے ساتھ کسی قسم کی آلائش نہ تھی، آپ بالکل پاک وصاف اور نظیف ولطیف پیدا ہوئے۔ (مواہب اللدنیہ، حجۃ اللہ علی العالمین)

ع...... آگیا وہ نُور والا جس کا سارا نُور ہے

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوئے تو حضرت آمنہ کا اشارا پا کر حضرت عبدالمطلب کو اطلاع دینے کیلئے ایک آدمی بھیجا گیا۔ اس وقت آپ حطیم میں اپنے بیٹوں اور اپنی قوم کے مردوں کے درمیان تشریف فرما تھے۔ حضور ﷺ کی ولادت کی خبر پاتے ہی آپ کی خوشی و مسرّت کی کوئی حد تک نہ رہی۔ آپ حضرت آمنہ کے پاس آئے۔ حضرت آمنہ نے حضور ﷺ کی ولادت کے وقت جو انوار و تجلیات دیکھے تھے اور جو آوازیں سُنی تھیں، ان کے بارے میں سب کچھ عرض کر دیا۔

حضرت عبدالمطلب حضور ﷺ کو لے کر کعبہ شریف میں گئے۔ وہاں کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعائیں کیں اور جو اِنعام اس نے فرمایا تھا اس کا شکریہ ادا کیا۔ ابن واقد کہتے ہیں کہ اس وقت حضرت عبدالمطلب کی زُبان پر یہ اشعار فی البدیہہ

marfat.com

جاری ہو گئے جن کا ترجمہ نذرِ اہلِ شوق ہے:

☆ "سب تعریفیں اللہ کیلئے جس نے مجھے پاک آستینوں والا یہ بچہ عطا فرمایا"

☆ "یہ اپنے پنگھوڑے میں سارے بچوں کا سردار ہے' میں اسے بیت اللہ شریف کی پناہ میں دیتا ہوں"۔

☆ یہاں تک کہ میں اس کو طاقتور اور توانا دیکھوں' میں اس کو ہر دشمن اور ہر حاسد' آنکھوں گھمانے والے کے شر سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں"۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب پیدا ہوئے تو مختون تھے اور ناف کٹی ہوئی تھی۔ یہ معلوم کر کے حضرت عبدالمطلب کو بڑا تعجب ہوا اور فرمایا لَيَكُوْنَنَّ لا بنی شَانٌ کہ میرے اس بچے کی بڑی شان ہوگی۔

حضرت مطلب نے آپ کا نام "مُحَمَّدٌ" رکھا۔ جشنِ ولادت کی خوشی میں قریش اس بات کو نہ بھولے کہ حضرت عبدالمطلب سے پوچھے کہ اُنہوں نے اپنے پوتے کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیوں رکھا ہے؟ اپنے آباؤ اجداد کے نام چھوڑ کر' عرب معاشرہ میں یہ نام معروف نہیں تھا۔ امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ کی ولادت سے قبل پورے عرب میں صرف تین آدمی اس نام سے مشہور ہوئے۔

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبدالمطلب کا ایک خواب بھی نقل کیا ہے جسے قیروانی نے کتاب الممتحان میں نقل کیا ہے۔ آپ نے خواب میں دیکھا کہ آپ کی پُشت سے ایک زنجیر نکلتی ہے' اُس کا ایک سرا آسمان سے اور دُوسرا زمین سے مُتّصِل ہے۔ پھر یہ زنجیر ایک درخت کی صُورت اختیار کر لیتی ہے' جس کے ہر پتے پر ایک نُور ہے۔ اہلِ مشرق و مغرب اس کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں۔ حضرت عبدالمطلب نے یہ خواب ایک معبر کو سنایا تو اس نے یہ تعبیر بیان کی کہ

marfat.com

"آپ کی نسل میں ایک بچہ پیدا ہوگا' مشرق و مغرب والے اس کی اتباع کریں گے اور ارض و سماء والے اس کی تعریف کریں گے"۔

حضور ﷺ کی ولادت کے کچھ عرصہ بعد سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے محسوس کیا کہ ان کی اہم ذمہ داری پوری ہوگئی ہے مگر ابھی اس بچے کی تربیت باقی تھی۔ آپ صحرا سے آنے والی عورتوں کے انتظار میں تھیں جو بچوں کو شہر کی آلودہ فضا سے دُور صحرا میں لے جاتی تھیں۔ آپ نے حضرت عبداللہ کے وصال کا جو غم کھایا تھا اس سے آپ کا دودھ بھی خشک ہوگیا۔ اس کے بعد ابولہب کی لونڈی ثویبہ رضی اللہ عنہا نے دودھ پلایا۔ چند دنوں بعد قبیلہ بنو سعد کی عورتیں سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے نونہال کے پاس پہنچ گئیں لیکن جب انہیں یہ معلوم ہوتا کہ یہ یتیم ہے تو واپس لوٹ آئیں۔ یہ خیال کرتے ہوئے کہ اس کا باپ تو ہے نہیں جو ہماری خدمات پر انعام و اکرام سے نوازے گا۔ بیوہ ماں اور بُوڑھا دادا ہماری کیا خدمت کریں گے؟ حضرت حلیمہ سعدیہ کہتی ہیں کہ جب میرے سوا ہر ایک کو بچہ مل گیا اور ہم نے خالی ہاتھ واپس جانے کا ارادہ کرلیا تو میں نے اپنے خاوند سے کہا "میں خالی گود نہیں جاؤں گی' قسم خدا کی میں جاتی ہوں اور اسی یتیم بچے کو لے آتی ہوں۔ خاوند نے رضامندی ظاہر کردی۔ تم لے آؤ' ہوسکتا ہے اللہ ہمیں اُسی سے برکت عطا کردے۔

اور پھر احادیث اور تاریخِ اسلام کے شواہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت حلیمہ سعدیہ اور ان کے گھرانے پر وہ فضل ہوا جس کی مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔ جب حضرت حلیمہ سعدیہ اور اُن کے خاوند آئے تھے تو اُن کے ساتھ لاغر اُونٹنی اور لاغر گدھی تھی۔ مریل اُونٹنی کے تھن خشک تھے۔ دونوں جانور ہی مریل تھے مگر جب یہ ننھے محمد ﷺ کو لے کر چلیں تو اُن کے جانور یکلخت فربہ ہوگئے۔ سامنے کی خشک گھاس سرسبز و شاداب ہوگئی۔ لاغر اونٹنی کے فربہ ہوتے ہی اس کے تھن دودھ سے بھر گئے جب یہ جانور چلے تو اتنا تیز

marfat.com

چلے کہ پیروں تلے زمین سمٹتی ہوئی محسوس ہونے لگی۔ تندرست و توانا جانوروں کی مالک دائیاں اس انقلاب پر حیران تھیں۔ یہ انقلاب ذات محمد کے سبب سے وجود میں آیا تھا جسے حضرت حلیمہ سعدیہ بھی سمجھنے لگ گئی تھی۔ ننھے حضور ﷺ نے ان کے گھر میں قدم رکھے تو ان کی لاغر بکریوں پر گوشت آ گیا۔ تھنوں سے دودھ کے قطرے ٹپکنے لگے۔ حضرت حلیمہ کی چھاتیاں دودھ سے لبریز ہو گئیں۔ پیارے محمد ﷺ بھی جی بھر کے پیتے اور حضرت حلیمہ کے اصرار پر بھی دوسری چھاتی اپنی رضاعی بہن کیلئے چھوڑ دیتے۔ گھر میں رزق کی فراوانی ہو گئی۔ غُربت نے آسُودگی کا لبادہ اوڑھ لیا۔ وہ اور ان کے بچے حضرت محمد ﷺ کو ایک پل بھی اپنے آپ سے جدا نہ ہونے دیتے۔ دو تین سال گزرے تو ننھے محمد ﷺ کا جسم مضبوط تر ہو گیا' خُوبصورت گفتگو فرماتے۔ حضرت حلیمہ ان کو حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا سے ملانے کیلئے مکّہ لائیں تو سیدہ آمنہ کے دل و جان میں خُوشیوں کی لہر بھر گئی مگر ابھی حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا اپنی اُنسیت کی بِناء پر انہیں اور اپنے پاس رکھنا چاہتی تھیں اس لئے مکّہ کی مسموم فضا کا ذکر کر کے محمد ﷺ کو واپس قبیلہ بنو سعد میں لے آئیں۔

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا اپنے بیٹے کی یاد میں تڑپ رہی تھیں۔ بیٹے کو دیکھا تو قرار آ گیا۔ وہ اُسے خود سے جدا نہیں کرنا چاہتی تھیں مگر حلیمہ کا اصرار دیکھ کر اجازت دے دی اور پھر سے خوابوں کی دنیا میں کھو گئیں۔ ادھر حضرت حلیمہ کی دُنیا میں بہار ہی بہار تھی۔ دن ہفتوں میں اور ہفتے سالوں میں گزرنے لگے' جب پیارے محمد پانچ سال سے زائد عمر کے ہو گئے تو ایک دن حضرت حلیمہ کے بیٹوں نے بتایا کہ ہمارے قریشی بھائی کو دو خوبصورت آدمیوں نے لٹا کر ان کا سینہ چاک کر دیا ہے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا لرزتی کانپتی پریشان حال وہاں پہنچیں تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ فرشتے تھے۔ انہوں نے میرا سینہ چاک کیا' آبِ زمزم سے میرا دل دھویا اور اسے پھر وہیں رکھ کر میرا سینہ سی

marfat.com

دیا۔ تمام واقعہ سن کر حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کو مزید یقین ہو گیا کہ محمد انتہائی عزت اور شرف والی غیر معمولی شخصیت ہیں۔ پھر آپ نے یہودیوں کو آپ کی طرف اشارے کرتے اور باتیں کرتے سنا تو اس ڈر سے کہ اس مقدس ترین امانت کو نقصان نہ پہنچ جائے، دل پر جبر کر کے سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں لے آئیں۔ اب حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جُدائی کے تصوّر سے مغموم تھیں اور سیدہ آمنہ شاداں و فرحاں تھیں کہ اب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ میرے پاس رہیں گے اور میں اُن کے نُورانی چہرے میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے نقُوش ڈھونڈ لیا کروں گی۔ حضرت عبدالمطلب نے حضرت حلیمہ سعدیہ کو اس قدر انعام و اکرام سے نوازا کہ وہ خُوشی سے کِھل اُٹھیں۔ اِنعامات کی اس فراوانی کا تو وہ تصوّر بھی نہیں کر سکتی تھیں۔ ہم نے حضرت حلیمہ سعدیہ کے حوالہ سے آپ کی رضاعت کے ذکر کو انتہائی مختصر کیا ہے کیونکہ زیرِ نظر تحریر کا تعلق اُمِ رسُول اللہ سیدہ آمنہ سے ہے۔ جب حلیمہ سعدیہ، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئیں تو گھبرائی ہوئی لگ رہی تھیں۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ پہلے تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر آئیں تو ضد کر کے واپس لے گئیں اب اصل میں کیا مُعاملہ ہے؟ اصرار پر حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے تمام حیرت انگیز واقعات بیان کر دیئے تو سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

"اے حلیمہ! کیا تمہیں خوف ہے کہ میرے نُورِ نظر کو شیطان کوئی نُقصان پہنچائے گا، بخدا ہرگز نہیں، شیطان اس کے قریب بھی نہیں بھٹک سکتا۔ تم دیکھو گی کہ میرے اس بچے کی شان نرالی ہو گی اور میرا یہ بچہ آفتاب بن کر چمکے گا۔ حلیمہ! کیا میں اس بچے کے بارے میں تمہیں کچھ بتاؤں؟ حلیمہ نے عرض کیا: ضرور بتایئے فرمانے لگیں:

"جب مجھے حمل قرار پایا تو عام عورتوں کی طرح نہ مجھے اس کا کوئی بوجھ محسوس ہوا، نہ کوئی تکلیف محسوس ہوئی، حمل کے دنوں میں میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے

marfat.com

۔ اندر سے نور خارج ہوا جس کی روشنی میں مجھے شام کے محلات نظر آئے۔ ولادت کے وقت انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر ٹیکے ہوئے تھے اور سر آسمان کی طرف اٹھایا ہوا تھا۔ اب اسے میرے پاس ہی رہنے دو میں خود اس کی خبر گیری کروں گی۔

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے اپنے لختِ جگر پر خوب توجہ دی۔ اپنی بساط سے بڑھ کر ان کی نگہداشت کی کیونکہ ایک آپ ہی تو اپنی ماں کی آنکھوں کا نور اور آرزوؤں کا مرکز تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مقدس کے اس حصہ پر سیدہ آمنہ کے کردار نے جو اثر مُرتب کیا اس کا اعتراف سیرت نگار بھی کرتے ہیں۔

ابنِ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ حضرت آمنہ بنت وہب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی پناہ اور حفاظت میں رہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پروان چڑھایا' خوب چڑھایا"۔ (سیرت ابنِ ہشام)

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی اس خصوصی توجہ کی بدولت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں اوائلِ عمری میں عظمت و بزرگی کے آثار نمودار ہونے لگے۔ جب چھ سال کے ہوئے تو آپ کی والدہ کو آپ کی ذات میں ایک عظیم آدمی کی جھلکیاں جلوہ گر نظر آئیں۔ حضرت عبدالمطلب کے والد گرامی حضرت ہاشم نے یثرب کے بنی نجار خاندان کے رئیس عمرو بن لبید کی صاحبزادی سلمٰی سے شادی کی تھی جس کے بطن سے شیبہ دعبدالمطلب پیدا ہوئے۔ حضرت ہاشم نے ایک تجارتی سفر میں انتقال کیا۔ حضرت عبداللہ شادی کے بعد کچھ عرصہ مکہ رہے پھر بغرض تجارت شام گئے۔ واپس آئے تو بخار نے آلیا اور کچھ عرصہ اپنے والد عبدالمطلب کے ننھیال میں قیام کیا لیکن طبیعت نہ سنبھلی۔ یہاں تک کہ آپ نے یثرب ہی میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ اس صدمہ سے حضرت عبدالمطلب اور سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے دل و جان ایک دائمی الم میں ڈوب گئے۔ انہوں نے تو اپنے خاوند کو جی بھر کے

marfat.com

دیکھا بھی نہ تھا کہ وہ ہمیشہ کیلئے جُدائی دے گئے۔ اب جب محمد ﷺ ان کے پاس آئے اور حضرت محمد ﷺ کو صحت مند و توانا دیکھا تو خیال آیا کہ یثرب جائیں۔ اپنے ماوِ تمام کی قبر کی زیارت کریں۔ ان کا عظیم بیٹا اپنے والد کی لحد دیکھ لے۔ انہوں نے اپنے سُسر حضرت عبدالمطلب سے اپنی اس دیرینہ خواہش کا ذکر کیا۔ انہوں نے دل پر ہاتھ رکھ کر انہیں اجازت دے دی۔ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا اپنے ہمراہ ننھے محمد (ﷺ) اور کنیز اُمّ ایمن کو لے کر یثرب روانہ ہوئیں۔ یہ مختصر سا قافلہ حضور ﷺ کے جدِ امجد حضرت عبدالمطلب کے ننھیال بنوعدی بن نجار کے ہاں اترا۔ مہینہ بھر قیام رہا حضور ﷺ کبھی کبھی اس ماہ کی یادوں کو تازہ کرتے۔ یادوں کو تازہ کرنے کی بات ہجرت مدینہ کے بعد کی ہے۔ آپ فرماتے:

"میں اسی مکان میں اپنی والدہ کے ساتھ اُترا تھا اور میں نے بنی عدی بن نجار کے تالاب میں تیرنے کی مہارت حاصل کی تھی۔ اس مختصر سے قیام میں ایک یہودی نے حضور ﷺ کو دیکھ کر آپ کا نام پوچھا۔ آپ نے احمد بتلایا۔ پھر اس نے آپ کی پیٹھ کی طرف دیکھا پھر وہ چلایا "یہ اس اُمّت کا نبی ہے" پھر وہ اپنے یہودی عُلَماء کے پاس گیا اور اُنہیں بتایا۔ سیّدہ آمنہ کو علم ہوا تو ان کے دل میں یہود کی طرف سے اندیشے جنم لینے لگے۔ یہودی یکے بعد دیگرے آتے تھے اور یہ کہتے ہیں:

"اس اُمّت کے یہ نبی ہیں اور یہ جگہ ان کی دارِ ہجرت بنے گی"۔

جب اندیشوں کو عروج آیا تو حضرت آمنہ مزید قیام کے بجائے مکّہ کی طرف چل پڑیں، جب ابواء کے مقام کے قریب یہ مختصر سا قافلہ پہنچا تو آپ کی طبیعت ناساز ہو گئی۔ ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں اسماء بنت رہم سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ میری ماں حضرت آمنہ کی وفات کے وقت حاضر تھی۔ آپ نے اپنی پائین کے قریب اپنے سوگوار فرزندِ عزیز کو دیکھا تو یہ اشعار پڑھے:

marfat.com

ترجمہ: ''یعنی میں نے جو خواب میں دیکھا اگر وہ سچ ہے تو آپ تمام لوگوں کی طرف نبی بنا کر بھیجے جائیں گے۔ حل اور حرام ہر جگہ آپ نبی ہوں گے۔ آپ کو اپنے باپ ابراہیم کے دین اسلام پر مبعوث کیا جائے گا' میں آپ کو بتوں سے خدا کا واسطہ دے کر روکتی ہوں کہ آپ دوسری قوموں سے مل کر ان کی دوستی نہ کریں''۔

اس کے بعد سیدہ آمنہ نے مزید ارشاد فرمایا:

''ہر زندہ موت کا مزہ چکھے گا' ہر نئی چیز پرانی ہو جائے گی اور ہر بڑی چیز فنا ہو جائے گی' میں تو مر رہی ہوں لیکن میرا ذکر ہمیشہ باقی رہے گا' میں نے ایک پاک باز بچہ جنا ہے؟''

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا تو ابدی نیند سو گئیں لیکن ننھے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگی ہوئی تھیں۔ آپ امی جان سے باتیں کر رہے تھے۔ اپنا ماجرائے غم بیان کر رہے تھے مگر اب آپ کو تسلی دینے والا' آپ کے سر پر رحمت کا ہاتھ رکھنے والا کوئی نہ تھا اور اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا نے سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے جسدِ مبارک کو کپڑے سے لپیٹ دیا اور چہرے مبارک پر کپڑا باندھ کر آنکھوں کو بند کر دیا۔ پھر جسدِ خاکی کو اُٹھا کر قریبی گاؤں ابواء لے گئیں تاکہ وہاں آپ کی آخری آرام گاہ کا بندوبست کیا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے پیچھے آ رہے تھے جب ان کو قبر میں دفن کرنے لگے تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی ماں کے ساتھ چمٹ گئے۔ وہ اپنی ماں کے ساتھ جانا چاہتے تھے۔ یہ منظر دیکھ کر لوگوں پر گریہ وزاری کی کیفیت طاری ہو گئی۔ بالآخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علیحدہ لے جا کر میت کو سپردِ خاک کر دیا گیا۔

جب اُمِ ایمن اس دُرِ یتیم کو لے کر مکہ پہنچیں تو ماجرا سُن کر اہلِ مکہ پر سکتہ طاری ہو گیا۔ یہی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک ماہ پہلے مسکراتے ہوئے اپنی امی کے ساتھ یثرب گئے تھے

marfat.com

اور آج تنِ تنہا یتیمی اور ماں کی جُدائی کا بوجھ لے کر واپس لوٹ رہے ہیں۔ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام بڑے ہوتے گئے مگر اپنی امی جان کا تصوّر ہمیشہ دل و جان میں جلوہ گر رہا۔ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عبد المطلب نے اپنی کفالت میں لے لیا۔ آپ کا بے حد خیال رکھتے۔ حرمِ کعبہ میں آپ کیلئے علیٰحدہ نشست بنائی جاتی، دادا جان کی وفات کے بعد پیارے چچا حضرت ابو طالب نے کفالت میں لے لیا۔ مُشفق چچی فاطمہ بنتِ اسد نے محبّت و شفقت کی انتہا کر دی مگر آپ کو اپنی ماں نہیں بھولتی تھی، اور ماں بھُول بھی کس کو سکتی تھی۔ وہ پاک ہستی اپنی ماں کو کس طرح بھُول سکتی تھی جس نے دُنیا بھر کی ماؤں کو عزّت دینے کیلئے ان کے قدموں تلے جنّت رکھ دی تھی۔

ابنِ سعد رحمۃ اللہ علیہ اپنی طبقات میں روایت کرتے ہیں کہ حُدیبیہ کے عُمرہ میں جب نبی پاک اپنی والدہ کی قبر کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ آپ اپنی امی کی قبر پر تشریف لائے۔ اسے ہاتھوں سے دُرُست کیا۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ آپ کی کیفیت دیکھ کر صحابہ بھی رونے لگے۔ آپ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: ماں کی شفقت یاد آ گئی تھی اس لئے میری آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ (طبقات ابنِ سعد جلد ۱)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے، ہم بھی ساتھ چل پڑے۔ حتّیٰ کہ ہم چند قبروں کے پاس پہنچے۔ آپ نے ہمیں وہیں بیٹھنے کا حکم دیا اور خود ان قبروں کے پاس سے گزر کر ایک قبر کے پاس بیٹھ گئے اور بہت دیر تک مناجات میں مصروف رہے۔ پھر آپ کے رونے کی آواز بلند ہوئی۔ یہ دیکھ کر ہم بھی رونے لگے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف تشریف لائے۔ حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! کس کی یاد نے آپ کو رُلایا ہے۔ آپ نے تو ہمیں بھی رُلا دیا۔

marfat.com

آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر اشارا کر کے فرمایا: کیا تم بھی خوفزدہ ہو گئے تھے۔ ہم نے عرض کیا: جی ہاں' یارسول اللہ۔ آپ نے دو یا تین مرتبہ پوچھا' پھر ارشاد فرمایا: تم نے مجھے جس قبر کے پاس مناجات کرتے دیکھا وہ میری والدہ آمنہ بنت وہب کی قبر ہے' میں نے اپنے رب سے ان کی زیارت کی اجازت طلب کی تھی اس نے مجھے اجازت دے دی۔ (صحیح مسلم: ۱۱، سنن ابوداؤد)

قُریشِ مکہ کو بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ کی قبر کا علم تھا۔ حتیٰ کہ جب ہندہ بنتِ عُتبہ مشرکین کے اس لشکر کے ساتھ ابواء کے مقام سے گزری جو بدر کے مقتولین کا بدلہ لینے کیلئے مدینہ جا رہا تھا تو اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینے کیلئے بہتر حربہ یہی سمجھا کہ ان کی والدہ کی قبر اُکھیڑ کر وجود پاک قابو میں کر لیا جائے۔ اس بدبخت نے قریش کی حفاظت کے خیال سے اُمِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سیدہ آمنہ کے اعضاء کو قریش کی حفاظت کیلئے سب سے بہتر پایا۔ ہشام بن ہاشم اسلمی روایت کرتے ہیں "تو ہندہ نے اپنے خاوند ابوسفیان سے کہا" ہمیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی والدہ کی قبر اُکھیڑ کر اعضاء کو قبضے میں کر لینا چاہیے تا کہ اس جنگ میں تم میں سے اگر کوئی قید ہو گیا تو اس کے اعضاء کے بدلے میں اُسے چھڑا لینا۔ (تاریخ مکہ' امام سیوطی: الحاوی)

ابُوسفیان نے قریش سے ابھی اس کا ذکر نہیں کیا تھا کہ ہندہ پر انتہائی خوف طاری ہو گیا اور اُس نے چیخ کر اپنے خاوند سے کہا "اسے رہنے دو' ہم پر ہلاکت کا یہ دروازہ مت کھولو"۔

زمانے کے حوادث اپنے نقُوش ثبت کرنے لگے۔ اب محمد رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور حکمرانی کا پرچم ہر سو لہرا رہا تھا۔ عمر بہت آگے کو بڑھ چکی تھی مگر اپنی والدہ سیدہ آمنہ کی یاد ذہن سے محو نہیں ہوتی تھی۔ جب آپ نے مدینے کی طرف ہجرت کی تو آپ

marfat.com

ان مقامات سے گزرے جو آپ نے نصف صدی پہلے دیکھے تھے۔ جب آپ نے عدی بن نجار کے محلّہ کو دیکھا تو ارشاد فرمایا "یہاں میں اپنی والدہ کے ساتھ آیا تھا اور اس گھر میں میرے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قبر ہے"۔ (طبقات ابن سعد)

جب آپ عدی کے قلعے کے قریب سے گزرے تو آپ کے دل پر رقت طاری ہو گئی۔ فرمایا: یہاں میں اپنے ماموں زادوں کے ساتھ کھیلا کرتا تھا اور بنو نجار کے تالاب میں تیراکی سیکھی"۔ آپ کو اپنی والدہ کی یثرب میں رہائش گاہ، ماموں زاد اور ابّا جان کے ننھال کے گھر نہیں بھولے۔ یہ سب کیا تھا، فقط والدہ محترمہ کی نسبت پاک کا فیض تھا۔ آپ کو اپنا وہ گھر کبھی نہیں بھولا جہاں آپ کی ولادت ہوئی اور جسے آپ کی والدہ کی وفات کے بعد دروازے بند کر کے خالی چھوڑ دیا گیا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابھی سات برس کے بھی نہیں ہوئے تھے کہ سیدہ آمنہ بنتِ وہب رضی اللہ عنہا ہمیشہ کیلئے جُدا ہو گئیں۔ مگر اب پھر ایسا وقت آیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رسالت کے منصب پر فائز ہو گئے۔ ہر طرف اسلام کا پرچم چھانے لگا مگر سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی یادیں آپ کبھی بھی فراموش نہ کر سکے۔

یہ اپنی پیاری ماں سے محبّت اور ان کی دلآویز یادوں ہی کا ثمر تھا کہ آپ نے کتنی ہی عُمر رسیدہ عورتوں کو ماں سمجھ کر نواز دیا۔ آپ نے اپنی رضاعی ماں حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کو کئی مرتبہ بہت زیادہ اِنعامات واکرامات سے نوازا۔ ان کی بیٹی شیما بنت حارث کو نوازا۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی والدہ ماجدہ سے اتنی محبّت تھی کہ جس کا ان کی امی جان سے تعلّق رہا، اُسے تمام زندگی نوازا۔ حضرت اُمِّ ایمن رضی اللہ عنہا نے سیّدہ آمنہ کو ابواء کے مقام پر دفن کیا۔ یہ مقام مکّہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان ہے۔ پھر حضرت اُمِّ ایمن نے اپنے آنسو پونچھے، دُرِّ یتیم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آغوشِ محبّت میں لیا اور دونوں کی آنکھوں سے

marfat.com

پھر سے آنسوؤں کے چشمے بہہ نکلے۔ اب ماں کے بدلے ایک سیاہ رنگت والی اُمِّ ایمن حضور ﷺ کو خود سے چمٹائے ہوئے تھی۔ خدائے کریم نے پیارے آقا ﷺ کو سیاہ رنگت والی مادرِ مُشفق اُمِّ ایمن رضی اللہ عنہا جیسی ہستی عطا کر کے ہمیں جتلا دیا کہ یہ وہ نبی ہے جس نے کالے اور گورے کے امتیاز کو ختم کر کے فقط تقویٰ اور پرہیزگاری کو ہی بلندی کی سب سے بڑی معراج قرار دینا ہے۔ حضور ﷺ اُمِّ ایمن رضی اللہ عنہا سے کس درجہ محبت رکھتے تھے اس کا اندازہ اس روایت سے کیجئے۔

"نبی کریم ﷺ نے اپنے ایک صحابی کو کسی کو عار دلاتے ہوئے سنا

"اے کالی ماں کے بیٹے"

تو حضور ﷺ کو یارائے ضبط نہ رہا۔ بڑے جوش اور غضب سے فرمایا

"پیمانہ چھلک گیا' پیمانہ چھلک گیا' کسی سفید رنگ والی ماں کے بیٹے کو کسی سیاہ رنگ والی ماں کے بیٹے پر کوئی فضیلت نہیں' بجز تقویٰ کے۔ پس محمد (ﷺ) سفید رنگ والی ماں کا فرزند ہے۔ اس کی پرورش کالے رنگ والی ماں نے کی ہے۔ پس وہ ان دونوں کا بیک وقت بیٹا ہے"۔ (خاتم النبیین ص ۱۳۱)

حضور ﷺ نے تمام عمر حضرت اُمِّ ایمن رضی اللہ عنہا کو اپنی حقیقی ماں جیسا رتبہ دیا۔

اپنی والدہ محترمہ طیبہ وطاہرہ سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے تصوّر کے حوالے سے حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو بزرگ خواتین سے جنہوں نے کبھی نہ کبھی آپ پر لُطف فرمایا تھا' بہت اُلفت ہو گئی۔ ہر گام پر ماں یاد آتی تھی جس نے ابھی ان کے باپ کی جوانی کا جی بھر کا نظارا بھی نہیں کیا تھا کہ خود عین شباب میں آغوشِ لحد میں اُتر گئی۔ حضرت حلیمہ سعدیہ پر تو آپ نے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے متعدد مرتبہ کرم باریاں کی۔ آپ مکہ مکرمہ میں یا مدینہ منورہ میں جہاں بھی رہے' جہاں بھی ٹھہرے' پیاری امی جان کی یادیں

marfat.com

آپ سے علیحدہ نہ ہونے پائیں۔ آپ مکّہ میں حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا سے بھی غیر معمولی لُطف وکرم فرمایا کرتے تھے، جنھوں نے بچپن میں آپ کو دُودھ پلایا تھا۔ یہی حال حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لُطفِ کریمانہ کا تھا۔

آٹھویں صدی ہجری میں جب رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ طائف سے فتح ونصرت کے ساتھ لوٹے تو آپ کے ساتھ بنوہوازن کی عورتوں اور بچوں سمیت چھ ہزار قیدی اور لاتعداد اونٹ اور بکریاں تھیں۔ ان قیدیوں میں سے ایک نے عرض کیا:

"یارسول اللہ! ان میں آپ کی رضاعی پھوپھیاں اور خالائیں بھی ہیں کیونکہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا بھی اس قبیلے سے تعلق رکھتی ہیں"۔

اس کی اس درخواست پر رضاعی ماں حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے تصوّر سے آپ کا دل تڑپ اُٹھا' اور پہلے اپنے حصّہ کے قیدیوں کو آزاد فرمایا تو آپ کی تقلید میں تمام صحابہ اپنے حصّے سے دستبردار ہو گئے۔ ہزاروں قیدی عورتوں اور مردوں کے ساتھ اُن کے جانور بھی اُنہیں لوٹا دیے گئے۔ یہ اپنی رضاعی ماں سے تعلّق کی کرشمہ سازی تھی۔

جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی چچی فاطمہ رضی اللہ عنہا بنتِ اسد کی محبت میں بھی اپنی امی جان کی محبت کی جلوہ گری نظر آتی تھی۔ آپ ان کو بھی اپنی ماں کے بعد ماں تصور کیا کرتے تھے۔ سیرت نگاروں کے مُطابِق جب حضرت فاطمہ بنتِ اسد کا انتقال ہوا تو رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیص انہیں پہنائی اور اُن کی قبر میں لیٹے۔ صحابہ کے استفسار پر اس خصوصی کرم نوازی کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ "حضرت ابوطالب کے بعد ان سے بڑھ کر کسی نے مجھے عزیز نہیں رکھا۔ میں نے انہیں قمیص پہنائی تا کہ انہیں جنّت کا لباس پہنایا جائے اور میں قبر میں لیٹا ہوں تا کہ ان پر قبر کی منزلیں آسان ہو جائیں۔

اپنی ماں تو اپنی ماں تھی اور خود سے پیار کرنے والی مُحترم بزُرگ خواتین کو اپنی

marfat.com

ماں سمجھتے تھے۔ لیکن آپ کو اپنے بچے سے پیار کرنے والی ہر ماں میں اپنی ماں دکھائی دیتی تھی۔ آپ جتنے کسی ماں کی مامتا سے متاثر ہوتے اُتنے کسی اور چیز سے متاثر نہ ہوتے تھے۔ روایت میں ہے کہ کچھ قیدی مدینہ طیبہ میں جنابِ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کئے گئے۔ ان میں سے ایک ماں بھی تھی۔ اس عورت نے اپنے بچے کو قیدیوں میں دیکھا تو اُسے سینے سے لگا کر دودھ پلانے لگی۔ آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا" کیا خیال ہے یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں پھینک دے گی؟" انہوں نے عرض کیا "نہیں" اگر اس کے بس میں ہوگا تو اپنے بچے کو آگ میں نہیں پھینکے گی"۔ آپ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان ہے جتنی یہ عورت اپنے بچے پر مہربان ہے"۔

ایک صحابی ماریہ بن جیمہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے جہاد کی اجازت طلب کی۔ فرمایا: تمہاری ماں زندہ ہے۔ انہوں نے اثبات میں جواب دیا تو فرمایا" جاؤ اپنی والدہ کی حُسنِ ادب کے ساتھ خدمت کرو" انہوں نے تین بار جہاد میں شرکت کیلئے اصرار کیا تو آپ نے فرمایا" خدا تمہارا بھلا کرے۔ اس کے پاؤں کو لازم پکڑ و وہی تمہاری جنت ہے"۔ (الاستیعاب:۳/۱۴-۱۳)

رسُولُ اللہ ﷺ کے اس ارشاد کے بعد انسانیت کیلئے ماں پر فخر کرنے کیلئے اور کیا چیز باقی رہ جاتی ہے۔

"اگر میں اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو پاتا۔ اس حالت میں کہ عشاء کی نماز میں ہوتا اور میں سورۂ فاتحہ پڑھ چکا ہوتا اور پھر میری ماں مجھے آواز دیتی محمد (ﷺ) تو میں اُن کی آواز پر لبیک کہتا" (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

حضور ﷺ کے والدِ محترم حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اور آپ کی امی جان سیدۂ دو جہاں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا بنت وہب کا ایمان درجنوں احادیث، کُتبِ سیرت

marfat.com

اور مُحدّثین گرامی کے استدلال سے ثابت ہے۔ چونکہ اس کے بارے میں دو رائے نہیں ہو سکتیں' لہٰذا ہم آپ کے والدین کے ایمان کو اپنی محبتوں کا ارمغان پیش کرتے ہیں۔

سیدہ آمنہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کا اس کرۂ ارضی پر سب سے بڑا احسان یہی ہے کہ آپ نے اس کائنات کی سب سے محترم' پاکیزہ' برگزیدہ' محبوب و مکرم ہستی جنابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جنم دیا' جنھوں نے آپ کی یادوں کو دل و جان میں سمیٹے رکھا اور آپ کی محبّت اور عزّت و منزلت کے حوالے سے دنیا بھر کی خواتین کو باعثِ صد وقار بنا دیا''۔

خدا کی لاکھوں رحمتیں ہوں سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا پر جو مقام ابواء پر اپنی آخری آرام گاہ میں آسُودۂ خواب ہیں مگر ان کے بیٹے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام ارض و سما میں' دشت و جبل میں' زمینوں کی پستیوں اور آسمانوں کی بُلندیوں میں' لاتعداد عُشّاقِ حضُور کی زُبانوں پر' فرشتوں اور مخلوقات ارض و سماوی کے لبوں پر وظیفہ حیات بن کر گونج رہا ہے۔

سلام اے سیدہ آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا کہ آپ نے دنیا کی سب سے عظیم ہستی کو اپنی محبت سے سرشار کر دیا۔

سلام اے اُم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہ آپ کے اس شرف سے پوری کائنات انوارِ اسلام سے شرف یاب ہوگئی۔

سلام اے آمنہ! اے مادرِ محبوبِ سُبحانی
سلام اے آمنہ! تاریخِ حق کی شمعِ نُورانی
سلام اے زینتِ ہستی' سلام اے رُوحِ ایمانی
سلام اے جانِ عبداللہ' سلام اے نُورِ انسانی
سلام اے سرورِ کونین کی اُمّی' وقارِ جاں
سلام اے راحتِ جانِ محمدؐ فخرِ لافانی (رضاؔ)

marfat.com

اُم المومنین

حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

ماورائے فکر ہے حضرت خدیجہؓ کا کمال
اُن کی عظمت اُن کی رفعت بزمِ ہستی کا کمال

اولیں بیوی شہِ کونینؐ کی، زوجِ عمل
آپؐ کی ساتھی، رفیقہ، حسنِ خدمت کی مثال

اپنا سب کچھ کر دیا قربان شہِ کونینؐ پر
آپ سے ہی سرورِ دارین نے پائی ہے آل

معتمد ساتھی نبی پاک ﷺ کی ہر حال میں
تھے تصدق شوہرِ عالی پہ ان کے جان و مال

آپ کے عالی فضائل اور محاسن بے شمار
مہربان، مشفق، سراپا لطف اور شیریں خصال

مشکلوں میں بانیٔ اسلام کی ڈھارس تھیں وہ
آپ کی ہر اک مصیبت میں رہیں وہ بن کے ڈھال

اے رضا حضرت خدیجہؓ کا جہاں ممنون ہے
تھی رفاقت جن کی آقاؐ کے لئے روشن مثال

(محمد اکرم رضا)

marfat.com

حضور ﷺ کی اولین رفیقہ حیات

اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

تاریخ انسانی نامور خواتین کے کارناموں سے پُر ہے جنھوں نے بزم ہستی کی فلاح و بہبود کے لئے لازوال کارنامے سرانجام دیئے۔ان میں سے بعض سلطنتوں کی حکمران تھیں۔بعض نے میدانِ جنگ میں سپہ سالاری کے جوہر دکھائے ۔بعض نے اپنے اصلاحی کارناموں سے زمانے کو متاثر کیا اور بعض کے کردار نے لازوال نقوش ثبت کیے لیکن یہاں ذکر ہے اُس ہستی کا جس نے رہتی دُنیا تک کے لئے وہ شہرت و مقبولیت حاصل کی جس کی مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔

یہ ہستی مخدومہ کائنات اور حضور نبی کریم ﷺ کی اولین زوجہ محترمہ اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں۔خدمت سرورِ کونین کی بلند ترین مثال، خوش مزاج و خوش خصال، ہر لحظہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خوشنودی و رضا کو ملحوظِ خاطر رکھنے والی، اس وقت ایمان لائیں جب سارا زمانہ حضور نبی کریم ﷺ کا دشمن تھا۔حضور نبی کریم ﷺ کے لئے ڈھارس تھیں۔تسلی و راحت کا پیغام تھیں۔آپ مکہ کی امیر ترین خاتون تھیں مگر شادی ہوتے ہی سب کچھ اسلام اور بانیٔ اسلام ﷺ کے لئے وقف کر دیا۔

حضور نبی کریم ﷺ بھی آپ کے ایثار و قربانی کی بہت قدر کرتے تھے۔اسلام کی ابتدائی ترقی میں آپ کی دولت کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔آپ نے مکان 'جائیداد' زمینیں آوزار اپنے سارے غلام اپنے خاوند کی تحویل میں دے دیئے اور امارت

marfat.com

سے غربت پر آ گئیں۔آپ سمجھتیں تھیں کہ آپ نے تمام دولت آپ نبی کریم ﷺ کے قدموں میں ڈھیر کر کے دُنیا و آخرت کی تمام سعادتیں خرید لیں ہیں اور واقعی ایسا ہی تھا۔آپ کو تمام اُمہات المومنین سے زیادہ حضور نبی کریم ﷺ کی خوشنودی نصیب ہوئی ۔ جب حضور نبی کریم ﷺ مصائب و آلام میں گھرے ہوتے اور پریشانیوں کے طوفانوں کا مقابلہ کرتے ہوئے تھکے ماندے گھر تشریف لاتے تو آپ ان کا حوصلہ بڑھاتیں اور بہت جلد کامیابی کی نوید سناتیں۔آپ سے ہی حضور نبی کریم ﷺ کو تمام اولاد عطا ہوئی۔خوب فرمایا ہے حضرت فاضل بریلوی نے:

؎ عرش سے جس پہ تسلیم نازل ہوئی
اس سرائے سلامت پر لاکھوں سلام

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نام اُمہات المومنین میں سرفہرست ہے۔ان کو نہ صرف سرکار دوعالم ﷺ کی پہلی بیوی ہونے کا شرف حاصل تھا بلکہ یہ اسلام کے اولیں معاونین میں سے تھیں۔انہوں نے جس طرح سے اسلام سے قبل اور اسلام کے بعد کی زندگی بسر کی اس کا ایک ایک لمحہ بنات اسلام کے لئے شمع ہدایت ہے۔

انہوں نے قریش کے ایک بہت بڑے رئیس خویلد کے گھر جنم لیا۔باپ کی طرف سے شجرہ نسب یوں تھا خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصیٰ بن کلاب بن مرہ۔قصیٰ رسول اللہ ﷺ کے پردادا حضرت ہاشم کے دادا تھے اس طرح سے آپ کا شجرہ نسب حضور اکرم ﷺ سے جا ملتا ہے۔

ماں کی طرف سے شجرہ نسب یوں تھا۔خدیجہ بنت فاطمہ بنت زائدہ بن اصم ہرم بن واحر بن حجر بن عبد بن محیص بن عامر بن لوئی۔ماں کی طرف سے شجرہ نسب

marfat.com

حضور اکرم ﷺ سے دسویں پشت پر جا کر ملتا ہے۔ عرب کے تمام معزز قبیلے عدنان کی اولاد ہیں۔ ان کی دسویں پشت میں فہر بن مالک ہیں جن کا دوسرا نام قریش تھا۔ عرب کا قبیلہ قریش انہی کی اولاد تھا' انہی کی چھٹی پشت سے قصیٰ بن کلاب تھے۔ جن کی اولاد آپ اور رسول اکرم ﷺ تھے۔ آپ سب امہات المومنین میں سے رسول خدا ﷺ سے قریب تر خاندانی تعلق رکھتی تھیں۔

شاہ یمن ابرہہ کے مکہ مکرمہ پر ہاتھیوں کی فوج کشی والے سال سے پندرہ سال پہلے پیدا ہوئیں۔ عیسوی حساب سے یہ ۵۵۵ء تھا۔ آپ کے والد خویلد بن اسد مالدار سوداگر تھے۔ شام و یمن تک ان کی تجارت تھی۔ قریش ان کی عزت کرتے تھے۔ آپ کی پرورش پر خاص توجہ دی گئی۔ جس دور میں آپ نے آنکھ کھولی وہ انسانیت سے قطعاً بے بہرہ تھا مگر یہ شروع سے ہی زمانہ جاہلیت کی آلائشوں سے الگ تھلگ رہیں اور شریف النفس اور پاکیزہ خیال واقع ہوئیں اور اسی پاکیزہ اخلاق کی بناء پر "طاہرہ" کا لقب پایا۔ ان کے والد محترم بھی غریبوں کے ہمدرد تھے' اسی بناء پر ان میں بھی ہمدردی کے جذبات کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے۔

صحرائے عرب میں پلنے والی ایک دوشیزہ جلد ہی منازل شباب طے کر لیا کرتی ہے۔ جس وقت آپ کی عمر ۱۵ سال ہوئی تو آپ کی شادی ابو ہالہ سے کر دی گئی۔ ابو ہالہ بھی ایک متمول خاندان سے تعلق رکھتے تھے جس قدر بھی ازدواجی عرصہ گزرا خوب گزرا۔ ابو ہالہ سے ان کے دو لڑکے ہالہ اور ہند پیدا ہوئے۔ ایک روایت کے مطابق ہالہ تو بچپن میں مر گیا تھا لیکن دوسری روایت کے مطابق یہ دونوں لڑکے رسول اللہ ﷺ کے اعلانِ نبوت پر مسلمان ہوئے اور حضرت ہند جنگ جمل میں شہید ہوئے

marfat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔

ابو ہالہ کے بعد ان کی دوسری شادی عتیق سے ہوئی اور ان سے ایک لڑکی پیدا ہوئی اور جس کا نام ہند رکھا گیا۔ اسی بناء پر حضرت خدیجہ کی کنیت ام ہند تھی۔ ہند نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ عاطفت میں پرورش پائی اور نبوت کے پہلے سال ہی وہ آپ پر ایمان لے آئی تھیں۔ عتیق آپ کے پہلے شوہر ابو ہالہ سے بھی زیادہ مالدار تھے۔ اسی بناء پر یہ مدت بھی آسودگی میں گزری۔ اسی اثناء میں عرب کی مشہور چار سالہ جنگ شروع ہو گئی جسے "جنگ فجار" کہتے ہیں اس وقت آپ کی عمر تیس سال تھی۔ اس جنگ کے دو فریق بنو ہوازن اور بنو قریش کے بے شمار آدمی مارے گئے۔

حضرت خدیجہ کے شوہر عتیق اور آپ کے والد خویلد بھی اسی میں کام آئے۔ اس بار نہ صرف بیوہ ہوئیں بلکہ سایہ پدری سے محروم ہو گئیں۔ ان کی اموات سے آپ کو بہت صدمہ ہوا اور آپ نے کبھی بھی شادی نہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

آپ کے پاس دولت کی کمی نہ تھی۔ ایک تو والد ہی کافی ترکہ چھوڑ کر مرے تھے اور دوسرے دونوں متمول خاوندوں کی جائیداد بھی مل تھی۔ لہٰذا ان کے بعد بھی انہیں کسی معاشی تنگی سے دوچار نہ ہونا پڑا۔ چونکہ والد نے اپنی زندگی کے اواخر میں ہی اپنا کاروبار ان کے سپرد کر دیا تھا لہٰذا ان کو کافی تجربہ ہو چکا تھا۔ اب جبکہ جائیداد وسیع ہو چکی تھی' انہوں نے اپنی پوری توجہ تجارت کے فروغ میں صرف کر دی۔ شروع سے ہی ذہین اور عقل مند تھیں۔ اسی ذہانت سے کام لیا اور کاروبار کو اتنی ترقی دی کہ آمدنی کہیں سے کہیں جا پہنچی۔ کام کرنے کے لیے بہت سے ملازم رکھے گئے اور شام و یمن جو اس وقت کی مشہور ترین منڈیاں تھیں' آپ کی تجارت کا مرکز بن گئیں۔

marfat.com

آپ نہ صرف یہ کہ دولت مند تھیں بلکہ ایک معزز گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں۔ آپ کو حسن بھی خداداد ملا ہوا تھا اور پھر ابھی عمر بھی شادی کے قابل تھی۔ لہٰذا بہت سے امراء کے پیغام شادی کے لئے آنے لگے مگر ان کا دل کچھ اس قدر اچاٹ ہو گیا تھا کہ شادی کے لئے تیار نہ ہوئیں اور تمام پیغام ٹھکرا دیئے۔

اپنے پاکیزہ عادات و خصائل کی بناء پر آپ شروع سے ہی ''طاہرہ'' کے لقب سے پکاری جاتیں تھیں۔ آپ کو عرب کی فرسودہ رسوم سے نفرت تھی اور دولت مندی کے باوجود بھی مذہب کا تصور دل کی خلوتوں میں جاگزیں تھا۔ اپنا بہت سا وقت خانہ کعبہ میں جا کر صرف کیا کرتی تھیں۔ اس وقت کاہن مردوں اور کاہن عورتوں کو خاصی وقعت اور عقیدت کی نظروں سے دیکھا جاتا تھا۔ چنانچہ آپ کو بھی مذہب کے تصور کی وابستگی کی بناء پر ان سے بڑی عقیدت تھی۔ آنے والے انقلاب کے متعلق ان کی باتیں بڑی توجہ سے سنا کرتیں تھیں اور ان کو اپنے گھر بلا کر ان کی تواضع کرتیں اور مذہبی باتیں سنا کرتیں۔

چونکہ آپ کا کاروبار وسیع تھا لیکن آپ کی طبیعت مائل بہ تنہائی واقع ہوئی تھی۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ ایک عورت انتہائی دانش منداور معاملہ فہم ہونے کے باوجود کاروبار کو آگے بڑھا نہیں سکتی۔ اس لئے ان کو ایسے دیانتدار' دیندار اور قابل آدمی کی ضرورت تھی جو ان کے کاروبار کی نگرانی کر سکتا اور ان کے پھیلے ہوئے کاروبار کو سنبھال سکتا.......... اسی دوران حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی انتظام معاش کی طرف متوجہ ہو چکے تھے۔ اس زمانہ میں تجارت کو ہی فروغ حاصل تھا۔

marfat.com

آپ اپنے چچا ابو طالب کے ہمراہ تجارتی سفر کر کے تجربہ حاصل کر چکے تھے ۔لہٰذا تجارت کرنے کی ہی ٹھانی مگر آپ کے پاس اتنا سرمایہ کہاں تھا کہ اس سلسلے کا آغاز کر سکتے' اسی لیے آپ دوسروں کا مال لے کر بغرض تجارت دوسروں ممالک میں جاتے اور خرید و فروخت کرتے۔

آپ کی زندگی شروع سے ہی اہل عرب کی غلط کاریوں سے الگ بسر ہو رہی تھی ۔تھوڑے ہی دنوں میں آپ کی دیانتداری' راست بازی' تجربہ کاری اور خوش معاملگی کی سارے مکہ میں شہرت ہو گئی اور ہر سرمایہ دار یہی خواہش کرنے لگا کہ آپ ﷺ اس کا مال لے کر تجارت کریں تا کہ مال جلد بک سکے اور تجارت کو فروغ حاصل ہو۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بھی کاروبار سنبھالنے کے لیے ایک ایسے ہی شخص کی ضرورت تھی' وہ ایسے ہی دیانتدار اور راست معاملہ کارکنوں کی جستجو میں رہتی تھیں جو ان سے دھوکہ نہ کریں ۔لہٰذا جب انہوں نے حضور اکرم ﷺ کی دیانتداری و امانت داری کی شہرت سنی تو آپ سے فائدہ اٹھانا چاہا اور اپنے بھتیجے کو آپ کے پاس درخواست دے کر بھیجا کہ...... ''میرا مال لے کر تجارت کیلئے شام جائیں ۔میں آپ کی مدد کے لئے اپنا غلام میسرہ آپ کے ہمراہ کر دوں گی اور جو رقم میں دوسروں کو دیتی ہوں اس سے دوگنی رقم آپ کو دوں گی''

رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا ابو طالب سے دریافت کیا ۔انہوں نے اس پیغام کو بھتیجے کی کامیابی کی ضمانت سمجھا اور اجازت دے دی تو آپ نے اس پیغام کو منظور فرما لیا اور حضرت خدیجہ کا مال لے کر تجارت کی غرض سے بصریٰ روانہ ہو گئے۔

marfat.com

یہ تجارتی سفر تاریخی حیثیت کا حامل اور خاصی اہمیت رکھتا تھا۔ یہ پہلا موقع تھا جب سرور کائنات ﷺ کی چند ممتاز خصوصیات منظر عام پر آئیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا غلام میسرہ اور آپ کا بھتیجا بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ انہیں تاکید کر دی گئی تھی کہ آپ کے کسی معاملہ میں دخل نہ دیں اور کسی حکم سے سرتابی نہ کریں اور انہیں جو بھی منفرد خصوصیات نظر آئیں وہ آ کر کہہ سنائیں۔

اس سفر میں میسرہ نے آپ کی زندگی کا بغور مطالعہ کیا اور اسے آپ میں عام انسانی سطح سے ہٹ کر فوق البشری خصوصیات نظر آئیں۔ جب یہ قافلہ راستے میں ایک بار قیام کے لیے ٹھہرا تو حضور نبی کریم ﷺ نے ایک راہب کی کٹیا کے قریب ہی اُگے ہوئے درخت کے نیچے آرام فرمایا۔ راہب فوراً کٹیا سے برآمد ہوا اور دیکھتے ہی پکار اٹھا کہ اس درخت کے نیچے سوائے نبی کے اور کوئی نہیں بیٹھ سکتا۔ پھر کتاب نکال لایا اور کبھی آپ کا رخ اقدس دیکھتا اور کبھی کتاب کو۔ قافلے والوں کو اندیشہ ہوا' سب اسی جگہ پر اکٹھے ہو گئے۔ راہب ڈر کر کٹیا کے اندر چلا گیا اور چھت پر چڑھ کر چلایا "یہ یقیناً اللہ کا آخری رسول ہو گا' اسے تمام ملکوں پر غلبہ ہو گا اور اسے یہودیوں کے شر سے بچانا"۔

اس سے قبل شام تک جانے کا ارادہ تھا لیکن پھر یہ ارادہ ملتوی کر دیا گیا اور بصرہ میں ہی سامان فروخت کر دیا گیا۔ حضور ﷺ کی خوش خلقی اور خوش معاملگی کی بدولت مال نہ صرف جلد فروخت ہو گیا بلکہ دگنا نفع ہوا۔ مال فروخت کر کے یہ عازم مکہ ہوئے۔

قافلہ کی واپسی کی خبر سن کر حضرت خدیجہ کوٹھے پر چڑھ گئیں۔ سامنے سے ایک شتر سوار آتا ہوا دکھائی دیا جس کے سر پر اَبر کا ایک ٹکڑا سایہ کئے ہوئے تھا۔ یہ حضور

marfat.com

اکرم ﷺ تھے۔ آپ نے قریب آکر قافلہ کی سلامتی کی خبر سنائی تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے خوش ہو کر وہ اونٹ مع سامان آپ کو نذر کر دیا۔

قافلہ کے مکہ پہنچ جانے پر آپ نے اپنے غلام میسرہ سے سارا احوال پوچھا تو میسرہ نے آپ کے خلق کی بے حد تعریف کی اور کہا کہ اس نوجوان کی سرشت اپنے تمام ہمعصروں سے بالکل مختلف ہے۔ دوسروں کے برعکس یہ تنہائی اور خاموشی کا دلدادہ ہے۔ شہر کے شوروشغب کے مقابلے میں رات کا پرسکون ماحول اسے زیادہ پسند ہے اور اسے زندگی کی رنگینیوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے میسرہ کو دس ہزار درہم دے کر آزاد کر دیا اور جو قلبی تعلق ان کا حضور ﷺ سے استوار ہو گیا تھا اس میں مزید پختگی آگئی اور دل میں آپ کی عزت و عظمت بڑھتی گئی۔ حتیٰ کہ شادی کا خیال پیدا ہوا۔

اسی اثناء میں آپ نے ایک خواب دیکھا کہ آسمان کا چاند آپ کی گود میں آ گیا ہے۔ اس خواب کی تعبیر بحیرہ راہب سے دریافت کی: جس نے بتایا کہ اے نیک خاتون! آپ پیغمبر آخر الزماں کی بیوی بنیں گی: جس کے دین کی روشنی سے ساری دنیا منور ہو جائے گی۔ آپ نے حضور کا عندیہ لینا چاہا چنانچہ آپ کا مدعا جان کر آپ کی لونڈی نفیسہ حضور کے پاس آئی اور کہا کہ آپ کسی نیک عورت سے نکاح کیوں نہیں کر لیتے۔ آپ نے جواب دیا کہ بے زری روکتی ہے۔ نفیسہ نے پوچھا کہ اگر کوئی نیک چلن عورت آپ سے شادی کی خواہش مند ہو تو؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ ہے کون جو مجھ غریب سے شادی کرے گی۔ اس پر نفیسہ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نام بتا دیا تو آپ راضی ہو گئے اور معاملہ اپنے چچا ابو طالب کے سپرد کر دیا۔

marfat.com

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی رضامندی کی اطلاع پاتے ہی اپنے چچا عمرو بن اسد اور چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کو ابوطالب کے پاس بھیجا۔ ابوطالب کو بھلا کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ انہوں نے اس بات کو بھتیجے کی خوش قسمتی پر محمول کیا اور راضی ہو گئے۔ تاریخ معین پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا ابوطالب' امیر حمزہ اور اپنے دوست ابوبکر کے ہمراہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر تشریف لے آئے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے عمرو بن اسد وکیل نکاح مقرر ہوئے اور ابوطالب نے نکاح پڑھایا اور پانچ سو درہم مہر مقرر ہوا اور یہ سنت بحسن و خوبی انجام پذیر ہوئی۔

آپ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پندرہ سال بڑی تھیں' عمر چالیس سال تھی مگر قویٰ کے درست ہونے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کم سن نظر آتی تھیں۔ یہ شادی بہت مبارک ثابت ہوئی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پہلے ہی بہت مالدار تھیں' اس لئے نکاح کے بعد سارا اثاثہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نذر کر دیا اور آپ نے بھی اس پیشکش کو بڑی خوشی سے قبول فرمایا اور اس کو غریب و مسکین لوگوں' مسافروں' یتیموں' مظلوموں اور غلاموں کی امداد پر خرچ کرنا شروع کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں رحمدلی اور احسان شناسی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ آپ نے ان لوگوں کو کبھی فراموش نہ کیا' جنہوں نے طفلی اور نوجوانی کی عمر میں آپ سے حسن سلوک رکھا تھا۔

ابوطالب نے آپ کی پرورش کی تھی لیکن وہ کثیر العیال تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی پرورش میں لے لیا اور اس طرح شیر خدا سایہ نبوت میں پروان چڑھنے لگے۔

marfat.com

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی آپ کے اس سلوک میں پوری طرح شریک تھیں اور صلہ رحمی کرنے میں برابر آپ کی مدد کرتی رہتی تھیں۔ ان دونوں کی زندگی در حقیقت ایک جنت تھی جو کہ انہوں نے خود اپنے لئے بنائی تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت شروع سے ہی تنہائی پسند واقع ہوئی تھی چنانچہ آپ ہر سال چند مخصوص دنوں میں شہر سے دور پہاڑوں کے درمیان اللہ کی یاد میں گزارا کرتے۔ بعض اوقات حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا خود آپ کو کھانا دینے جاتی تھیں۔ ایک بار حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں عبادت کر رہے تھے کہ منشاء الٰہی کی تکمیل کا وقت آ گیا۔ یہ رمضان کی رات تھی اور سن عیسوی ۶۱۱ء تھا۔

جب آپ کو نبوت عطا ہوئی اور حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو اولین پیغام خدا سے روشناس کروایا۔ آپ نے پہلی بار ایک ایسی ہستی کو دیکھا' جو کسی سے مشابہت نہ رکھتی تھی۔ آپ سہم گئے اور گھر آ کر چادر اوڑھ کر سو گئے۔ جب طبیعت کو سکون ہوا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سارا ماجرا کہہ سنایا۔ حضرت خدیجہ نے آپ کو تسلی دی اور کہا کہ آپ نے کبھی کوئی غلط بات نہیں کہی' کسی کا دل نہیں دُکھایا اور خدا سے ڈرتے رہے ہیں۔ غریبوں اور مسکینوں کی مدد کرتے رہے ہیں۔ اس لئے خدا آپ کو تنہا کبھی نہیں چھوڑے گا اور آپ کی ضرور مدد کرے گا۔ پھر اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں اور اسے سارا واقعہ سنایا۔ وہ ایک عالم تھا' توریت اور انجیل پر اسے مکمل عبور حاصل تھا' وہ ان کتابوں کی باریکیوں اور پچھلی نبوتوں سے بخوبی واقف تھا۔ سارا واقعہ سن کر اس نے کہا کہ اے خدیجہ: اگر تو مجھے سچا جانتی ہے تو اصل بات یہ ہے کہ تیرے شوہر کے پاس وہی نامور فرشتہ جبرئیل آیا تھا

marfat.com

جو کہ اس سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھی آ چکا ہے۔ ''محمد یقیناً اللہ کے نبی ہیں''۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو خیال گزرا کہ شاید ورقہ نے خاندانی قرابت کی وجہ سے تسلی دی ہے۔ چنانچہ وہ آپ کو ایک عیسائی راہب عداس کے پاس لے گئیں جس نے سارا واقعہ سن کر آپ کی پشت انور سے کپڑا اٹھایا اور مہر نبوت کو چوم کر بولا بخدا! آپ وہی نبی ہیں جن کی بشارت زبور' انجیل اور توریت میں دی گئی ہے۔ آپ کی قوم آپ کو جھٹلائے گی۔ کاش میں اس وقت تک زندہ رہوں اور آپ کے دشمنوں کے خلاف سینہ سپر ہو جاؤں۔ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کمبل اوڑھے لیٹے تھے کہ حضرت جبریل علیہ السلام وحی لائے۔ یایھا المدثر قم فانذر

(اے چادر اوڑھنے والے اٹھیے اور قوم کو عذاب الٰہی سے ڈرایئے)

اسی اثناء میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی آ گئیں اور آپ کی نظروں کو متلاشی پا کر سبب دریافت کیا تو آپ نے وحی کے الفاظ کہہ سنائے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اسی وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں گر پڑیں اور پھر اُٹھیں اور کہا:

اے اللہ کے رسول میں گواہی دیتی ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اس طرح آپ کو عورتوں میں سے سب سے پہلے قبول اسلام کا شرف حاصل ہوا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول خدا کے ساتھ ثابت قدمی اور سچی ہمدردی کا جو نمونہ پیش کیا' اس کی نظیر پیش کرنے سے دنیا قاصر ہے۔ کفار مکہ کی طرف سے جب آپ کی تکذیب کی جاتی اور آپ پر ظلم وستم کئے جاتے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ہی

marfat.com

ذات ہوتی تھی جو اس آڑے وقت میں آپ کی تسلی اور تسکین کا سبب بنتی تھی۔ آپ نے اپنا تن من دھن سب کچھ رسول اللہ ﷺ اور اسلام کی خاطر قربان کر دیا تھا۔ آپ اسلام کے پیغام کو عام کرنے کیلئے جس کی خاطر رسول خدا کو مبعوث فرمایا گیا تھا' ہمیشہ پیش پیش رہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اشاعت اسلام میں آپ کا کردار فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ آپ عورتوں میں تبلیغ کیا کرتی تھیں۔

حضور ﷺ سے بے حد محبت تھی اور ۲۵ سال کا عہد زوجیت بڑی اچھی طرح گزرا اور ایک بار بھی بدمزگی پیدا نہیں ہوئی۔ آپ نے ہجرت کے تین سال قبل رمضان المبارک کے مہینہ میں وفات پائی۔ چونکہ اس وقت نماز جنازہ شروع نہیں ہوئی تھی اس لئے صرف کفن دے کر آپ کو دفن کر دیا گیا۔ آپ کی قبر حجون میں ہے جس کو اب جنت المعلی کہا جاتا ہے۔ آپ نے ۶۵ سال کی عمر پائی۔

آپ کے بطن سے پہلے شوہر ابو ہالہ سے دو لڑکے ہالہ اور ہند پیدا ہوئے۔ اور دوسرے شوہر عتیق سے ایک لڑکی ہند پیدا ہوئی اور جب آپ حضور اکرم ﷺ کے حبالہ نکاح میں آئیں تو دو لڑکے اور چار لڑکیاں نبوت سے پہلے ہی پیدا ہوئے۔ بڑے قاسم تھے جن کی وجہ سے حضور ابوالقاسم کہلائے اور حضرت قاسم دو یا تین برس کی عمر میں فوت ہو گئے۔ ان کے بعد حضرت زینب پیدا ہوئیں اور پھر حضرت عبداللہ جنہیں طیب وطاہر بھی کہا جاتا ہے' پیدا ہوئے جو دو سال کی عمر میں فوت ہو گئے۔

حضرت عبداللہ کے بعد تین لڑکیاں حضرت رقیہ' حضرت اُم کلثوم اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔ چند لوگوں کے سوا باقی تمام مسلمان اور یورپین مؤرخین کا اسی تعداد پر اتفاق ہے۔ بعض لوگ خواہ مخواہ رسول اللہ ﷺ کے بیٹوں اور بیٹیوں کی

marfat.com

تعداد کے بارے میں غلط باتیں کرنے لگتے ہیں جن کی غرض صرف یہی ہوتی ہے کہ ثابت شدہ حقائق کو مسخ کر کے حق سے کھلم کھلا روگردانی کر کے باطل کی پیروی کی جائے

حضور ﷺ کو آپ کی اعانت اچھی طرح یاد تھی۔ اسی بناء پر آپ کی زندگی میں دوسری شادی کا خیال تک بھی دل میں پیدا نہ ہوا اور حضور ﷺ کا آپ کے ساتھ عہد جوانی اس طرح سے گزرا کہ امت کیلئے ایک نمونہ ہے۔ نہ صرف ان کی زندگی میں انہیں عزیز رکھا بلکہ ان کی وفات کے بعد بھی تا زیست انہیں یاد کرتے رہے اور تمام ازواج مطہرات پر فضیلت دیتے رہے۔ حضور ﷺ کی رائے میں آپ ایک اچھی مشیر تھیں اور اشاعت اسلام کے سلسلہ میں سرگرم رکن تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے یہ فرما کر انہیں موجودہ امت کی تمام عورتوں سے بہتر قرار دیا ہے۔ دنیا میں سب سے بہتر عورت مریم بنت عمران تھیں اور اس اُمت میں سب سے بہتر عورت خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد ہیں"۔ (طبقات ابن سعد)

اور یہ فرما کر آپ کے وجود کو قابل تقلید قرار دیا کہ تم کو تقلید کیلئے چار عورتیں تمام دنیا کی عورتوں میں کافی ہیں۔ مریم بنت عمران' آسیہ زوجہ فرعون' خدیجہ رضی اللہ عنہا' فاطمہ رضی اللہ عنہا (ترمذی شریف)

ایک بار حضور ﷺ نے فرمایا "جب بھی کفار کی کوئی بات مجھے ناگوار گزرتی تھی تو میں خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کہہ دیا کرتا تھا اور وہ مجھے اس طرح کا جواب دیا کرتی تھیں کہ میرے دل کو تسکین ہو جاتی تھی اور مجھ کو کوئی رنج نہیں ہوتا تھا۔ یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب خاوند یہ محسوس کر رہا ہو کہ بیوی اس کے ہر دکھ کا مداوا ہے اور اس کی بہترین مونس و ہمدم ہے۔ حضور ﷺ نے آپ سے کوئی بات نہیں چھپائی اور

marfat.com

ایک محبت کرنے والے خاوند کی طرح ہر بات آپ کے سامنے ظاہر کر دی اور ہر مشکل مقام پر آپ سے مشورہ لیا۔

جس سال حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت صدمہ ہوا اسی سال ابوطالب بھی فوت ہوئے۔ آپ نے اس سال کا نام "عام الحزن" یعنی غم کا سال رکھا...... حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کو بہت عزیز رہیں مگر ان کو بھی وہ مقام نہ مل سکا جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو حاصل تھا۔ آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اکثر یاد کیا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو رشک ہوا کرتا۔ ایک بار حضرت عائشہ رہ نہ سکیں اور کہہ ہی دیا آپ ان کو اب بھول جایئے' خدا نے آپ کو اس سے بہتر بیویاں دے رکھی ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

وہ اس وقت ایمان لائیں جب لوگوں نے انکار کیا اور اس وقت میری تصدیق کی جب سب نے جھٹلایا اور اس وقت مجھے مال دیا جب سب نے ساتھ چھوڑ دیا تھا۔

آپ کی وفات کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا یہ عالم رہا کہ آپ کی سہیلیوں کی خاطر مدارت کیا کرتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں' گھر میں جب بھی بکری ذبح ہوتی آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ملنے والیوں کو ضرور بھیجتے۔ (بخاری شریف)

جب گھر میں کوئی اچھی چیز آجایا کرتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ اسے فلاں فلاں عورتوں کے ہاں دے آؤ وہ خدیجہ کی دوست تھیں۔ (زرقانی)

آپ کو امور خانہ داری میں بھی خاص مہارت حاصل تھی اور بچوں کی پرورش اور گھر کا انتظام بہت اچھی طرح کیا کرتی تھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

marfat.com

وہ بچوں کی بہترین ماں اور گھر کی منتظم تھیں۔ (طبقات ابن سعد)

ایک دفعہ حسان بنت مزینہ آئی۔ حضور ﷺ اس وقت تک اس سے باتیں کرتے رہے جب تک وہ خود اُٹھ کر نہ چلی گئی۔ حضرت عائشہ کے استفسار پر بتایا یہ خدیجہ کی سہیلی تھی۔ ایک دفعہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی چچازاد بہن حالہ حضور سے ملنے آئیں تو ان کو اندر بلایا اور دیر تک باتیں کرتے رہے اور بار بار فرمایا ''مجھے خدیجہ سے بہتر بیوی نہیں ملی''۔

غزوہ بدر کے بعد جبکہ قیدیوں کو فدیہ پر رہا کیا جا رہا تھا تو آپ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر ابوالعاص کو رہا کروانے کیلئے وہ ہار بھیجا جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جہیز میں دیا تھا۔ آپ دیکھ کر پرنم ہو گئے اور نہ صرف وہ ہار واپس کر دیا بلکہ صحابہ سے کہہ کر ابوالعاص کو بھی رہا کروا دیا۔

لاکھ لاکھ رحمتیں اور برکتیں ہوں تربت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر جن کی مساعی جمیلہ اور وفاداری کی بدولت تاریخ اسلام میں ایک زرین اور درخشاں باب کھلا۔

ایسی سمجھدار روشن ضمیر بیوی' ایسی پاک و بے مثل ہمدم' ایسی محبت کرنے والی رفیقہ حیات اور خود کو شوہر کیلئے وقف کر دینے والی بیوی کا وجود ایک انعام سے کم نہ تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے حکم الٰہی کی تعمیل میں بتوں کو جھٹلایا تو قریش آپ کے دشمن بن گئے۔ آپ کو ستایا جاتا اور مذاق اُڑایا جاتا۔ آپ دل برداشتہ ہو کر گھر تشریف لاتے تو آپ حضور ﷺ کو تسلی دیتیں کہ دنیا کا یہی قاعدہ چلا آ رہا ہے کہ پیغمبروں کو جھٹلایا گیا ہے۔ آپ تبلیغ جاری رکھئے اور لوگوں کے مذاق اُڑانے کی پرواہ نہ کیجئے' ایسی ایسی تسلی و تشفی

marfat.com

سے آپ نے حضور ﷺ کا حوصلہ قائم رکھا اور یہ آپ کی کتنی بڑی اسلامی خدمت تھی۔

حضور اکرم ﷺ تو مردوں میں وعظ و نصیحت کرتے مگر آپ مجالس نسواں میں جاتیں اور انہیں ایک نئے دین سے آگاہ کرتیں اور یہ آپ کی انہیں بے مثال کوششوں کا ثمرہ تھا کہ قریش کی کئی معزز بیبیاں مسلمان ہو گئی تھیں۔

ایک تحریک کو پروان چڑھانے کیلئے روپیہ پیسہ کی اشد ضرورت ہوا کرتی ہے کیونکہ ایک مؤقف خواہ کتنا ہی حق وصداقت پرمبنی کیوں نہ ہو اس کی ترویج اس وقت تک محال ہے جب تک کہ مادی وسائل نہ ہوں۔ حضور رسالت مآب ﷺ نے ایک غریب گھرانہ میں جنم لیا تھا اور پھر والدین کا سایہ بہت جلد اُٹھ گیا۔ لہٰذا مادی وسائل کو بروئے کار لانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

خدا نے یہ معاشی تنگی بھی دور کر دی اور اس لحاظ سے بھی اسلام کو تقویت بخشی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنا سارا کاروبار آپ کے ہاتھ میں دے دیا تھا اور آپ کو تمام تجارتی معاملات میں سیاہ و سفید کا مالک بنا دیا تھا۔ اب حضور علیہ السلام پوری توجہ سے اپنے مشن کی طرف متوجہ ہو گئے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کسی موقعہ پر بھی مالی اعانت سے گریز نہیں کیا۔ تاریخ بھی بتلاتی ہے کہ بے شمار مواقع ایسے آئے جب حضور ﷺ کو آپ کی اعانت کی ضرورت پڑی تو آپ نے کبھی بھی مایوس نہ کیا اور اشاعت اسلام کیلئے جس مالی قربانی کی ضرورت تھی اس سے کبھی بھی مفر اختیار نہ کیا۔

ایک روز حامیٔ بے کساں ﷺ نے ایک قریشی مالک کو اپنی لونڈی کو مارتے

marfat.com

ہوئے دیکھا تو آپ تڑپ اُٹھے۔ اس قریشی کو مارنے سے منع کیا مگر وہ بولا "یہ لونڈی میری ہے تمہیں دخل اندازی کا کوئی حق نہیں"۔ آپ خاموش ہو کر گھر چلے آئے۔

بے چینی و بے قراری میں آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اس اضطراب کا سبب دریافت کیا تو آپ نے سارا ماجرا سنا کر کہا "جو قوم عورتوں پر ظلم کرتی ہے اس کا حشر کیا ہوگا؟"

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا' فکر نہ کیجئے صبح ہو لینے دیجئے میں اس لونڈی کو آزاد کرا دوں گی۔ چنانچہ صبح ہوتے ہی آپ نے مالک کو معقول رقم دے کر لونڈی کو آزاد کرا دیا۔

اسلام کی اشاعت اور تبلیغ دین میں آپ کا زبردست حصہ تھا۔ خدا تو حامی و ناصر تھا ہی' ظاہر میں آپ بھی حضور علیہ السلام کی ممد و معاون اور حامی و مددگار تھیں۔ آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے کام خود کیا کرتی تھیں۔ یہ کام نوکرانیوں سے بھی کرو اسکتی تھیں مگر آپ اپنے شوہر کی اطاعت گزار' وفادار اور جانثار بیوی تھیں۔ آپ کا یہ عمل واقعی اس دور کیلئے مشعل راہ ہے جب ایک بیوی خاوند کو گلاس بھر کر پانی دینے میں بھی اپنی توہین سمجھتی ہے اور بات بات پر شکر رنجیاں اور جھگڑے جنم لیتے ہیں۔ آپ نے دکھلا دیا کہ کس طرح ازدواجی زندگی کو خوشگوار بنایا جا سکتا ہے اور اپنی جان و مال کو کس طرح اپنے خاوند پر نچھاور کیا جا سکتا ہے۔

غرباء کی امداد کیا کرتیں اور بعض کو قرضے دیا کرتیں۔ وہ وقت جبکہ کفار مکہ کی قطع تعلقی پر بنو ہاشم کو شعب ابی طالب میں پناہ لینا پڑی' خاندان رسول کیلئے بہت

marfat.com

نازک تھا اور بیرونی دنیا سے ان کے تعلقات پوری طرح سے کٹ چکے تھے۔ آپ نے اس موقعہ پر اپنا سرمایہ بنو ہاشم پر بے دریغ خرچ کیا اور باہر سے سامان منگوا کر ان کو دیا کرتی تھیں۔

اور یہ اس محبت والفت' وفاداری' جانثاری اور فداکاری کا ثمرہ تھا کہ ایک بار حضور ﷺ کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور کہا کہ خدا تعالیٰ خدیجہ رضی اللہ عنہا پر سلام بھیجتا ہے۔ حضور ﷺ نے یہ سلام آپ تک پہنچایا تو آپ نے فرمایا "بے شک اللہ پاک خود سلامتی والا ہے' جبریل علیہ السلام پر اور اے اللہ کے رسول ﷺ آپ پر سلام ہو"۔

اس سے بڑھ کر اور کیا مرتبہ ہو سکتا ہے کہ خود خدا بھی سلام بھیجے اور جنت کی بشارت دے۔

عائشہ ہوں یا خدیجہ یا کہ ہو بنت جحش
خاتم احمد اور نگیں ہیں اُمہات المومنین
ہیں نبی کے عقد میں' ان کے مقدس زوج میں
روح ختم المرسلین ہیں اُمہات المومنین

(راجہ رشید محمود)

ظاہر ہے کہ ایسی ہمدرد اور دل سوز بیوی جو شوہر کی رضا مندی' اس کی اطاعت اور راحت رسانی میں کوشاں رہنے کے علاوہ اپنی عقلمندی سے تمام صدمات کو دور کر دیتی ہو اور مخالفوں اور مشرکوں کی مخالفت غیر اہم ثابت کر دیتی ہو' شوہر کو کہاں

marfat.com

تک محبوب نہ ہو گی' چنانچہ آپ ﷺ کا یہ حال تھا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد آپ ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کر کے ان کی اچھی طرح تعریف کرتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں "جتنا رشک مجھے خدیجہ رضی اللہ عنہا پر تھا' کسی اور بیوی پر نہ تھا۔

ایک دفعہ آپ نے فرمایا: بخدا مجھے اس سے بہتر بیوی نہیں ملی۔ وہ اُس وقت ایمان لائیں جب سب لوگ کافر تھے' اس نے میری تصدیق اس وقت کی جب سب نے مجھے جھٹلایا' اس نے میری مال سے مدد کی جب دوسروں نے محروم رکھا۔ اللہ نے مجھے اس سے اولاد دی۔ رسول اللہ ﷺ کی محبت کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ جب تک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا زندہ رہیں' آپ ﷺ نے کسی دوسری عورت سے شادی نہیں کی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اولاد پر بہتر مہربان تھیں۔ امور خانہ داری سے کما حقہ واقف تھیں۔ گھر کا انتظام بہت اچھا کرتی تھیں۔ انہیں خوبیوں کا احساس فرماتے ہوئے آنحضرت ﷺ نے ان کے حق میں "کانت ام العیال وربتہ البیت" فرمایا تھا۔ آنحضرت ﷺ کی تعظیم وتکریم آپ کا شعار تھا اور جو کچھ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے' آپ اس کی تصدیق کرتی تھیں اور یہ حالت آپ رضی اللہ عنہا کی ہر زمانہ میں رہی' بعثت سے قبل بھی اور بعثت کے بعد بھی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا "چار عورتوں کو دنیا کی تمام عورتوں پر فضیلت ہے۔ مریم بنت عمران' آسیہ زوجہ فرعون' خدیجہ بنت خویلد' فاطمہ بنت محمد"۔

marfat.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر چار خط کھینچے اور فرمایا "تم جانتے ہو یہ کیا ہے؟" لوگوں نے کہا "اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے"۔

اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جنتی عورتوں میں سب سے افضل چار بیویاں ہیں، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد، مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم اہلیہ فرعون"۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عقیدت ومحبت کی یہ کیفیت تھی کہ بعثت سے پہلے اور بعثت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا انہوں نے ہمیشہ اس کی پُرزور تائید وتصدیق کی۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بے حد تعریف وتحسین فرمایا کرتے تھے۔

۷ بعد بعثت میں مشرکین قریش نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کو شعب ابی طالب میں محصور کیا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی اس ابتلاء میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں۔ وہ پورے تین برس تک اس محصوری کے روح فرسا آلام ومصائب بڑے صبر اور حوصلے کے ساتھ جھیلتی رہیں۔

۱۰ بعد بعثت میں یہ ظالمانہ محاصرہ ختم ہوا لیکن اس کے بعد حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا زیادہ دن زندہ نہ رہیں۔ رمضان المبارک میں ان کی طبیعت ناساز ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علاج معالجہ اور تسکین وتشفی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا لیکن موت کا کوئی علاج نہیں۔ ۱۱ رمضان المبارک ۱۰ نبوی کو انہوں نے پیک اجل کو لبیک کہا اور مکہ کے قبرستان حجون میں دفن ہوئیں۔ اس وقت انکی عمر تقریباً ۶۵ برس کی تھی۔

marfat.com

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت کے ساتھ ہی فوراً اسلام قبول کرلیا تھا۔آپ خواتین میں سے اسلام قبول کرنے والی پہلی خاتون تھیں۔ یہ وہ اعزاز ہے جو قیامت تک آپ کے مقام ومرتبہ میں اضافہ کرتا رہے گا

السلام اے مومنوں کی مادر عالی مقام
خالق کونین نے بخشا تجھے اونچا مقام
جگمگائے گا بلندی پر ابد تک تیرا نام
رہبر دنیا و دیں کی اولیں زوجہ ہے تو
تیری عظمت ہے مسلم دو جہاں میں لاکلام

marfat.com

اُمّ المومنین

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا

مومنوں کے دل کی دھڑکن تھیں سراجِ نور تھیں
سیرت عالی سے وہ مثلِ چراغِ طور تھیں
خدمتِ سرکار پر ہر آن وہ معمور تھیں
آپ کی خدمت بجا لا کر بہت مسرور تھیں
اُن کے دل کی دھڑکنوں میں بس رہے تھے مصطفیٰ
شوکتِ کونین ہاں پیارے حبیبِ کبریا
مومنوں کی ماں، محمدؐ کی شریکِ زندگی
ہر گھڑی پیشِ نظر ان کے تھی آقا کی خُوشی
صالحہ تھیں، عابدہ تھیں، زاہدِ شب زندہ دار
صائمہ تھیں، طاہرہ تھیں، وقفِ حق لیل و نہار
ہے اگر مقصود اپنا بزمِ فطرت میں نجات
سیّدہ سودہؓ کا اُسوہ سامنے ہو تاحیات
اے رضؔا میرے لئے ہیں قابلِ صد احترام
مومنوں کی ماں کا اُونچا ہے جہاں بھر سے مقام

marfat.com

اُمّ المومنین

حضرت سودہ بنتِ زمعہ رضی اللہ عنہا

آپ کا اسم گرامی حضرت سودہ رضی اللہ عنہا تھا۔

والد کا نام زمعہ بن قیس تھا جو قبیلہ عامر بن لوی سے تھے۔

ماں کا نام سموس تھا جو انصار کے خاندان بنو نجار سے تھیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو نہایت پاکیزہ خصائل عطا کئے تھے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلائے کلمۃ الحق کیا اور خدائے واحد کا پیغام سنایا تو حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے فوراً آوازۂ رسول پر لبیک کہا اور دامانِ اسلام سے وابستہ ہو گئیں۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح اپنے چچا زاد بھائی حضرت سکران بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا جو نہایت سعید طبیعت' بلند حوصلہ اور راہِ حق کے متلاشی تھے۔ انہوں نے بھی فوراً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ حق پر بیعت کر کے اِسلام قبول کر لیا جب کُفّار نے مسلمانوں کو شدّت سے ستانا شروع کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سکران رضی اللہ عنہ بھی حبشہ کی جانب ہجرت کر گئے۔ کئی برس حبش میں بسر کئے پھر مکہ واپس آئے جہاں چند دن بعد حضرت سکران رضی اللہ عنہ وصال فرما گئے اور ان کی وفات کے بعد حضرت سودہ بیوہ ہو گئیں۔

یہ وہ زمانہ تھا جب حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی تھی۔ بن ماں کے بچوں کو دیکھ دیکھ کر سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت مبارک افسردہ رہتی تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جان نثار صحابیہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا بنت حکیم نے ایک دن بارگاہ نبوی میں عرض کیا:

یا رسول اللہ! خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد میں ہمیشہ آپ کو ملول

marfat.com

دیکھتی ہوں"۔ حضور ﷺ نے فرمایا "گھر کا انتظام اور بچوں کی تربیت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہی کے سپرد تھی"۔ خولہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی "تو پھر آپ کو ایک رفیق و غمگسار کی ضرورت ہے اگر اجازت ہو تو آپ کے نکاح ثانی کیلئے سلسلہ جنبانی کروں"

رسولِ کریم ﷺ نے اسے منظور فرمالیا۔ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا اب حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئیں اور ان سے رسولِ کریم ﷺ کی خواہش بیان کی۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے بخوشی حرم نبوی بننے پر اظہار رضامندی کیا۔ ان کے والد زمعہ رضی اللہ عنہ نے بھی حضور ﷺ کا پیغام قبول کر لیا اور انہوں نے اپنی لختِ جگر کا نکاح سرورِ کائنات ﷺ سے چار سو درہم پر خود پڑھا دیا۔ نکاح کے بعد ان کے صاحبزادے عبداللہ گھر تشریف لائے وہ ابھی تک مُشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تھے۔ اس نکاح کا حال سن کر سخت رنجیدہ ہوئے اور سر پر خاک ڈالی۔ اسلام قبول کرنے کے بعد انہیں ساری عمر اپنی اس نادانی کا بہت قلق رہا۔

اپنے پہلے شوہر حضرت سکران رضی اللہ عنہ کی زندگی میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے ایک دفعہ خواب دیکھا کہ تکیہ کے سہارے لیٹی ہیں کہ آسمان پھٹا اور چاند ان پر گر پڑا۔ انہوں نے یہ خواب حضرت سکران رضی اللہ عنہ سے بیان کیا۔ آپ نے کہا: اس کی تعبیر یہ معلوم ہوتی ہے کہ میں عنقریب فوت ہو جاؤں گا اور تم عرب کے چاند محمد ﷺ کے نکاح میں آؤ گی۔

واقعی اس خواب کی تعبیر چند دن بعد پوری ہو گئی۔

۱۳ بعدِ بعثت میں سرورِ عالم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے آئے۔ وہاں سے آپ نے حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو مکہ بھیجا کہ حضرت فاطمۃ الزہرا، اُمِ کلثوم اور حضرت سودہ (رضی اللہ عنہن) وغیرہ کو مدینہ منورہ لے آئیں۔ چنانچہ وہ حضرت ابو رافع اور زید بن حارثہ کے ہمراہ مدینہ منورہ چلے آئے۔

marfat.com

اُمّ المومنین سیدہ سودہ دراز قامت' فربہ جسم' سن رسیدہ' سلیقہ شعار اور نہایت پاکباز خاتون تھیں۔ آپ کے مزاج میں کچھ تیزی بھی تھی مگر طبیعت میں ظرافت کا پاکیزہ مزاج بھی تھا جس سے رسول اللہ ﷺ اکثر محظوظ ہوتے۔ آپ کئی بار جان بوجھ کر رسول اللہ ﷺ کے سامنے بے ڈھنگے انداز سے چلتیں جسے دیکھ کر حضور ﷺ تبسّم فرماتے۔

ایک مرتبہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا ''یا رسول اللہ! کل رات میں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔ آپ نے اتنا طویل رکوع فرمایا کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں میری نکسیر ہی نہ پھوٹ جائے۔ اس لئے میں نے دیر تک اپنی ناک پکڑے رکھی''۔ یہ سن کر حضور ﷺ مسکرانے لگے۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا قد نکلتا ہوا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ وہ اپنی قد کی درازی سے فوراً پہچان لی جاتی تھیں۔ ایک مرتبہ قضائے حاجت کیلئے جنگل کی طرف نکل گئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو پہچان لیا۔ اس سے قبل جناب عمر رضی اللہ عنہ ازواج مطہرات کے باہر نکلنے پر اظہار ناپسندیدگی اور پردہ کی تحریک کر چکے تھے۔ اس لئے ان کی طرف مُتوجِّہ ہو کر کہا کہ سودہ ہم نے تم کو دیکھ لیا۔ حضرت سودہ کو بہت بُرا معلُوم ہوا اور اس کی شکایت آنحضرت ﷺ سے کی۔ یہ واقعہ نزولِ حجاب سے پہلے کا ہے۔ امام بُخاری اسی کے بعد آیتِ حجاب کا نزول بتاتے ہیں۔ حجۃ الوداع میں آنحضرت ﷺ نے ازواجِ مُطہّرات سے فرمایا کہ اب اس حج کے بعد گھر سے نہ نکلنا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ کی وفات کے بعد اور بیویاں حج کرتی تھیں۔ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا اور حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا نے اس حکم کی سختی سے تعمیل کی اور گھر سے باہر نہ نکلیں۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کہا کرتی تھیں ''میں نے حج کیا' عُمرہ ادا کیا اور اب اپنے گھر بیٹھی ہوں جیسا کہ مجھے خدا نے حکم دیا ہے''۔ ۱۰ھ کے حج میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بھی

marfat.com

آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھیں' چونکہ بدن کی فربہ تھیں اور تیز چلنے سے معذور' اس لئے آنحضرت ﷺ نے لوگوں کے مزدلفہ سے روانہ ہونے سے پہلے اُن کو چلے جانے کی اجازت دے دی تا کہ ان کو ہجوم سے تکلیف نہ پہنچے۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بہت با ایثار اور سخی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھیلی میں کچھ درہم بھیجے۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے کہا ''یہ کیا ہے؟'' لوگوں نے کہا ''درہم ہیں''۔ آپ نے فرمایا ''تھیلی میں کھجوروں کی طرح'' یہ کہہ کر اسی وقت سب تقسیم کر دیئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ''میں نے کسی عورت کو حسد سے خالی نہیں دیکھا سوائے سودہ کے' نہ علاوہ سودہ کے کسی عورت کی نسبت میری یہ تمنا ہوئی کہ میری روح اس کے قالب میں ہوتی''۔

صفان بن مسلم کے حوالے سے ابن سعد نے لکھا ہے کہ ایک دن سب ازواجِ مُطہرات جمع ہوئیں اور نبی کریم ﷺ سے کہا:

''یا رسول اللہ! ہم میں سے کون سب سے پہلے آپ سے ملے گا''۔

آپ نے فرمایا ''جو تم میں سب سے زیادہ لمبے ہاتھ والا ہو گا۔ حضور ﷺ کے وصال کے بعد سب بیویاں ایک دُوسرے کے ہاتھ ماپا کرتی تھیں۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ سب سے بڑا نکلتا تھا۔ جب سب سے پہلے حضرت زینب بنت جحش کی وفات ہوئی تو معلوم ہوا کہ طویل ہاتھ سے مُراد صدقہ و خیرات تھا۔ جس میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا کوئی ثانی نہ تھا۔

چونکہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا سن زیادہ ہو چلا تھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ابھی نَوعمر تھیں اس لئے انہوں نے اپنی باری بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دی جو انہوں نے خوشی سے قبول کر لی۔

marfat.com

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں ۲۲ھ میں وفات پائی۔ حضرت سکران رضی اللہ عنہ کے صلب سے ایک فرزند پیدا ہوئے جن کا نام عبدالرحمٰن تھا۔ انہوں نے عہد فاروقی میں جنگ جلولا میں شرکت کی اور نہایت بہادری سے دشمن کے خلاف جنگ کرتے ہوئے شہادت کے بلند رتبے پر فائز ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔

اُمّ المومنین سیّدہ سودہ رضی اللہ عنہا اور اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں یکے بعد دیگرے آئیں۔ ان دونوں کے نکاح میں تھوڑا سا فرق تھا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جوان تھیں اور سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا سن رسیدہ' اس لئے ان کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ کہیں رسول اللہ مجھے طلاق ہی نہ دے دیں اور میں شرفِ زوجیتِ رسُول سے محروم ہو جاؤں۔ ان کی یہ دلی خواہش تھی کہ قیامت کے روز وہ دیگر ازواجِ مُطہّرات کے ساتھ اُٹھائی جائیں' اس لئے رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

"مجھے اپنے پاس رکھئے' مجھے خاوندوں کا کوئی حرص نہیں' میں تو بس یہی چاہتی ہوں کہ روزِ قیامت اللہ تعالیٰ مجھے اس حال میں اُٹھائے کہ میرا نام آپ کی ازواج میں شامل ہو' میں اپنی باری حضرت عائشہ کو بخشتی ہوں' میں وہ نہیں چاہتی جو اور عورتیں چاہتی ہیں"۔

اُمّ المومنین سیّدہ سودہ رضی اللہ عنہا کی اس پیشکش پر حضور رحمتِ عالَم صلی اللہ علیہ وسلم بھی خوش ہو گئے اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی ہو گئیں۔ حافظ ابن القیم نے لکھا ہے کہ یہ ایثار ان کے خصائص میں تھا' اور یہ اس خاطر تھا کہ اس کی بدولت وہ محبوبۂ رسُول کے توسط سے خوشنودیٔ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم حاصل کر لیں۔ بعدازاں ان کی باری ان کو دے دی گئی تا کہ آپ کے ساتھ بے اعتنائی یا ظُلم نہ رہے۔

"رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انہیں بے پناہ محبت تھی۔ جب رسُولُ اللہ نے اپنی

marfat.com

ازواجِ مُطہرات کو گھروں میں رہنے کا حکم دیا تو یہ ہمیشہ گھر میں رہیں جبکہ دوسری ازواج نے حج وغیرہ کر لئے لیکن آپ فرمایا کرتیں کہ میں نے حج کر لیا ہے۔ ہم رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے بعد اپنی جگہ سے نہیں ہٹیں گے۔

حافظ ابنِ حجر نے لکھا ہے کہ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا دستکار تھیں اور طائف کی کھالیں بنایا کرتی تھیں۔ اس سے جو بھی آمدنی ہوتی تمام کی تمام خدا کی راہ میں خیرات کر دیتیں۔

اُمّ المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اُمت کیلئے بہت سے اعمالِ حج آسان بنانے کا سبب بنیں؛ جیسے مزدلفہ سے نکلنا فجر سے پہلے کنکریں مارنا اور جلدی مکہ لوٹنا وغیرہ۔

اُمّ المومنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا سے پانچ احادیث مروی ہیں۔ ایک حدیث بخاری شریف میں اور چار دیگر کُتبِ احادیث میں ہے۔

اُمّ المومنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد اُمّ المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا واحد اُمّ المومنین تھیں جنہوں نے اپنی محبت و وفا' خدمت گساری اور غم گساری کی شمع روشن رکھی۔ حضور ﷺ کی خصوصی توجہ کا مرکز بنی رہیں۔ اسی دوران میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تربیت کی وجہ سے ان کے اندر نکھار اور حسن پیدا ہوا' جس کی بدولت دو ہجری کے بعد حرم نبوی میں داخل ہونے والی خواتین کیلئے اپنی محبت و چاہت اور حُسنِ سُلوک کا دامن دراز کر دیا۔ اور اس ضمن میں کبھی کسی قربانی سے دریغ نہ کیا۔ وقت کسی کا لحاظ نہیں کرتا' ہر ایک کو بڑھاپے کی جانب لے جاتا ہے۔ جب حضرت سودہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی زوجیت میں آئیں تو ان کی عمر پچاس برس کی تھی اور رسول اللہ ﷺ کا سن مبارک بھی پچاس برس کا ہو چکا تھا۔ پانچ ہجری میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کافی سن رسیدہ ہو گئیں' اس لئے انہوں نے حقوقِ زوجیت سے ازخود کنارہ کرنے کی سوچ لی جس کا ذکر پہلے ہو چُکا ہے۔ یہ اسی ایثار کا کرشمہ تھا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اُن کے حُسنِ

marfat.com

سلوک کے متعلق وہ الفاظ کہے جو انہوں نے کسی اور کیلئے ادا نہیں کیے تھے۔

جب آپ کا وصال ہوا تو آپ کی عمر ۷۲ برس کی تھی (۱۹ ہجری) وصال کے وقت انہوں نے اپنے گھر کے متعلق وصیت فرمائی۔

''مجھے اس دُنیا سے چلے جانے کے بعد میرا گھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا جائے''۔

جب اُمّ المومنین حضرت سودہ کا انتقال ہو گیا اور وہ سلطانِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ابدی مُلاقات کیلئے جہانِ فانی سے جہان بقا کی طرف تشریف لے گئیں تو خلیفۃ المسلمین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''مومنوں کی اس مُقدّس ماں کا جنازہ رات کو اُٹھاؤ''۔

حضرت اسماء بنتِ عمیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حبشہ میں عورتوں کی میّت کیلئے پردہ دار مسہری بناتے دیکھا تھا۔ لہٰذا میں نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کیلئے ویسی ہی مسہری تیار کی اور جب اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مُلاحظہ فرمایا تو حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کو دعا دی اور فرمایا:

''تم نے ان کو پردہ میں ڈھانپا' اللہ تعالیٰ تمہاری پردہ پوشی فرمائے''۔

جب جنازہ تیار ہو گیا تو اسے ابدی منزل کی طرف لے جا کر جنّت البقیع کی قبر میں اُتار دیا گیا اور حرم نبوت کا یہ ستارہ بھی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

اُمّ المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا ہمیں ملنے کیلئے آئیں۔ جب وہ بیٹھ گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم دونوں کے درمیان بیٹھ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک پاؤں میری طرف تھا اور ایک آپ کی طرف۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے حریرہ بنا رکھا تھا۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا جو انہوں نے

marfat.com

تناول فرمایا۔ میں نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو بھی کھانے کی دعوت دی لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ میں نے کہا یا تو آپ حریرہ کھائیں وگرنہ میں آپ کے منہ پر مل دوں گی۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے پھر بھی کھانے سے انکار کیا۔ چنانچہ میں نے پلیٹ سے تھوڑا سا حریرہ لے کر ان کے منہ پر مل دیا تو انہوں نے بھی تھوڑا لے کر میرے منہ پر مل دیا۔ یہ حالت دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ ہنسے۔

اس مسکراتی ہوئی مگر محبت آفریں روایت سے اندازہ ہوتا ہے کہ اُمّ المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور اُمّ المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا میں کس قدر محبت اور قربت تھی۔ شکر رنجی یا رشک کا دُور دُور تک نام نہ تھا' اسی لئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کو ان لفظوں میں یاد کرتی تھیں جو کسی بھی خاتون کیلئے اعزاز ہوتے ہیں۔ ربِ کریم اپنا اِنعام نازل فرما۔

اُمّ المومنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا پر کہ جنہوں نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد آپ کے گھر کو سہارا دیا اور تمام زندگی آپ کی رضا جوئی اور خوشنودی حاصل کرنے میں بسر کردی۔

marfat.com

اُمّ المومنین

سیّدہ عائشہ صِدّیقہ رضی اللہ عنہا

مومنوں کی ماں شہِ کونین کی آنکھوں کا نُور
جن کی عظمت دیکھ کر ملتا ہے ہر دل کو سرور
طیّب و طاہر، عفیفہ، پیکرِ صِدق و یقیں
اُمّتِ احمد کے حق میں رحمتِ ربِّ غفور
صُورتِ لعل و جواہر آپ کے اقوال ہیں
آپ کا ارشاد برحق ہے مثالِ شمع طُور
آپ کی عفت کا شاہد ہے خدائے پاک خُود
آپ کی عفت کا ہے قُرآنِ ربّی سے ظہور
آپ تھیں محبوبِ محبوبِ خدائے دو جہاں
آپ کی ہر اک ادا تھی زینتِ قلبِ حضور
شارح ارشادِ احمدؐ محرمِ ذاتِ نبی
ذاتِ والا آپ کی تھی ظُلمتوں میں مثلِ نُور
تھیں مُحدّث اور مُفسّر، حُسنِ فطرت اے رضاؔ
آپ نے بتلایا ہم کو اُسوۂ ذاتِ حضُور

(محمد اکرم رضاؔ)

marfat.com

عفیفۂ کائنات

اُمّ المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ عظیم محسنۂ اسلام ہیں۔ آپ کے فضائل اور محاسن حدِ عقل و خرد سے ماورٰی ہیں۔ آپ نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ ظاہری اور آپ کے وصال کے بعد اسلامی تعلیمات کو جس شان سے اصحابِ اسلام تک پہنچایا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اگر آپ اخفا اور بخل سے کام لیتیں تو نجانے کتنے ہی مسائل عوام الناس اور خاص طور پر محدثین اور مفسرین کی نگاہوں سے اوجھل رہتے۔ آپ کا جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقد ہوا تو آپ کی عمر تھوڑی تھی مگر یہ آپ کی کمال درجہ کی علمی فضیلت اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اثر پذیری تھی' آپ سیرت نبوی کی سب سے بڑی شارح تھیں اور آج عُلومِ اسلامیہ کا جو ایمان آفرین سرچشمہ بہہ رہا ہے اس میں آپ کا بھی قابلِ قدر حصہ ہے۔

بنتِ صدیق آرامِ جانِ نبی
اس حریم برأت پہ لاکھوں سلام
یعنی ہے سورۂ نُور جن کی گواہ
اُن کی پُرنُور صورت پہ لاکھوں سلام

آپ اس جلیل القدر باپ کی بیٹی تھیں جو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب تھا جسے دنیا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے نام سے یاد کرتی ہے اور جس کے بارے میں حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میں نے سب کے احسان چکا دیئے مگر صدیق کا احسان باقی ہے' اور جن کی وفاداری و جانثاری آج ایک ضرب المثل بن چکی ہے۔

marfat.com

آپ حضرت فاطمہ سے پانچ سال چھوٹی تھیں اور ۴ نبوی میں مکّہ میں پیدا ہوئیں۔ آپ کے والدین آپ کی پیدائش سے پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے' لہٰذا دنیا میں آنکھیں کھولتے ہی توحید کی صدا کانوں میں پڑی۔ جس ماحول میں پروان چڑھیں وہ عین اسلام تھا' اسی بِناء پر آپ شروع ہی سے کفروشرک کی آلودگیوں سے محفوظ رہیں۔ آپ بچپن ہی سے کافی ذہین تھیں۔ خُدا نے صُورت بھی پسندیدہ دی تھی اور سیرت بھی یکتا تھیں۔

دوسری بچیوں کی طرح حضرت عائشہ بھی بچپن میں کھیل کُود کی شائق رہیں۔ گُڑیوں سے کھیلنا اور جھُولے جھُولنا آپ کے پسندیدہ کھیل تھے' جن کا ذکر آپ شادی کے بعد بھی کیا کرتی تھیں۔ ذہن اس بلا کا پایا تھا کہ بچپن کی باتیں جوانی میں اس طرح بتایا کرتی تھیں جیسے سامنے کا واقعہ ہو۔ آپ کے والدین آپ کی ذہانت دیکھ کر خوش ہوتے تھے۔

نبوّت کے دسویں سال جب حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے انتقال فرمایا تو حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت صدمہ پہنچا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جس طرح سے اپنی زندگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں گزاری تھی' وہ ناقابلِ فراموش تھی' اور پھر ساتھ ہی ساتھ حضرت ابُوطالب بھی انتقال کر گئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کُفّارِ مکّہ کے ظُلم وستم انتہائی شدید ہو چُکے تھے اور مسلمانوں پر عرصہ حیات پہلے کی نسبت تنگ ہوتا جا رہا تھا۔ ایسے میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جیسی مُونس و ہمدم رفیقۂ حیات کی وفات کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شدّت سے محسوس کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی جُدائی کے غم میں دیکھ کر حضرت خولہ زوجہ حضرت عثمان بن مظعون نے عرض کیا "حضور نکاح کر لیجئے"۔ اگر کنواری سے کرنا چاہیں تو افضل البشر (بعد الانبیاء والرسل) کی بیٹی عائشہ موجود ہیں اور اگر بیوہ سے کرنا

marfat.com

مقصود ہو تو حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو پیغام دیا جا سکتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں رشتے منظور کر لئے۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے تو فوراً نکاح ہو گیا اور پھر عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں حضرت ابوبکر اور اُمِ رومان سے بات اُٹھائی گئی۔ دونوں کو انکار کچھ نہ تھا۔ حضرت ابوبکر کو تأمل صرف یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا بھائی کہتے ہیں' اس طرح آپ حضور کی بھتیجی ہوئیں اور بھتیجی سے نِکاح کیونکر ممکن ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر میرے سگے بھائی نہیں ہیں' لہٰذا رشتہ ہو سکتا ہے۔ اس سے قبل حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی منگنی حضرت جبیر بن مطعم سے ہو چکی تھی۔ حضرت ابوبکر نے جبیر کی والدہ سے مل کر منگنی توڑ دی اور پانچ سو درہم حق مہر پر اُن کا آپ سے نکاح پڑھا دیا گیا۔ نکاح کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عُمر چھ سات سال کی تھی اور آپ کو اپنے نکاح کی خبر تک نہ ہوئی بس والد آئے اور کھیلتے ہوئے لے گئے اور نکاح پڑھا دیا۔

نکاح کے بعد چونکہ آپ کم سن تھیں' لہٰذا اپنے والد کے گھر رہیں اور پھر وہ وقت بھی آیا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مشیتِ ایزدی کے مُطابق مکّہ سے ہجرت کر کے عازم مدینہ ہونا پڑا۔ آپ کے ہمراہ حضرت ابوبکر صدِیق رضی اللہ عنہ تھے۔ دونوں کے اہل وعیال مکّہ ہی میں تھے۔ جب مدینہ میں امن وسکون سے بیٹھنا نصیب ہوا اور فضا سازگار ہو گئی تو آپ نے زید بن حارثہ اور ابورافع کو بھیجا کہ آپ کے اہل وعیال کو مدینہ لے آئیں۔ ان کے ساتھ ہی حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ نے اپنے اہل وعیال کو لانے کیلئے دو آدمی اور بھیج دیئے۔ چُنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض افرادِ خاندان کے علاوہ حضرت صدِیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ اپنی والدہ اور دونوں بہنوں کے ساتھ مدینہ چلے آئے۔ ابتداءً مدینہ کی فضا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو راس نہ آئی اور یہاں آ کر بیمار پڑ گئیں۔ جب آپ کو بیماری سے صحت نصیب ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خود

marfat.com

ی عرض کیا: یارسُولَ اللہ! اپنی بیوی کو گھر منگوا لیجئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ”میرے پاس ادائے مہر کیلئے روپیہ نہیں ہے تو حضرت ابوبکر صدِّیق رضی اللہ عنہ نے مہر کی رقم لا کر حضور کے حوالے کر دی جسے حضور نے حضرت عائشہ صدِّیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دیا اور ۲ ہجری ۱۹ شوال کو رخصتی عمل میں آئی۔ جس سادگی سے نکاح ہوا تھا اُسی سادگی سے یہ تقریب بھی منائی گئی۔ شوال کا مہینہ عرب عقیدہ کے مُطابِق منحوس خیال کیا جاتا تھا مگر اس خُوش آئند اور مبارک واقعہ نے اس مہینہ کی نحوست کے باطل عقیدہ کو پاش پاش کر دیا۔ آپ نے اس مہینہ میں شادی کی تقریب کو بہت پسند فرمایا۔ چنانچہ فرمایا کرتی تھیں کہ میرا نکاح اور میری رخصتی دونوں شوال میں ہوئے' اس کے باوجود میرے شوہر کے نزدیک مجھ سے زیادہ خُوش نصیب کوئی نہیں۔

آپ نے ۹ سال حضور ﷺ کی رفاقت میں بسر کئے۔ آپ کی اس سے بڑھ کر اور خُوش نصیبی کیا ہو سکتی ہے کہ وہ ماہ عرب جو ظُلمت کدوں میں نُور پھیلانے اور پردۂ باطل چاک کرنے کیلئے فاران کی چوٹیوں سے طُلُوع ہوا تھا' آپ ہی کے حُجرے میں غروب ہوا۔ آپ وہ پہلی عفیفہ وعصمت مآب خاتون تھیں جو نوعُمری میں حضور ﷺ کی صُحبت سے فیض یاب ہو کر حضُور کے زیرِ سایہ رہیں۔ آپ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد حضور کو سب سے زیادہ محبوب رہیں اور آپ پر ہمیشہ حضُور ﷺ کی چشمِ رحمت رہی۔ آپ علم و فضل کی ماہتاب' فقیہہ' فاضِلہ اور زاہدہ خاتون تھیں۔ آپ نے حضور سے کثیر احادیث روایت فرمائیں۔ خلاصۃ التہذیب میں مروی ہے کہ آپ سے دو ہزار دو سو دس احادیث مروی ہیں' جن میں سے بخاری نے چوّن اور مسلم نے اڑسٹھ راویوں سے روایت لی۔

وِصالِ حضور ﷺ کے وقت آپ کی عُمر اٹھارہ سال کی تھی۔ کُل عمر تریسٹھ سال ہوئی۔

marfat.com

آپ میں چند ایسی خصوصیات تھیں جو دوسری اُمّہاتُ المومنین کو حاصِل نہ تھیں اور وہ یہ ہیں:

آپ حضور اکرم ﷺ کی واحد بیوی ہیں جو کنواری آپ کے نکاح میں آئیں۔

فرشتے نے خواب میں آپ کی صُورت حضور ﷺ کے سامنے پیش کی۔

آپ پیدائش سے ہی شرک وکفر کی آلودگی سے منزہ رہیں۔

آپ ہی کے لحاف میں کئی بار حضور کو وحی ہوئی۔

آپ کے والدین مہاجر تھے۔

آپ کی براٗت میں قرآن حکیم کی آیات نازل ہوئیں

آپ کا مرتبہ و مقام اس لحاظ سے بھی بُلند ہے کہ برٔیت قرآنِ حکیم میں مَولا کریم نے فرمائی ہے۔ یہ مرتبہ آپ سے پہلے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو ملا تھا۔ واقعہ یوں ہے کہ غزوہ بنی المصطلق میں قرعہ ڈالنے کے نتیجہ میں آپ بھی حضور پُرنُور ﷺ کے ساتھ تھیں۔ قافلہ نے ایک جگہ پڑاؤ کیا۔ آپ قضائے حاجت کیلئے ایک سمت گئیں۔ جب واپس آئیں اور گلے پر ہاتھ ڈالا تو معلُوم ہوا کہ ہار گر چُکا ہے۔ چُنانچہ پھر ہار کو ڈھونڈنے گئیں۔ جب تلاش کر کے اسی جگہ آئیں تو قافلہ کُوچ کر چکا تھا۔ قافلے والے آپ کی غیر حاضری سے بے خبر تھے۔ آپ پر پریشانی لاحق ہوئی اور چادر اوڑھ کر بیٹھ گئیں۔ موسم خوشگوار تھا' آنکھ لگ گئی۔ حضرت صفوان بن معطل قافلہ کی گری پڑی چیزوں کو اُٹھانے کیلئے پیچھے آ رہے تھے۔ اُنھوں نے آپ کو سوتا پا کر قرآنِ حکیم کی آیات تلاوت کرنا شروع کر دیں۔ آپ جاگ پڑیں تو انہوں نے اُونٹ پیش کر دیا' آپ بیٹھ گئیں اور پھر قافلہ سے جا ملیں۔

اب مُنافِقوں کی بن آئی' وہ پہلے ہی رسُول اللہ ﷺ کو بدنام کرنے کے بہانے ڈھونڈا کرتے تھے۔ اس واقعہ نے ان کی زبانوں کو دراز کر دیا۔ اس دریدہ دہنی کا نتیجہ چند

marfat.com

سادہ لوحوں کی اسلام سے برگشتگی کی صورت میں ظاہر ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے اصحاب سے مشورہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے منافقوں کا شوشہ قرار دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پاکیزہ طینت قرار دیا۔ اُسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں سوائے بھلائی کے اور کوئی چیز نہیں دیکھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ تحقیق کر لیجئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رازدار خادمہ بریرہ کو بُلایا گیا اور سختی سے دریافت کیا گیا، مگر اُس نے کہا کہ میں نے عائشہ میں کوئی بُرائی نہیں دیکھی، ہاں البتہ آٹا گوندھتے ہوئے سو جاتی ہے۔ منافقوں کی دریدہ دہنی سے اصحابِ رسول میں اشتعال پھیل گیا اور وہ عبداللہ بن اُبی رئیس المنافقین کے سخت خلاف ہو گئے۔ بعض صحابہ کرام تو اس منافق اعظم کا سر قلم کرنے کیلئے اجازت طلب کرنے لگے مگر سرورِ کائنات ﷺ نے منع فرمایا۔

حضرت عائشہ اُن دنوں بیمار تھیں۔ اس صدمہ نے اور نڈھال کر دیا۔ حضور ﷺ نے دریافت فرمایا تو کہنے لگیں "خُدا گواہ ہے کہ میں بے گناہ ہوں اور وہی کہتی ہوں جو یُوسف علیہ السلام کے باپ نے بیٹوں کو سُخن سازی پر کہا تھا۔ خُدا ضرور میری مدد کرے گا" اور پھر باپ کے گھر آ گئیں۔ ایک روز حضور ﷺ آپ ہی کے گھر آئے ہوئے تھے کہ حضور پر وحی نازل ہوئی، چادر اوڑھا دی گئی۔ تھوڑی دیر بعد جب حضور کی طبیعت بحال ہو گئی تو آپ نے سُورہ نُور کی وہ دس آیات تلاوت فرمائیں جن میں آپ پر عائد کردہ الزامات کی تردید کی گئی ہے۔ آپ نے خُدا کا شُکر ادا کیا۔ حضور باہر تشریف لائے اور اصحاب کو آپ کی بریّت سے مُطلع فرمایا اور غلط الزام لگانے والوں کو اسّی دُرّے لگائے گئے۔

ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت زینب بنتِ جحش کے ہاں شہد نوش کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہوا تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے مل کر کہا کہ جس کے ہاں

marfat.com

حضور تشریف لائیں وہی کہے: حضور نے شاید مغافیر کا گوند کھایا ہے۔ حضور ﷺ آپ کے ہاں تشریف لائے تو آپ نے یہی فقرہ دُہرایا۔ حضور ﷺ نے فرمایا "میں نے تو شہد کھایا تھا لیکن اب خُدا کی قسم کھاتا ہوں کہ شہد کبھی نہیں کھاؤں گا" تم اس بات کو کسی دُوسرے تک نہ پہنچانا۔

اس پر سُورۂ تحریم نازل ہوئی۔ اے نبی تم اس چیز کو اپنے پر حرام کرتے ہو جسے اللہ نے تمہارے لئے حلال کر دیا ہے۔ تم اپنی بیوی کی مرضی چاہتے ہو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی زندگی جس طرح سادہ تھی اسی طرح آپ کی ازواجِ مُطہّرات نے بھی آپ کے ساتھ نباہ کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے حضور ﷺ کو کبھی دو وقت متواتر گیہوں کی روٹی کھاتے نہیں دیکھا تھا۔ حضور ﷺ کے وصال کے بعد آپ فرمایا کرتی تھیں کہ میں جب بھی سیر ہو کر کھاتی ہوں تو مجھے رونا آجاتا ہے اور وہ وقت یاد آجاتا ہے جب حضُور نے سیر ہو کر دو دفعہ متواتر گوشت نہیں کھایا تھا۔

اور پھر اس وقت جب سلسلۂ فتوحات پھیلنے لگا اور آسُودگی کا دَور دَورہ ہوا تو ازواجِ مُطہّرات نے خرچ میں فراخی چاہی تو حضور ﷺ نے ایک ماہ تک آپ کے بالا خانہ پر گوشہ نشینی اختیار کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُمّہاتُ المومنین کی طرف سے وکیل بن کر حاضر ہوئے تو حضُور کے بدن پر پلنگ کے بانوں کے نشان دیکھ کر رو پڑے اور عرض کیا:

"یارسول اللہ! قیصر و کسریٰ تو مزے اُٹھائیں اور اللہ کا حبیب اس حال میں"

آپ نے فرمایا: تمہیں یہ پسند نہیں کہ ان کیلئے تو دُنیا ہو اور ہمارے لئے آخرت۔ ایک ماہ بعد حضُور حُجرہ سے باہر آئے اور سُورہ احزاب رکوع نمبر ۴ کی آیات تلاوت فرمائیں، جن میں آپ کی بیویوں کو نیکی، پرہیز گاری، عبادت گزاری اور کفایت شعاری کی تلقین کی گئی

marfat.com

تھی۔ دُنیا پر آخرت کو ترجیح دینے کو کہا تھا اور انہیں دُوسروں سے مُمتاز اور ہر لحاظ سے فائق بنانا چاہا تھا۔ سب سے پہلے یہ آیات حضور نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو سنائیں اور پھر کہا: والد سے پُوچھ لو۔ آپ نے عرض کیا: مجھے کسی سے پُوچھنے کی کیا ضرورت ہے، مجھے تو اللہ اور اس کا رسُول کافی ہے۔ یہی جواب تمام ازواجِ مُطہرات کا بھی تھا۔

اس زندگی میں کتنا نفیس سبق ہے دُنیاداروں کیلئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بیویوں کو اسلامی تعلیم کے رنگ میں ایسا مطمئن رکھا کہ انہوں نے کبھی دنیاوی سامان کی خواہش نہ کی اور ہمیشہ آخرت کو دنیا سے بہتر سمجھا۔ کاشانہ نبی کیا تھا؟ اللہ کے محبوب نبی کا برتر از عرشِ بریں حُجرہ تھا جس کا دل دُنیا کے تمام دولت مندوں سے زیادہ غنی تھا۔ باوجودیکہ تمام عرب مطیع تھا لیکن گھر کی حالت یہ تھی کہ مٹی کی چاردیواری تھی اور کھجور کی پتیوں کی چھت تھی، جو بارش سے بچنے کیلئے ڈال دی گئی تھی مگر آپ کی ازواجِ مُطہرات نے صرف اسی کو دُنیا و آخرت کا اعزاز سمجھ کر زندگی گزاردی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اللہ اور اُس کے رسُول کی رضا جوئی کو سرمایۂ حیات سمجھا، ہمیشہ فقر و فاقہ کی زندگی کو اپنے لئے باعثِ اعزاز خیال کیا۔

بعض روایات میں اس طرح آیا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم نے عرض کی: یارسُولَ اللہ! آپ کی نعلین پر ایک دفعہ معمولی سی آلُودگی تھی تو اللہ تعالیٰ نے جبریل امین کو بھیج کر نعلین شریفین کے اتارنے کا آپ کو حکم دیا۔ آپ کی زوجہ مُطہرہ مُقدّسہ میں اس قسم کی آلائش ہوتی جس کا مُنافقین چرچا کر رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کو نکال دینے کا بھی آپ کو حکم دیتا، کیونکہ جب اُسے آپ کی نعل شریف کی آلُودگی پسند نہیں تو بیوی کس طرح پسند ہو سکتی ہے، تو اللہ تعالیٰ کا حکم نہ کرنا۔ اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ منافقین جھوٹے ہیں۔ (تفسیر مدارک ص ۱۳۵/۳)

marfat.com

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بچپن ہی سے بہت ذہین تھیں۔ بچپن میں ایک دفعہ حضرت عائشہ گڑیوں سے کھیل رہی تھیں کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پاس سے گزرے۔ ننھی عائشہ کی گڑیوں میں ایک پَردار گھوڑا بھی تھا۔ حضور نے پوچھا: عائشہ یہ کیا ہے؟ جواب دیا "گھوڑا ہے"۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گھوڑوں کے تو پَر نہیں ہوتے۔ انہوں نے بے ساختہ کہا "کیوں یا رسُولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حضرت سلیمان کے گھوڑوں کے تو پَر تھے"۔ حضور نے یہ جواب سُن کر تبسّم فرمایا۔

شادی کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ کی زندگی میں بہت ذمّہ داری آ گئی تھی۔ ذرا ذرا سی بات پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سہولتوں کا خیال رکھتیں اور آپ کی دلدہی اور دلداری کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہ دیتیں۔ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام بھی آپ سے غیر معمولی محبّت کرتے تھے۔

حضرت عمرو بن عاص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پُوچھا: یا حضرت! "آپ کو دُنیا میں سب سے زیادہ کون عزیز ہے؟" فرمایا "عائشہ" کہا "مردوں میں پُوچھتا ہوں" فرمایا "عائشہ کا باپ" یہی حال حضرت عائشہ کا تھا وہ بھی مُحسنِ کائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت محبّت کرتی تھیں۔ چُنانچہ بعض اوقات ایسا اِتّفاق ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رات کو بیدار ہو جاتیں اور آپ کو پاس نہ دیکھتیں تو مُضطرب ہو جاتیں۔ ایک دفعہ یہی صُورت پیش آئی اور بمقتضائے عشق است و ہزار بدگمانی خیال ہوا کہ شاید آپ کسی اور بیوی کے پاس تشریف لے گئے ہوں۔ اِدھر اُدھر تلاش کیا تو دیکھا آپ تسبیح و تہلیل میں مصروف ہیں۔ اپنی غلط خیالی پر نادم ہوئیں اور بے اختیار زُبان سے نکل گیا "میرے ماں باپ آپ پر قربان! میں کس خیال میں ہوں اور آپ کس حال میں ہیں"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کپڑوں میں انتقال فرمایا حضرت عائشہ نے اُنہیں

marfat.com

بڑی محبت سے محفوظ رکھا تھا۔ چنانچہ ایک دن انہوں نے ایک صحابی کو آپ کا تہ بند اور ایک کمبل دکھا کر کہا کہ خدا کی قسم آپ نے انہی کپڑوں میں انتقال فرمایا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت محبوب تھیں لیکن اس محبوبیت کا کوئی اثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نہیں پڑتا تھا بلکہ سب سے زیادہ انہی کو آپ کا شرف خدمت حاصل تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کمال طہارت کی وجہ سے مسواک کو بار بار دھلوایا کرتے تھے اور اس پاک خدمت کا انصرام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ذمّہ تھا۔

آپ گھر کا کام کاج خُود کرتی تھیں' ایک دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری تھی جَو پیسے اور اُس کی روٹی پکائی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار شروع کیا۔ آپ کے آنے میں دیر ہو گئی تو سو گئیں۔ آپ آئے تو جگایا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لباس کے متعلّق مختلف روایتیں آئی ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ سُرخ کُرتہ اور سیاہ اوڑھنی زیب تن فرماتی تھیں' لیکن زعفرانی رنگ کے لباس کا تذکرہ اکثر ملتا ہے۔ حضرت قاسم بن محمد کی روایت ہے کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بحالتِ احرام سونے کی انگوٹھی اور زرد رنگ کا لباس پہنے دیکھا ہے۔ ایک ریشمی چادر بھی کبھی کبھی استعمال فرماتی تھیں جو بعد میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو عنایت فرما دی۔ قناعت پسندی کی وجہ سے ایک ہی جوڑا پاس رکھتی تھیں اور اسی کو دھو دھو کر پہنتی تھیں۔ لباس میں شرع کا اتنا لحاظ تھا کہ ایک بار اُن کی بھتیجی حضرت حفصہ بنتِ عبدالرحمٰن ایک باریک اوڑھنی سر پر ڈالے ملنے آئیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے وہ اوڑھنی پھاڑ ڈالی اور فرمایا "تم نہیں جانتی ہو سورۂ نُور میں اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے؟ پھر ایک دبیز کپڑے کی اوڑھنی منگوا کر انہیں پہنا دی۔

آپ پردے کا بہت خیال رکھتی تھیں۔ ایک دفعہ ایک گھر میں مہمان اُتریں۔

marfat.com

صاحب خانہ کی دولڑکیوں کو جو اَب جوان ہو چلی تھیں' دیکھا کہ بے چادر اوڑھے نماز پڑھ رہی ہیں۔ تاکید فرمائی کہ آئندہ کوئی لڑکی بے چادر اوڑھے نماز نہ پڑھے۔ ایک دفعہ ابن اسحاق نابینا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملنے آئے تو آپ نے پردہ کیا۔ ابنِ اسحاق نے کہا "آپ مجھ سے چھپتی ہیں' میں تو آپ کو نہیں دیکھتا"۔ فرمایا کہ اگر تم مجھ کو نہیں دیکھتے تو کیا ہوا' میں تو تم کو دیکھتی ہوں۔

عورتیں بِالعُموم اسراف کی عادی ہوتی ہیں مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں قناعت کا وصف خصُوصیت سے ودیعت ہوا تھا۔ لذائذ دُنیوی اور مال ومنال کی طرف رُخ بھی نہ کرتی تھیں۔ ترمذی کے باب زُہد میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک دفعہ انہوں نے کھانا طلب فرمایا۔ پھر فرمایا: میں کبھی سیر ہو کر نہیں کھاتی کہ مجھے رونا آتا ہے۔ ایک شخص نے پوچھا: یہ کیوں؟ فرمایا: مجھے وہ حالت یاد آتی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو چھوڑا تھا' خدا کی قسم دن میں دو دفعہ بھی سیر ہو کر آپ نے روٹی اور گوشت نہیں کھایا"۔

ایک دن آپ روزے سے تھیں اور گھر میں سوائے ایک روٹی کے کچھ اور موجود نہ تھا۔ اس حالت میں ایک مسکین عورت آئی تو آپ نے کنیز کو حکم دیا کہ وہ روٹی اُس کو کھلا دے اس نے عرض کی: افطار کس چیز سے کیجئے گا؟ بولیں "اللہ مالِک ہے"۔ شام ہوئی تو کسی نے بکری کا گوشت بھجوا دیا۔ لونڈی کو بُلا کر فرمانے لگیں "لے کھا یہ تیری روٹی سے بہتر ہے"۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جان چھڑکتی تھیں ۔ ایک دفعہ آپ رات کے وقت اُٹھ کر کہیں تشریف لے گئے' جب حضرت عائشہ کی آنکھ کھلی اور حضور کو موجود نہ پایا تو سخت پریشان ہوئیں' دیوانہ وار اُٹھیں اور اِدھر اُدھر اندھیرے میں ٹٹولنے لگیں۔ آخر ایک جگہ حضور کا قدم مبارک ملا' دیکھا تو آپ سربسجود یادِ الٰہی میں مشغول

marfat.com

ہیں۔اس وقت انہیں اطمینان ہوا۔

جب نبی اکرم ﷺ احرام باندھتے یا احرام کھولتے تھے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جسم مُبارک پر خُوشبو لگاتی تھیں۔

ایک دفعہ سفر میں حضرت عائشہ کا ہار گُم ہو گیا۔حضور ﷺ نے اس کی تلاش میں چند صحابہ کو بھیجا۔وہ اس کی تلاش میں نکلے تو راستے میں نماز کا وقت آ گیا' دور دور تک پانی نہیں تھا اس لئے لوگوں نے بغیر وُضُو نماز پڑھی۔واپس آ کر حضور ﷺ سے ماجرا بیان کیا۔اس وقت آیتِ تیمّم نازل ہوئی۔حضرت اُسیّد بن حضیر رضی اللہ عنہ نے اس کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہت بڑی فضیلت سمجھا اور ان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اُمّ المومنین! خُدا آپ کو جزائے خیر دے' آپ کو کوئی ایسا حادثہ پیش نہیں آیا جس سے خُدا نے آپ کو نکلنے کا راستہ نہیں بتایا اور مسلمانوں کے لیے وہ ایک برکت بن گیا"۔

فی الحقیقت حضرت عائشہ صدِیقہ رضی اللہ عنہا کا پایۂ علم وفضل اتنا بُلند تھا کہ اُس کو بیان کرنے کیلئے سینکڑوں صفحات درکار ہیں۔یہاں ہم اسی قدر لکھنے پر اکتفا کرتے ہیں کہ بہت سے اہلِ سِیَر کے نزدیک علمی کمالات' دینی خدمات اور سرورِ عالَم ﷺ کی تعلیمات وارِشادات کے نشر واشاعت کے اعتبار سے حضرت صدِیقہ کُبریٰ رضی اللہ عنہا کا کوئی حریف نہیں ہو سکتا۔اگر انہیں "محسنۂ اُمّت" کہا جائے تو اس میں مُطلق کوئی مُبالغہ نہ ہو گا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے تلامذہ اور مستفیدین کی تعداد دو سو کے لگ بھگ بیان کی جاتی ہے جن میں مُتعدّد اکابر صحابہ کے علاوہ تابعین کی ایک بڑی تعداد شامل تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فیاضیاں بھی ضرب المثل ہیں۔وہ بڑی فراخ دستی سے راہِ خُدا میں صرف کرتی تھیں۔تھوڑے بہت کا لحاظ نہ ہوتا تھا جو کچھ پاس ہوتا سائل کو

marfat.com

دے دیتیں۔ ایک بار حضرت ابنِ زبیر رضی اللہ عنہما نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ایک لاکھ درہم بھیجے۔ آپ اُس دن روزہ سے تھیں سب اُسی وقت تقسیم کر دیئے۔ جب شام ہوئی تو اُمِّ ذرہ نے کہا: یا اُمَّ المومنین! اس رقم سے افطار کیلئے کچھ گوشت ہی لے لینا تھا۔ فرمایا ''تم نے یاد دِلایا ہوتا''۔

ایک بار حضرت مُنکدر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پُوچھا ''تمہارے کوئی اولاد ہے؟'' انہوں نے کہا: نہیں، فرمایا ''اگر میرے پاس دس ہزار درہم ہوتے تو تم کو دے دیتی''۔ حُسنِ اتفاق سے اسی شام حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اُن کے پاس کچھ رقم بھیجی۔ فرمانے لگیں ''کس قدر جلد میری آزمائش ہوئی ہے۔ فوراً آدمی بھیج کر حضرت مُنکدر کو بلایا اور دس ہزار درہم ان کو عطا کئے۔ انہوں نے اس رقم سے ایک لونڈی خریدی، جس سے مُتعدد بچے پیدا ہوئے۔

خُدا تعالیٰ سے بہت ڈرتی تھیں، بڑی رقیق القلب تھیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب شہید ہوئے، یہ مکہ میں تھیں۔ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے مدینہ سے پہنچ کر ان کو اطلاع دی تو وہ دعوت اصلاح کیلئے بصرہ گئیں اور وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ پیش آئی۔ اس موقع پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اُونٹ پر بیٹھی تھیں، اس لئے اس کو جنگِ جُمل کہتے ہیں۔ اگرچہ یہ جنگ اِتفاقیہ پیش آ گئی تھی تاہم جب ان کو اس کی شرکت یاد آتی تھی تو بے اختیار رقت طاری ہو جاتی اور پھُوٹ پھُوٹ کر رونے لگتی تھیں۔ ان کو اپنی اس غلطی پر ہمیشہ افسوس رہا۔ اکثر فرمایا کرتیں کاش آج سے بیس برس پہلے میں معدوم ہو چکی ہوتی۔

اسی واقعہ جُمل کے مُتعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارۃً ازواجِ مُطہّرات سے فرمایا تھا کہ تم میں سے ایک اونٹ پر بیٹھنے والی ہے، جس کے آس پاس بہت سے مقتول ہوں گے اور اس کے بعد ہی اُس کی مغفرت ہو گی۔

marfat.com

اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ صِدّیقہ رضی اللہ عنہا کو دین کو سمجھنے اور اُصولِ دین کو پھیلانے کا خاص ملکہ تھا' اس مقام میں آپ وہاں تک پہنچی ہوئی ہیں کہ چند ہی صحابہ آپ سے سربلند نظر آتے تھے۔ یہ کمال کی عنایتِ خداوندی ہے کہ شادی ہوتی ہے تو لڑکپن ہے' فقط ۹ سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں گزارے ہیں مگر اس مدّت میں ہی تفقہ فی الدّین کے اس مقام تک پہنچ گئیں جہاں بڑے بڑے صحابہ آپ سے رجُوع کرنا باعثِ اعزاز سمجھا کرتے تھے۔ آپ پوری شرح صدر اور کمالِ احتیاط کے ساتھ مسائل سمجھا کرتی تھیں۔ آپ کو حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے خُصوصی نسبت کی بِناء پر چند ایسے فضائل اور بُلند درجات حاصِل تھے جو کسی اور کا مُقدّر نہ بن سکے۔ سیّدہ عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا ان اوصافِ خاص کا بڑے فخر سے ذکر کرتیں اور فرمایا کرتیں:

۱۔ بجز میرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں کوئی بیوی ناکتخدا نہیں آئی۔

۲۔ آپ کی ازواج میں صرف مجھی کو یہ خصُوصیت حاصل ہے کہ میرے ماں اور باپ دونوں مہاجر ہیں۔

۳۔ اللہ عزّوجلّ نے آسمان سے میری براٗت کی آیت نازل فرمائی۔

۴۔ حضرت جبریل علیہ السلام اللہ عزّوجلّ کے حکم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ عائشہ سے شادی کر لیجئے۔

۵۔ میں آپ کے سامنے ہوتی تھی اور آپ نماز میں مصروف ہوتے تھے۔

۶۔ نزولِ وحی کے وقت صرف میں ہی آپ کے پاس ہوتی تھی۔

۷۔ جب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوح مُبارک نے عالمِ قدس کی طرف پرواز کی اُس وقت آپ کا سرِمُبارک میرے سینے پر تھا۔

۸۔ جس شب کو میری باری تھی اسی شب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا۔

marfat.com

۹۔ مَیں اور آنحضرت ﷺ ایک ہی برتن سے غُسل کرتے تھے۔

۱۰۔ میرے ہی حُجرہ کو آنحضرت ﷺ کا مدفن بننے کا شرف حاصل ہوا۔

مزید چند فضائل پیش خدمت ہیں:

☆ حضرت ابُو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُولُ اللہ ﷺ نے فرمایا ''عورتوں میں مریم بنت عمران اور آسیہ زوجہ فرعون کے سِوا کوئی کامل نہیں ہوئی۔ پھر فرمایا کہ عائشہ کو عورتوں پر ایسے فضیلت ہے جیسے ثرید کو تمام کھانوں پر۔

☆ تمام ازواجِ مُطہّرات کے ہاں حضُور ایک ایک رات قیام کرتے جبکہ سیّدہ عائشہ کے ہاں دو راتیں۔ (حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باری آپ کو دے دی تھی)

☆ حضُور علیہ الصلوٰۃ والسّلام تمام اہلِ خانہ کو حضرت عائشہ صدِیقہ رضی اللہ عنہا سے محبت کی خصُوصی تلقین فرمایا کرتے۔

☆ حضور ﷺ آپ کیلئے خصُوصی دُعائیں فرمایا کرتے تھے۔

☆ حضرت جبریل امین ریشم کے ایک کپڑے میں آپ کی تصویر لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے' اور کہا کہ ان سے شادی کر لیں۔

☆ عبادتِ الٰہی سے بے پناہ شغف تھا' نمازوں کے علاوہ سُنتیں اور نوافل بھی کثرت سے ادا کرتی تھیں۔ اکثر روزے سے رہتی تھیں' حج کی شِدّت سے پابند تھیں۔ آپ کے پردے کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ جب تک آپ کے حُجرے میں رسُولَ اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر صدِّیق آرام فرما رہے' اس وقت تک آپ وہاں آیا جایا کرتی تھیں اور سوتی بھی تھیں لیکن حضرت عمر کے آجانے سے رُک گئیں حالانکہ شریعت میں فوت شُدگان سے پردہ نہیں۔

آپ جس مکان میں رہتی تھیں وہ آپ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ

marfat.com

میں فروخت کر دیا اور جو رقم ملی وہ سب کی سب غُرباء اور ضرورت مندوں میں تقسیم کر دی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما جو کہ آپ کے بھانجے تھے اور سیّدہ کے سب سے زیادہ چہیتے تھے اور آپ کی خدمت اکثر یہی کیا کرتے تھے۔ آپ کی فیاضی کو دیکھتے دیکھتے گھبرا گئے اور انہوں نے کہہ دیا کہ آپ کا ہاتھ روکنا چاہیئے۔ جب سیّدہ کو اس بات کا علم ہوا تو آپ نے قسم کھالی کہ اب کبھی ابنِ زبیر سے بات نہ کروں گی۔ وہ میرا ہاتھ روکے گا۔ بہت عرصہ حضرت ابنِ زبیر سے ناراض رہیں' آخر بہت لوگوں کی سفارش سے انہیں مُعاف فرمایا۔

چند مُمتاز صحابہ کی آپ کے بارے میں رائے دیکھئے جس سے آپ کی وُسعتِ علمی کا اندازہ ہوتا ہے۔

مسروق تابعی سے کسی نے پُوچھا "کیا حضرت عائشہ" فرائض سے واقف تھیں"۔ جواب دیا "بخدا میں نے اُن سے بڑے بڑے صحابہ کو فرائض کے مسئلے دریافت کرتے دیکھا ہے"۔

امام زہری کا معقولہ ہے "اگر تمام مردوں اور اُمہات المومنین کا علم جمع کیا جائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم ان میں سب سے زیادہ ہوگا"۔

حضرت ابُومُوسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "ہم صحابیوں کو کوئی ایسی مُشکل بات پیش نہیں آئی کہ جس کو ہم نے حضرت عائشہ سے پُوچھا ہو اور اُن کے پاس اس کے مُتعلق کچھ مَعلومات ہم کو نہ ملی ہوں"۔

عروہ ابن زبیر فرماتے ہیں "میں نے فقہ' طب اور شاعری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کسی کو عالم نہیں پایا"۔

یہی عروہ اپنے باپ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ اکثر حضرت عائشہ

marfat.com

صِدّیقہ رضی اللہ عنہا ساٹھ ساٹھ، سو سو شعر کے قصیدے سُنایا کرتی تھیں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت ابوسلمہ جو بڑے جلیل القدر تابعی تھے، بیان کرتے ہیں "میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ سُنّتِ نبوی کا عالم، تفقہ فِی الدّین کا ماہر اور آیاتِ کلامِ مجید کے شانِ نزول اور فرائض کا جاننے والا کسی اور کو نہیں دیکھا۔

حضرت موسیٰ بن طلحہ کہتے ہیں "میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ فصیح و بلیغ کسی اور کو نہیں دیکھا۔

حضرت احنت کہتے ہیں کہ میں نے بہت سے حکّام اور فصحاء کے فیصلے سُنے ہیں لیکن جو شان حضرت عائشہ کے خُطبوں میں پائی وہ اور کہیں نہیں دیکھی۔

جب حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا کی ازدواجی زندگی کے نو برس گزر گئے تو آقائے دوجہاں مرضِ وفات میں مُبتلا ہوئے۔ حضور تیرہ دن علیل رہے۔ ان تیرہ دنوں میں پانچ دن دیگر ازواج کے ہاں قیام فرمایا اور آٹھ دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رہے۔ شدّتِ مرض میں کمزوری کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مسواک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیتے، وہ اپنے دانتوں میں چبا کر نرم کرتیں اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم استعمال کرتے۔

۲ یا ۹ ربیع الاوّل ۱۱ھ کو سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوحِ اطہر نے عالمِ قدس کی طرف پرواز کی۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مُبارک حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا کے سینہ پر رکھا ہوا تھا اور پھر انہیں کے حُجرہ مبارک کو حضور کی اَبدی آرام گاہ بننے کا شرف حاصل ہوا۔

رحلتِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عُمر ۱۸ سال کی تھی۔ ۴۸ برس انہوں نے عالمِ بیوگی میں بسر کئے۔ اس تمام عرصہ میں وہ تمام عالمِ اِسلام کے لئے رُشد و ہدایت، عِلم و فضل و خیر و برکت کا ایک عظیم مرکز بنی رہیں۔ ان سے ۲۲۱۰

marfat.com

(دو ہزار دو سو دس) حدیثیں مروی ہیں، بعض کا قول ہے کہ احکامِ شرعیہ کا ایک چوتھائی حصہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔

آپ کو جنت البقیع میں دوسری امہات المومنین کے قریب دفن کیا گیا۔ حالانکہ اگر آپ چاہتیں تو اپنی تدفین کیلئے روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے بھی وصیت کرسکتی تھیں لیکن آپ نے دیکھا کہ وہاں آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حضرت ابوبکر، اور حضرت عمر حاضر ہیں تو کوئی حق نہیں جتایا بلکہ جنت البقیع کو پسند فرمالیا۔

دین و دُنیا میں پیامِ نُور اُمُّ المومنین
لاڈلی صدیق کی، ہاں افتخارِ عالمیں
سرورِ کونین کے الطاف کی حقدار ہیں
عائشہؓ یعنی حبیبِ رحمۃ للعالمین

marfat.com

اُمّ المومنین

حضرت حفصہ بنتِ عُمر رضی اللہ عنہما

حضرت حفصہؓ وقارِ جانؓ اُم المومنین
ان کا اُسوہ اہلِ اِیمان کیلئے نُورِ مُبیں
ان کی ساری زندگی تھی حُبِّ احمد کی مِثال
اُن کا ہر اِرشاد ہے اپنے لئے شمع حسیں
لاڈلی حضرت عُمر کیؓ نورِ چشمِ مُصطفےٰؐ
اُمّہات المومنین کے درمیاں جانِ یقیں
تھی مزاجِ پاک میں تلخی مگر پھر ایک دن
فیضِ احمدؐ سے ہوئی تلخی بِالآخِر آبگیں
اُمّہات المومنین ہیں رُوحِ ایمان و عمل
ہے وجودِ پاک ان کا آج گرچہ در زمیں
اُن کے فیضِ عام کا ہے گُلستاں مہکا ہوا
اُن کا ہر انداز ہے تاریخِ فطرت کا نگیں
اے رِضاؔ نسبت رہے ان سے بفیضانِ نبیؐ
ہے یہی اک آرزُو بس حاصِلِ قلبِ حُزیں

(محمد اکرم رضاؔ)

marfat.com

اُمُّ المومنین

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا

اُمُّ المومنین ہونے کی حیثیت سے آپ کا رُتبہ بہت بُلند ہے۔ حق تو یہ ہے کہ جو شخصیت بھی سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں آ گئی وہ مقام و مرتبہ میں کائنات کیلئے نمونۂ ہدایت بن گئی۔ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چوتھی زوجہ تھیں۔ سیّدنا عُمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کی صاجزادی تھیں۔ آپ کے مزاج میں ذرا تیزی تھی مگر آپ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کوئی کمی اُٹھا نہیں رکھی۔ اُن کے پیشِ نظر ہمیشہ یہی مقصد تھا کہ محبوبِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خُوشنودی عطا ہو۔ قُرآنِ پاک کی کثرت سے تلاوت کرتیں، اکثر روزے سے رہتیں۔ آپ اعلانِ نُبوّت سے پانچ سال قبل مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں۔

جب سیّدہ حفصہ نے ہوش سنبھالا اور تو ان کے والد گرامی حضرت عُمر بن خطاب اور والدہ حضرت زینب اسلام قبول کر چکے تھے۔ دیگر اہلِ خانہ بھی مسلمان تھے، اس لئے سیّدہ حفصہ نے اسلام کی آغوش میں آنکھ کھولی۔

آپ کا پہلا نکاح حضرت خُنَیس رضی اللہ عنہ بن حذافہ سے ہوا جو بنو سہم سے تھے۔ وہ دعوتِ حق کی ابتداء میں شرفِ اسلام بہرہ ور ہو گئے اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بھی ان کے ساتھ ہی سعادت اندوزِ اسلام ہو گئیں۔ حضرت خُنَیس رضی اللہ عنہ ۶ بعد بعثت میں ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے۔ ہجرتِ نبوی سے کچھ عرصہ پہلے مکہ واپس آ گئے اور پھر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے۔

حضرت خُنَیس رضی اللہ عنہ راہِ حق کے ایک جانباز سپاہی تھے۔ ۲ ہجری میں غزوۂ بدر پیش آیا تو وہ اس میں بڑے جوش اور جذبے کے ساتھ شریک ہوئے۔ پھر ۳ ہجری میں

marfat.com

غزوۂ اُحد میں اپنی شجاعت کے جوہر دکھائے اور مردانہ وار لڑتے ہوئے شدید زخمی ہو گئے۔ اسی حالت میں اُنہیں اُٹھا کر مدینہ لے گئے لیکن علاج کے باوجُود جاں بر نہ ہو سکے اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہو گئیں۔ جب اُن کی عدّت کا زمانہ پورا ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے جن کی بیوی حضرت رقیہ بنتِ رسول اللعالمین کا انتقال ہو چکا تھا اور وُہ بہت مغموم تھے۔ اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں حضرت حفصہ کا رشتہ پیش کیا تو انہوں نے غور کیلئے وقت طلب کیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور رشتہ پیش کیا مگر وہ بھی خاموش رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رنجیدہ ہوئے اور بارگاہِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر ماجرائے غم عرض کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''حفصہ سے شادی وہ کریں گے جو عثمان سے بہتر ہوں اور عثمان اس سے شادی کریں گے جو حفصہ سے بہتر ہو گی''۔

چُنانچہ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی اُمِ کلثوم کی شادی حضرت عثمان سے کر دی اور حضرت حفصہ سے خُود نِکاح کر لیا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید عقد فرمائے تو سیّدہ عائشہ اور سیّدہ حفصہ میں بہنوں سے بڑھ کر محبت ہو گئی۔

ابواُسامہ حماد بروایت حضرت عائشہ صدّیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں کہ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حلوہ اور شہد بہت مرغوب تھا۔ آپ عصر کی نماز کے بعد ازواجِ مُطہرات کے پاس تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ایک دن حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس معمول سے زیادہ دیر ہو گئی۔ بمقتضائے فطرت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو رشک ہوا اور اَنہوں نے حالات دریافت کیے تو مَعلوم ہوا کہ کسی عورت نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس ہدیۂ شہد بھیجا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے کھایا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس

marfat.com

کا ذکر حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے کیا اور ان کو سکھا دیا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے پاس آئیں تو کہنا: یا رسُولَ اللہ! آپ نے مغافیر کھایا ہے (مغافیر ایک قسم کا پھول ہوتا ہے جس کو شہد کی مکھی چُوستی ہے' اس میں کسی قدر بُو ہوتی ہے اور بُو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت ناپسند تھی) آپ فرمائیں گے کہ مجھے حفصہ نے شہد پلایا ہے' تم کہنا: شاید یہ شہد عرفط کی مکھی کا ہے۔ یہی بات حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو بھی سکھا دی۔ آپ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے حسبِ قرارداد وہی کہا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے بھی یہی گفتگو کی۔ اس کے بعد آپ ایک دن حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تو انہوں نے حسبِ معمول شہد پیش کرنے کا پُوچھا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے اس کی حاجت نہیں' اور عہد کر لیا کہ آئندہ شہد نہ کھائیں گے' اس کے بعد قرآنِ مجید کی یہ آیت نازل ہوئی:

"اے نبی! تم اپنی بیویوں کی خوشنودی کیلئے جو چیز خدا نے حلال کی ہے اس کو اپنے اُوپر کیوں حرام کرتے ہو"۔ (پارہ ۲۸، سورہ تحریم، آیت ۱)

واقعہ تحریم کے کچھ دن بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی راز کی بات حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہی اور تاکید فرما دی کہ کسی سے نہ کہیں' مگر وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے چُھپا نہ سکیں' اس پر یہ آیت اُتری:

ترجمہ: "اور جب پیغمبر نے اپنی بعض بیویوں سے راز کی بات کہی اور انہوں نے فاش کر دی اور خُدا نے پیغمبر کو اس کی خبر کر دی تو پیغمبر نے اس کا کچھ حصہ اُن سے کہا اور کُچھ چھوڑ دیا۔ پھر جب اُن سے کہا تو اُنہوں نے کہا کس نے آپ کو خبر دی۔ پیغمبر نے کہا مجھ کو خُدائے علیم و خبیر نے خبر دی"۔ (سورہ تحریم، آیت ۳)

چونکہ یہ صُورتِ حال رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برہمی کی تھی اس لئے حضرت حفصہ

marfat.com

رضی اللہ عنہا و حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے متفق ہو کر معاملہ کو سلجھانا چاہا تو دونوں کی شان میں اس آیت کا نزول ہوا:

''اگر تم دونوں خدا کی طرف رجوع کرو تو تمہارے دل مائل ہو چکے ہیں اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (حق) میں مظاہرہ کرو تو خدا' جبریل اور دنیا تمام سب کے بعد فرشتے رسول اللہ کے مددگار ہیں''۔ (سورہ تحریم، آیت ۴)

کچھ وجوہ کی بناء پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ کو ایک طلاق دے دی۔ بس آپ کے پاس جبریل آئے اور عرض کی: یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے حفصہ کو طلاق دے دی جبکہ وہ صوامہ اور قوامہ ہے اور جنّت میں بھی آپ کی زوجہ ہوگی۔ بس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے رجُوع کر لیا۔

حضرت حفصہ کو حُصُولِ علم کا بہت شوق تھا' اس لئے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تعلیم کا خاص اہتمام فرمایا: ارشادِ رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مُطابق حضرت شفا بنت عبداللہ نے ان کو لکھنا سکھایا اور چیونٹی کے کاٹنے کا دَم بھی سکھایا۔ اُمّ المومنین کو دین میں تفقہ کا بھی ایک خاص ملکہ تھا۔ مختلف آیات پر غور کرتیں اور ان سے مختلف نکات نکالتیں۔ چونکہ مزاج شناسِ رسُول تھیں اس لئے آپ کا مزاج دیکھ کر سوال پُوچھنا ہوتا بے دھڑک پُوچھ لیتیں۔ اُمّ مبشر انصاریہ فرماتی ہیں کہ میں ایک مرتبہ سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھی تھی اور وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف فرما تھے۔ حضُور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''میں اُمّید کرتا ہوں کہ اصحابِ حدیبیہ جہنم میں نہ جائیں گے'' سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے سُن کر کہا کہ قرآنِ مجید میں خُود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''تم میں سے ہر شخص جہنم میں سے گزرنے والا ہے۔ یہ تیرے رب پر لازم ہے جو پُورا ہو کر رہے گا''۔ (پارہ ۱۶، سورہ مریم، آیت ۷۱)

marfat.com

اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "ہاں" اس کے بعد یہ بھی اِرشاد ہے:

"پھر ہم ان لوگوں کو بچالیں گے جو ڈرتے تھے اور ظالموں کو اس میں گرا ہوا چھوڑ دیں گے"۔ (سورہ مریم، آیت ۷۲)

ہر شخص کو جہنم عبور کرتے ہوئے پُل صراط کے اُوپر سے گزرنا ہوگا۔ مسلمان بخیرو عافیت گزر جائیں گے اور کافر گر جائیں گے۔

تدوینِ حدیث میں اُمّ المومنین سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا بڑا ہاتھ ہے۔ حضرت عمرو بن رافع کہتے ہیں کہ میں اُمّ المومنین کیلئے مصحف لکھا کرتا تھا۔ کُتُبِ احادیث میں ان سے ساٹھ احادیث مروی ہیں۔ آپ کی عِبادت وریاضت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب آپ کا وصال ہوا تو اس وقت بھی آپ روزے سے تھیں۔ آپ کی ایک جائیداد تھی جو حضرت عُمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کی نگرانی میں دے دی تھی۔ جب آپ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنے بھائی حضرت عبداللہ بن عُمر سے کہا کہ میرے بعد اس جائیداد کو فروخت کر کے صدقہ کر دینا۔

حضرت سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے شعبان ۴۵ھ میں مدینہ مُنوّرہ میں تریسٹھ برس کی زندگی میں وصال فرمایا۔ یہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دورِ حکومت تھا۔ مدینہ کے گورنر مروان بن الحکم نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ پھر سیّدنا ابُو ہریرہ رضی اللہ عنہ جنازے کو قبر تک لے گئے۔ سیّدہ کے بھائی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور ان کے صاحبزادوں حضرت عاصمؒ، حضرت سالمؒ، حضرت عبداللہ اور حضرت حمزہ نے قبر میں اُتارا۔ اُمّ المومنین کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ اَن کا نِکاح رسُولَ اللہ ﷺ سے اللہ تعالیٰ نے کروایا کیونکہ حضرت عمَر کے پُوچھنے پر رسُولَ اللہ ہی نے تو فرمایا تھا کہ عُمر اللہ تعالیٰ نے عثمان کا نکاح تیری بیٹی سے اچھی عورت سے کردیا ہے اور تیری بیٹی کا نکاح عثمان سے زیادہ اچھے آدمی سے کردیا ہے۔

marfat.com

رسول کریم ﷺ نے کتابت شدہ قرآنِ مجید کے اجزاء کو جمع کر کے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس رکھوا دیا جو تا زندگی آپ کے پاس رہے۔ یہ وہ اعزاز ہے جو کسی اُمّ المومنین کے حصّے میں نہیں آیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کی جو نقلیں تیار کروائیں وہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے نسخے کو دیکھ کر تیار کی گئی تھیں۔ آپ کے طویل قیام کی گواہی اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے دی اور حضرت جبرائیل نے رسولِ کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کو یہ پیغام دیا کہ آپ حضرت حفصہ سے رجُوع کر لیں کیونکہ وہ بہت زیادہ روزے رکھنے والی، بہت زیادہ نماز پڑھنے والی اور پرہیز گار خاتون ہیں۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا دجّال کے شر سے بہت ڈرتی تھیں۔ صحیح مُسلم میں روایت ہے کہ مدینہ میں ایک شخص ابنِ صیاد تھا۔ اس میں دجّال کی بعض علامات پائی جاتی تھیں۔ ایک دن حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو راستے میں مل گیا۔ اُنہوں نے اس کی بعض حرکتوں پر اظہار نفرت کی۔ ابنِ صیاد حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔ اَنہوں نے اسے پیٹنا شروع کر یا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو خبر ہوئی تو بھائی سے کہنے لگیں:

"تم اس سے کیوں اُلجھتے ہو، تمہیں نہیں مَعلوم حضور ﷺ نے فرمایا کہ دجّال کے خروج کا محرک اُس کا غُصّہ ہوگا"۔

آخری وقت میں جوں جوں آپ نے ہمارے رسول اللہ ﷺ کی قربت کا فیض اُٹھایا، مزاج کی تیزی نرمی اور حلم وحیا میں بدل گئی۔ اسی طرح یہ محبتِ رسُول ﷺ کا گداز تھا جس نے حضرت عمر ابنِ خطاب رضی اللہ عنہ جیسے تُند خُو اور بلند لہجہ میں گفتگو کرنے والے کو بارگاہِ رسول میں سراپا عجز ونیاز بنا دیا تھا۔

اُمّ المومنین کو اُمّت میں اختلاف سے سخت نفرت تھی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ

marfat.com

کے زمانے میں جنگِ صفین کا واقعہ پیش آیا تو اس کا خاتمہ تحکیم پر ہوا تو آپ کے بھائی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس کو فتنہ سمجھ کر گوشہ نشین ہونا چاہتے تھے کیونکہ قاتلانِ حضرت عثمان کے قصاص کے سلسلہ میں حضرت مولا علی اور حضرت امیر معاویہ کی گفتگو منافقین کے ہنگامے کی نذر ہو گئی تھی۔ ایک دن آپ اپنی بہن سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور کہا: آپ دیکھ رہی ہیں کہ لوگوں کا کیا حال ہے، اس لئے میں اس معاملے میں گوشہ نشین ہونا چاہتا ہوں۔ سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اس میں شرکت سے تمہیں کوئی فائدہ نہیں، تاہم اس کی اصلاح کی کوشش میں تمہیں شریک رہنا چاہیئے کیونکہ لوگوں کو تمہاری رائے کا انتظار ہوگا اور مجھے ڈر ہے کہ تمہاری گوشہ نشینی سے ان میں اختلاف ہو جائے گا چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما آپ کے سمجھانے پر اس معاملہ کی اصلاح میں شریک رہے

حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا میں بہت قربت تھی، شاید اس لئے بھی کہ دونوں کے والد آپس میں گہرے دوست تھے، لیکن آپس میں اس قدر محبت اور شیر و شکر ہونے کے باوجود بھی دونوں میں محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے رشک کا جذبہ پیدا ہو جاتا۔ ایک دن یہ دونوں اُمّہات رضی اللہ عنہن رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھیں۔ راتوں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اُونٹ پر چلے گئے اور ان سے باتیں کرتے جاتے تھے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے اپنی سہیلی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا:

"آج رات تم میرے اُونٹ پر سوار ہو جاؤ اور میں تمہارے اُونٹ پر"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا راضی ہو گئیں۔ حضور اکرم حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا کے اُونٹ کے پاس آئے جس پر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سوار تھیں۔ جب منزل پر پہنچے اور حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو نہیں پایا تو اپنے پاؤں کو گھاس کے درمیان اٹکا کر کہنے لگیں:

marfat.com

''اللہ کسی سانپ یا بچھو کو مُتعین کر جو مجھے ڈس جائے''

یہ سب کچھ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی زیادہ سے زیادہ توجّہ حاصِل کرنے کیلئے تھا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دارِ فانی سے دار لبقاء کی جانب کُوچ فرمایا تو اس سانحہ ارتحال کے وقت حضرت حفصہ بنتِ عمر کی عُمر ۲۹ سال تھی۔ آپ نے ساڑھے سات سال کا عرصہ اپنے محبوب شوہر کی محبّت و رفاقت میں گزارا تھا۔

خُدائے پاک کی رحمتیں ہوں اُمّ المومنین سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا پر جنھوں نے قرآنِ حکیم کا ابتدائی دَور سنبھالے رکھا۔

سلام ہو آپ پر کہ آپ اَز حد عابِد و زاہِد اور پرہیز گار تھیں۔

سلام ہو آپ پر کہ آپ سخاوت و رحمت کا بہتا دریا تھیں

............O............

وُہ دلبندِ عمرؓ وہ سرورِ بطحا کی دِیوانی

ہماری مادرِ عالیؓ یقیں کی شمعِ اِیمانی

سلام اس پر کہ کردارِ حسیں جس کا مُعتبر ہے

سلام اس ذات پر جس پر تھی رحمت کی فراوانی

marfat.com

اُمّ المومنین

زینب بنتِ خزیمہ رضی اللہ عنہا

جس طرح افلاک پر تاروں کا اُونچا ہے مقام
اس طرح ہے دہر میں ہے حضرت زینبؓ کا نام
جس طرح گلزارِ ہستی کے ہیں بکھرے رنگ و بُو
ہے مُسَلَّم حضرت زینب کی عظمت چار سُو
عُمر اپنی وار دی سرکارِ والا کے لئے
زندگانی کی بسر الطافِ آقا کے لئے
سرورِ عالَم کی راحت، بزمِ ہستی کا نگیں
تھیں نبی پاک کی زینت، یہی شمعِ حسیں
یاد رکھتی تھیں سدا اقوالِ شاہِ دوسرا
تاکہ اُن سے ظُلمتِ حالات میں پھیلے ضیا
تھیں یہ اُمُّ المومنین گلزارِ ہستی کا جمال
تھا عبادت اور ریاضت میں اُنہیں حاصِل کمال
رات دن وقفِ عبادت خُود کو رکھتی تھیں رِضا
ربِّ عالَم پر یہ راضی، اُن پہ راضی تھا خُدا

(محمد اکرم رضاؔ)

marfat.com

اُمُّ المومنین

حضرت زینب بنتِ خزیمہ رضی اللہ عنہا

حضرت زینب بنتِ خزیمہ رضی اللہ عنہا کا شمار حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں پانچویں نمبر پر ہوتا ہے۔ آپ کا اسمِ گرامی حضرت زینب تھا جبکہ آپ کا لقب "اُمُّ المساکین" تھا، اور یہ لقب آپ کو اس لئے عطا ہوا تھا کہ آپ مسکینوں، غریبوں، یتیموں کا بہت زیادہ خیال رکھتی تھیں۔ بے پناہ دریادل اور سخی تھیں۔ آپ اپنے پاس کچھ رکھنا گوارا نہیں کرتی تھیں، جو بھی پاس ہوتا بِلا تاخیر خیرات کر دیتیں۔ بھوکوں کو کثرت سے کھانا کھلاتیں، اس لئے تاریخ میں اُمُّ المساکین کے نام سے مشہور ہیں۔

آپ پہلے عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں، جب ۳ ہجری جنگ اُحد ہوئی تو آپ بھی اس میں شریک تھے۔ لڑائی سے قبل حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے کمال عاجزی سے دُعا مانگی۔

"اے خالقِ کونین! مجھے ایسا مدِ مقابل عطا کر جو نہایت شجاع اور غضب ناک ہو، میں تیری راہ میں لڑتا ہوا اُس کے ہاتھوں شہید ہو جاؤں اور وہ میرے ناک کان کاٹ ڈالے تا کہ جب میں تجھ سے ملوں اور تُو پُوچھے کہ اے عبداللہ! تیرے ناک اور کان کیوں کاٹے گئے؟ تو میں عرض کروں اے: میرے خُدا! فقط تیری اور تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی خُوشنودی کیلئے کہ میں اُن کے راستے میں سُرخرو ہو جاؤں"۔

کیسی عجیب دُعا تھی، کیسا جذبہ عشقِ رسُول تھا، کیسا حُبِ الٰہی کا مچلتا ہوا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ انہیں غیب سے شہادت کی بشارت ملی۔ چُنانچہ فرطِ اِشتیاق شہادت سے فرمایا:

"ربِ دو عالم کی قسم! میں دشمن سے لڑوں گا، حتیٰ کہ وہ مجھے قتل کر کے میرا مثلہ کرے گا"۔

چُنانچہ جب میدانِ جنگ گرم ہوا تو حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اس جوش اور

marfat.com

بہادری سے لڑے کہ آپ کی تلوار ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ آپ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے تو رسولُ اللہ ﷺ نے انہیں ایک چھڑی دی۔ آپ اُس چھڑی کو لے گئے اور اس چھڑی نے تلوار کا کام کیا۔ اسی حالت میں بے جگری کے ساتھ لڑتے لڑتے جامِ شہادت نوش کیا۔ مُشرکین نے اُن کے ہونٹ، ناک اور کان کاٹ کر اُنہیں دھاگہ میں پرو دیا۔ اس طرح اُن کی یہ خواہش بھی اللہ ربُّ العزّت نے قبول فرمائی۔

یاد رہے کہ یہی بہادر جُرأت آزما اور شجاعت کی اعلیٰ ترین مِثال حضرت عبداللہ بن جحش اُمُّ المومنین سیّدہ زینب بنتِ جحش کے سگے بھائی تھے۔

دس ماہ تک بیوہ رہیں۔ ایّامِ بیوگی میں رسُولُ اللہ ﷺ نے اُنہیں پیغامِ نکاح بھیجا تو اُنہوں نے عرض کی: یَا رَسُولَ اللہ ﷺ آپ میرے مُعاملے میں خُود مُختار ہیں۔ چُنانچہ ابتدائے رمضان ۳ ہجری میں پیارے مصطفےٰ ﷺ ان کو اپنے حبالہ عقد میں لے کر حرمِ نبوی ﷺ میں داخل فرمایا۔ اُن کا حق مہر ساڑھے بارہ اوقیہ (پانچ سو درہم) مُقرّر ہوا۔

اُس وقت حرمِ رسُول ﷺ میں حضرت سیّدہ سودہ رضی اللہ عنہا بنت زمعہ، حضرت سیدہ عائشہ صدِیقہ رضی اللہ عنہا بنتِ صدّیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بنتِ حضرت عمر رضی اللہ عنہ موجود تھیں جبکہ حضرت سیّدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا چھ سال قبل وصال ہو چکا تھا۔ اُمُّ المومنین سیّدہ زینب رسُولُ اللہ ﷺ کے عقد میں آنے کے بعد صرف آٹھ ماہ تک زندہ رہیں، اس لئے آپ کے مزید حالات کُتُبِ احادیث وسِیَرہ میں نہیں مِلتے۔

اُمُّ المومنین سیّدہ زینب بنتِ خذیمہ رضی اللہ عنہا رسُولُ اللہ ﷺ کے عقد میں آنے کے بعد صرف آٹھ ماہ حیات رہیں اور عین شباب کے عالَم میں جب ان کی عُمر ایک روایت کے مُطابِق تیس (۳۰) سال اور دوسری روایت کے مطابق بتیس (۳۲) سال ہوئی تو آپ ماہ ربیع الثانی ۴ ہجری میں اس دارِ فانی سے رخصت ہو گئیں۔ رسول اللہ

marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان کا نماز جنازہ پڑھایا اور جنت البقیع میں دفن فرمایا۔ جنت البقیع میں ایک قبہ تھا جس کو قبہ ازواج النبی کہا جاتا تھا' یہاں پر ازواجِ مطہرات آسودۂ خاک تھیں۔

اُم المومنین سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا حضرت اُم المومنین سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد وہ واحد زوجہ ہیں جنہوں نے پیارے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری زندگی میں وصال فرمایا اور حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں اپنا آخری سفر طے کیا۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا اعلانِ نبوّت سے چودہ سال قبل مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئی تھیں۔ ان کا خاندان بنو ہلال مکہ مکرمہ کا ایک نہایت معزز اور قابلِ عزّت خاندان تھا جو کہ قبیلہ بنو عامر کی ایک شاخ تھے اور یہ شاخ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھی۔ چونکہ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آنے کے بعد صرف آٹھ ماہ زندہ رہیں اس لئے کُتبِ سیرت میں آپ کے حالات بہت کم ملتے ہیں۔

☆ آپ کا سب سے بڑا فخر اور اعزاز تو یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ اور مومنین کی ماں تھیں۔

☆ آپ نے بھی مکّہ سے مدینہ منوّرہ تک ہجرت فرمائی' اس لئے آپ کا شُمار بھی مہاجرینِ مدینہ میں ہوتا ہے۔

☆ آپ کی سخاوت' دریا دلی اِنتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ آپ کے حُجرۂ انور سے کوئی خالی ہاتھ نہیں جاتا تھا۔ مساکین کو کھانا کھلا کر بے پناہ مُسرّت محسوس کرتی تھیں۔

السّلام والسّلام اے سیّدہ زینب سلام
آپ تھیں زوجِ نبیؐ ' ہے آپ کا اُونچا مقام
ہم غُلاموں کا سلام عاجزانہ ہو قبُول
آپ کا ملحوظ ہے بزمِ جہاں کو اِحترام

marfat.com

اُمُّ المومنین

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا

اُمِ سلمہ مومنوں کی مادرِ عالی وقار
مہرباں ہر آن جن پر تھے حبیبِ کردگار
اُن کا تھا سرمایۂ ایمان دیدارِ نبی
اُن کو تھی ہر پل مُیسّر رحمتِ پروردگار
عالِم و فاضل، مُحدِّث اور مُفسِّر آپ تھیں
خدمتِ اِسلامیاں سے آپ پاتی تھیں قرار
آپ کے اقوالِ عالی تھے جواہر نُور کے
آپ کا ہر اک عمل تھا مثلِ شمعِ تابدار
سرورِ دیں کے غُلاموں کو ہمیشہ کے لئے
آپ ہی کی ذات نے بخشا حقائق کا نکھار
آپ کا یہ فخر ہی تاریخ کا اعزاز ہے
آپ کے سرتاج تھے دونوں جہاں کے تاجدار
آپ ہی کی ذاتِ والا کا رِضا ہے مدح خواں
اس تَصَوُّر ہی سے ہے اس کے گُلستاں کی بہار

(محمد اکرم رضا)

marfat.com

اُم المومنین

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا

جملہ اُمّہات المومنین اہلِ ایمان کیلئے بے پناہ مُعزّز اور قابلِ صد احترام ہیں۔ جسے دیدارِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پل دو پل کیلئے ہی سہی سعادت مل گئی وہی اعزازِ حیات بن گیا۔ اور پھر اُمّہات المومنین کے مقام و مرتبہ کا کیا کہنا جنھوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حرم میں' آپ کے کاشانہ اقدس میں' حالتِ زوجیت میں وقت گُزارا۔ ان کے مقام و مرتبہ کا نہ تصور کیا جا سکتا ہے' نہ تخیل۔ البتہ ان مُقدّس شخصیات کے پاکیزہ وجُود پر جس قدر بھی فخر کیا جائے کم ہے۔ کیا یہ ان مُعزّز ترین شخصیات کا کم احسان ہے کہ یہ راز دان نبوّت تھیں اور جنھوں نے جو کچھ اِرشاد فرمایا اس کی بدولت ہی تاریخِ اسلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ قُدسیہ کے انوار سے جگمگا رہی ہے۔

اُمّ المومنین حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا بھی ایسی ہی برگزیدہ اور مُحترم شخصیت تھیں۔ ان کے والد حذیفہ ایک دولت مند اور فیاض آدمی تھے' اُن کی دریادلی کا شُہرہ چاروں طرف پھیلا ہوا تھا اور اپنی صفات کی بِناء پر تمام قبائلِ قریش میں عزّت واِحترام کی نِگاہوں سے دیکھے جاتے تھے۔ آپ کا تعلّق قبیلہ بنو مخزوم سے تھا۔

ان کا پہلا نِکاح ابُوسلمہ بن عبدالاسد سے ہوا جو آپ کے چچازاد بھائی تھے۔ فطرت پاکیزہ اور صالح تھی۔ آپ نے کفار کے ظلم وستم سہتے ہوئے اسلام قبول کرلیا۔ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بھی بلاتاخیر مسلمان ہوگئیں۔ تمام تر تکالیف اور مصائب کے باوجود ان کے قدم جادۂ حق سے نہ بھٹکے۔ کفار کی ایذا رسانیاں بڑھتی گئیں تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو جان کے تحفّظ کیلئے حبشہ کی جانب ہجرت کی اجازت دے دی۔ حضرت ابوسلمہ

marfat.com

اور اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے کچھ عرصہ حبشہ میں گزارا اور پھر مکہ آ کر مدینہ کی جانب ہجرت کا ارادہ کیا۔ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں "جب ابو سلمہ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا تو ان کے پاس صرف ایک اونٹ تھا' اس پر مجھے اور میرے بیٹے کو سوار کر کے چل پڑے۔

بنو مغیرہ نے جو میرے میکے کے لوگ تھے' ہم لوگوں کو دیکھ لیا اور ابو سلمہ سے مزاحمت کی کہ ہم اپنی لڑکی کو ایسی خراب حالت میں نہ جانے دیں گے۔ ابو سلمہ کے ہاتھ سے نکیل چھین لی اور مجھے اپنے ساتھ لے چلے۔ اتنے میں بنو عبدالاسد ابو سلمہ کے لوگ آ پہنچے اور انہوں نے میرے بچے سلمہ پر قبضہ کر لیا اور بنو مغیرہ سے کہا' اگر تم اپنی لڑکی کو شوہر کے ساتھ نہیں جانے دیتے تو ہم اپنے بچے کو تمہاری لڑکی کے پاس ہرگز نہ چھوڑیں گے۔

اب میں' میرا شوہر' میرا بچہ تینوں ایک دوسرے سے جدا تھے۔ مارے صدمہ کے میری حالت خراب تھی چونکہ ہجرت کا حکم ہو چکا تھا۔ اس لئے ابو سلمہ تو مدینہ پہنچ گئے' میں تنہا رہ گئی۔ روزانہ صبح کو گھر سے نکلتی اور ایک ٹیلے پر بیٹھ کر شام تک رویا کرتی۔ اسی حال میں مجھ کو کم و بیش ایک سال ہو گیا۔ ایک دن بنو مغیرہ کے ایک شخص نے جو میرا عزیز تھا۔ میری یہ پریشانی دیکھ کر ترس کھایا اور بنو مغیرہ کو جمع کر کے سب کی طرف مخاطب ہو کر کہا: آپ لوگ اس مسکین کو کیوں نہیں چھوڑ دیتے جس کو آپ نے اس کے بچہ اور شوہر سے جدا کر دیا ہے۔

یہ مفہوم کچھ ایسے مؤثر الفاظ میں ادا کیا گیا تھا کہ میرے میکے والوں کو رحم آ گیا اور انہوں نے اجازت دے دی کہ اگر تم چاہو تو اپنے شوہر کے پاس جا سکتی ہو۔ یہ سن کر بنو عبدالاسد نے بھی میرے بچے کو میرے پاس بھیج دیا۔ اب میں نے اونٹ پر کجاوہ کسا اور سلمہ کو گود میں لے کر سوار ہو گئی۔ میں بالکل تنہا تھی اور اسی عالم میں تنعیم پہنچی' وہاں عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ ملے' انہوں نے میرا ارادہ معلوم کر کے مجھ سے پوچھا: کیا کوئی تمہارے ساتھ ہے؟ میں نے کہا: نہیں صرف میں ہوں اور یہ میرا بچہ"۔ انہوں نے میرے اونٹ

marfat.com

کی نکیل پکڑ لی اور ہاتھ سے کھینچتے ہوئے آگے آگے چلنے لگے۔ خدا جانتا ہے مجھے طلحہ سے زیادہ شریف آدمی عرب میں نہیں ملا۔ جب منزل آئی اور ہم کو ٹھہرنا پڑتا تو وہ کسی درخت کی آڑ میں ہو جاتے۔ چلنے کا وقت ہوتا تو اونٹ کو تیار کر لاتے اور جب میں اطمینان سے بیٹھ جاتی تو اونٹ کی مہار لے کر آگے آگے چلنے لگتے۔ تمام سفر میں یہی معمول رہا۔ مدینہ پہنچ کر بنی عمرو بن عوف کی آبادی (موضع قبا) سے گزر ہوا تو عثمان ابن طلحہ نے مجھ سے کہا: تمہارا شوہر اس گاؤں میں ہے۔ ابو سلمہ یہاں ٹھہرے ہوئے تھے۔ اللہ کے بھروسہ پر اس محلّہ میں داخل ہوئی اور خدا خدا کر کے اُن سے ملاقات ہوئی۔ عثمان ابن طلحہ مجھے ابو سلمہ کا پتہ بتا کر مکہ واپس ہو گئے۔

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے ہجرت مدینہ کے نام پر جو تکلیفیں اُٹھائی ان کا ذکر کرتے ہوئے رو پڑتیں اور پھر فرماتیں، میں نہیں جانتی اہلِ بیت میں سے کسی نے میری طرح کی تکالیف برداشت کی ہوں۔ جب لوگ ان کا نام سنتے تو انہیں یقین ہی نہیں آتا تھا کہ اتنے بڑے باپ کی بیٹی اس بے سروسامانی کے عالم میں اتنے مصائب برداشت کر کے آئی ہے۔ کچھ عرصہ بعد حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ جنگ اُحد میں شریک ہوئے۔ دادِ شجاعت دی۔ ایک زہریلے تیر سے شدید زخمی ہو گئے اور پھر زخم ناسور بن گیا تو جاں بحق ہو گئے۔ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہا بار بار پکارتی تھیں:

"ہائے غُربت میں کیسی مَوت آئی ہے"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعزیت کیلئے خود ان کے گھر تشریف لے گئے۔ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کو صبر کی تلقین کی اور ابو سلمہ کی آنکھیں خود بند کیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھایا

حضرت ابُوسلمہ اور اُمِ سلمہ میں بے پناہ محبت تھی اور دونوں نے عہد کیا ہوا تھا کہ ایک کی مَوت کے بعد دُوسرا نکاح نہ کرے گا۔ ایک وقت ایسا آیا کہ ابُوسلمہ نے کہا کہ

marfat.com

میرا کہا مانو' تو اگر میں پہلے مر جاؤں تو' تو میرے بعد نکاح ضرور کر لینا۔ پھر ابو سلمہ نے دعا مانگی کہ "اے رب العالمین! اگر میں اُمِ سلمہ کی زندگی میں مر جاؤں تو اسے مجھ سے بہتر جانشین دے"۔

ابن سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے کچھ عرصہ بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی کس مپرسی کے خیال سے انہیں نکاح کا پیغام بھیجا لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی کس مپرسی اور بے مائیگی سے بہت متاثر تھے اور ابوسلمہ رضی اللہ عنہ اور اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے راہِ حق میں جو مصیبتیں اُٹھائی تھیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن کا بے حد احساس تھا۔ چنانچہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی معرفت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام بھیجا۔ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے قبول کر لیا اور شوال ۴ ھ میں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آ گئیں۔ نکاح کے بعد وہ حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کے گھر لائی گئیں جو وفات پا چکی تھیں۔ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے پہلے ہی دن اپنے ہاتھ سے کھانا تیار کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کو خرمے کی چھال سے بھرا ہوا ایک چرمی تکیہ، دو مشکیزے اور دو چکیاں عطا فرمائیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کے بعد بھی انہوں نے اپنے پہلے شوہر کی اولاد کی پرورش نہایت شفقت اور توجّہ سے کی۔ ایک دفعہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یَا رَسُولَ اللہ! مجھے بچوں کی پرورش کا اجر ملے گا یا نہیں؟ فرمایا "ہاں"

۵ ھ میں جبکہ بنو قریظہ کے محاصرہ میں یہود سے گفتگو کرنے کیلئے بارگاہِ نبوّت سے حضرت ابولبابہ بھیجے گئے تو حضرت ابولبابہ نے اثناء مشورہ ہاتھ کے اشارہ سے یہودیوں کو بتلایا کہ تم قتل کئے جاؤ گے مگر اس کو افشاء راز سمجھ کر بعد میں اتنے نادم ہوئے

marfat.com

کہ مسجد کے ستون سے اپنے تئیں باندھ دیا۔ کئی دنوں تک اپنے آپ کو اسی حال میں رکھا۔ ایک دن صبح کو جنابِ رسالت مآب ﷺ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں مُسکراتے ہوئے اُٹھے تو آپ بولیں: اللہ آپ کو ہمیشہ ہنسائے' اس وقت ہنسی کا کیا سبب ہے؟ فرمایا: ابُولبابہ کی توبہ قبول ہوگئی۔ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے اجازت چاہی کہ ان کو یہ مُژدہ سُنا دیں۔ فرمایا: ہاں اگر چاہو۔ ان کا مکان مسجدِ نبوی سے اتنا قریب تھا کہ اگر گھر سے آواز دیں تو مسجد میں سُنی جا سکے' اجازت پا کر اپنے حُجرہ کے دروازہ پر کھڑی ہوئیں اور پکار کر کہا: ابُولبابہ! مُبارک ہو' تمہاری توبہ قبول ہوئی' پھر کیا تھا یہ آواز کانوں میں پہنچتے ہی تمام مدینہ اکٹھا ہو گیا۔

رسول اللہ ﷺ کے صُلب سے ان کی کوئی اولاد نہ تھی۔ اپنے غلام سفینہ رضی اللہ عنہ کو اس شرط پر آزاد کیا کہ وہ تاحیات حضُور ﷺ کی خدمت کریں۔

ایک دن نبی کریم ﷺ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے کہ آیۂ تطہیر کا نزول ہوا۔ حضور ﷺ نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ' حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حُسین رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ ان پر اپنا کمبل ڈال دیا اور فرمایا "بارِ الٰہی! یہ میرے اہلِ بیت ہیں"۔

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: یَارَسُولَ اللہ! کیا میں بھی اہلِ بیت سے ہوں فرمایا "تم اپنی جگہ پر ہو اور اچھی ہو"۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: بلٰی انشاء اللہ (ہاں اگر اللہ نے چاہا)۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ کے پاس آپ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا بھی بیٹھی ہوئی تھیں۔ آپ نے فرمایا: تم بھی اور یہ بھی۔ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا بہت صائب الرائے تھیں جب مسلمان عُمرہ شریف کیلئے مکہ معظمہ گئے اور کُفّار

marfat.com

نے اجازت نہ دی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صلح حدیبیہ کے بعد مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ قربانیوں کے جانوروں کو ذبح کریں' مگر بہت سے صحابہ کے دل غمگین تھے اس لئے انہوں نے قربانیوں میں کچھ تامل کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے ملول ہوئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کیا تو انہوں نے مشورہ دیا "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مسلمانوں نے آپ کا فرمان اچھی طرح نہیں سمجھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود باہر نکل کر قربانی کریں اور احرام اُتارنے کیلئے بال منڈوائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کا مشورہ قبول کرلیا اور کسی سے کچھ کہے بغیر خود ہی قربانی کی اور احرام اُتارا۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ناطق ہے تو سب نے دھڑا دھڑ قربانیاں کیں اور سر کے بال منڈوادیئے۔

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کو حدیث سُننے کا بہت شوق تھا۔ ایک دن بال گندھوا رہی تھیں کہ رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لائے اور خُطبہ دینا شروع کیا۔ ابھی زبان مبارک سے ایھا الناس ہی نکلا تھا کہ مشاطّہ کو حکم دیا کہ "بال باندھ دو"۔ اس نے کہا "اتنی بھی کیا جلدی ہے' ابھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایھا الناس ہی فرمایا ہے۔ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا اُٹھ کھڑی ہوئیں' اپنے بال خود باندھے اور برہمی سے بولیں: کیا ہم آدمیوں میں شامل نہیں؟ اس کے بعد بڑے انہماک سے پورا خطبہ سنا۔

حضرت اُمّ المومنین کی رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبّت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے ایک مرتبہ ایسا ہار پہن لیا جس میں سونے کی بھی آمیزش تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہار دیکھا تو اسے ناپسند فرمایا۔ آپ نے اسی وقت اس ہار کو توڑ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی محبت کا یہ عالم تھا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذرا برابر ناراضگی برداشت نہیں کرسکتی تھیں' جب ازواجِ مُطہّرات نے اپنا وکیل بنا کا ان کو

marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا تا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب اُمّہات کے ہاں تحائف بھیجیں تو رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا ' عائشہ رضی اللہ عنہا کے معاملے میں مجھے اذیت نہ دو۔ تو فوراً انہوں نے کہا کہ میں اللہ سے آپ کی اذیت دینے سے پناہ مانگتی ہوں۔

ایک مرتبہ آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی یا رسُولَ اللہ! کیا وجہ ہے کہ قرآن میں ہمارا ذکر نہیں تو رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور یہ آیت مبارکہ پڑھی:

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤمِنِيْنَ وَالْمُؤمِنَات

اس سے رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ سے جو محبت تھی اس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

اُمُّ المومنین اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر محبت تھی کہ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ موئے مُبارک چاندی کی ڈبیہ میں محفوظ کر کے رکھے ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرما جانے کے بعد جب بھی کوئی بیمار آتا تو ان موئے مبارک کو پیالی کے پانی میں پھیر کر اسے پلا دیتیں' وہ صحت یاب ہو جاتا۔ واقعہ ایلا کے ضمن میں جب حضرت صِدّیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا کو اور حضرت عُمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو تنبیہ کی تو وہ زائد مصارف کے مُطالبہ سے دستبردار ہو گئیں چونکہ حضرت اُمِ سلمہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رشتہ دار تھیں۔ اس لئے انہوں نے آپ کو سمجھانا چاہا تو حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے سخت لہجے میں کہا:

اے ابنِ خطاب! تعجُّب ہے کہ تم ہر بات میں دخل دیتے ہو۔ یہاں تک کہ اب تم رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی ازواج کے مُعاملات میں بھی دخل دینے لگے ہو۔

چونکہ جواب بہت سخت تھا اس لئے آپ خاموشی کے ساتھ واپس تشریف لے آئے۔ رات کو یہ خبر مشہور ہو گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام ازواج کو طلاق دے دی

marfat.com

ہے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور تمام واقعہ بیان کیا اور جب سیدہ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کا قول نقل کیا تو پیارے مصطفےٰ ﷺ مسکرا دیے۔

آپ کی زندگی نہایت زاہدانہ تھی۔ عبادتِ الٰہی سے خصوصی لگاؤ تھا۔ رمضان المبارک کے روزوں کے علاوہ ہر ماہ تین روزے رکھتیں اوامر و نواہی کی بے حد پابند تھیں۔

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کو حضور ﷺ نے ایک شیشی عطا کی تھی جس میں خاک تھی' فرمایا سنبھال کر رکھنا اور یہ یاد رکھنا کہ جس دن یہ خاک خُون بن جائے وہ حُسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا دن ہوگا۔

مسند احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ میں روایت ہے کہ ۶۱ ہجری میں جس دن امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے عظیم المرتبت رُفقاء کے ساتھ دشتِ کربلا میں جامِ شہادت نوش کیا۔ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے خواب میں دیکھا کہ رحمتِ دو عالم ﷺ تشریف لائے ہیں۔ سر اور ریش مُبارک غُبار آلُود ہے اور بہت غمزدہ ہیں۔

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: یارسُولَ اللہ ﷺ کیا حال ہے؟"

فرمایا: حُسین رضی اللہ عنہ کے مقتل سے آرہا ہوں"۔

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کی آنکھ کُھل گئی اور بے اختیار رونے لگیں اور بلند آواز سے فرمایا: عراقیوں نے حُسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا' خدا انہیں قتل کرے۔ اُنہوں نے حُسین رضی اللہ عنہ سے دغا کی؛ خدا اُن پر لعنت کرے۔ (مسند احمد)

پھر آپ نے شیشی کی طرف دیکھا تو خاک خون میں تبدیل ہو چکی تھی۔

اوامر و نواہی کا بھی بہت خیال رکھتی تھیں۔ نماز کے اوقات میں بعض لوگوں نے مُستحب وقت ترک کر دیا تو حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے اُن کو تنبیہ کی اور فرمایا کہ

marfat.com

آنحضرت ﷺ ظہر جلد پڑھا کرتے تھے اور تم عصر جلد پڑھتے ہو۔ خود بھی بڑی سخی تھیں اور دوسروں کو بھی سخاوت کی ترغیب دیتی تھیں۔ ایک بار چند فقیر ان کے گھر آئے اور بڑی لجاجت سے سوال کرنے لگے' ام الحسین ان کے پاس بیٹھی تھیں' انہوں نے ڈانٹا مگر اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے ان کو روکا اور کہا کہ ہم کو اس کا حکم نہیں ہے۔ پھر لونڈی کو حکم دیا کہ ان کو کچھ دے کر رخصت کرو' کچھ نہ ہو تو ایک چھوہارا ان کے ہاتھ پر رکھ دو۔

ایک مرتبہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: اماں! میرے پاس مال اس قدر جمع ہو گیا ہے کہ اب تباہی کا خطرہ ہے"۔ بولیں "بیٹا! خرچ کرو' آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ بہت سے صحابہ ایسے ہیں جو مجھ کو میری موت کے بعد پھر کبھی نہ دیکھیں گے"۔

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا اپنے باپ کی مانند بے حد سخی تھیں۔ خود بھی سخاوت کرتی تھیں' دوسروں کو بھی سخاوت کی ترغیب دیتی تھیں۔ ناممکن تھا کہ کوئی سائل ان کے گھر سے خالی ہاتھ چلا جائے' زیادہ نہ ہوتا تو تھوڑا آتا یا جو کچھ بھی ہوتا سائل کو دے ڈالتیں۔

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے ۶۳ ہجری میں ۸۴ سال کی عمر میں وفات پائی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

marfat.com

اُمّ المومنین

حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا

زوجِ سرکارِ دو عالمؐ زینبِ ایمان ہیں
سیّدہ زینبؓ خدائے پاک کا احسان ہیں

جو بھی ہے منسوب آقا سے وہی ہے معتبر
اس کا اُسوۂ زندگی اقوال اس کے پُر اثر

سیدہ زینب کہ تھیں وقفِ عبادت ہر گھڑی
خالقِ کونین کی رحمت اُنہیں حاصل ہوئی

غم کے ماروں کا سہارا ایک ان کی ذات تھی
شارحِ اقوالِ احمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اک اک بات تھی

جو ملا جتنا ملا وہ راہِ مولا دے دیا
اس کے بدلے میں رضائے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے لیا

خادمہ خود کو سمجھتیں تھیں نبیؐ پاک کی
ان کو تھی ملحوظ خدمت سرورِ لولاک کی

اُن پہ راضی تھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اُن پہ راضی تھا خدا
نور برسے اُن کے مرقد پر ہمیشہ اے رضا

(محمد اکرم رضا)

marfat.com

اُم المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

اُمّ المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا مقام و مرتبہ اُمہاتُ المومنین اور صحابیات میں عزّت و وقار کی نظروں سے دیکھا جاتا تھا۔ ایک تو اس لئے کہ آپ حضور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قریبی رشتہ دار تھیں، حسین و جمیل تھیں، مُعزز خاندان سے تعلق رکھتی تھی۔ حکمِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیل حضرت زید بن حارثہ کی صورت میں ایک امتحان سے گزریں اور بِالآخِر اُمّ المومنین کا لقب اُن کے اسمِ گرامی کا حِصّہ بن گیا۔

حضرت زینب بنت رضی اللہ عنہا جب اپنے خاندان والوں کے ہمراہ مدینہ منورہ پہنچیں تو بڑے آرام و سکون کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگیں لیکن رشتے کی قرابت کی بناء پر وہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت میں رہیں۔

حضرت زینب ان نہایت خوش بخت، نفُوس میں تھیں جنھوں نے السابقون الاوّلون بننے کا شرف حاصل کیا۔ ۱۳ بعد بعثت اپنے اہلِ خاندان کے ہمراہ ہجرت کر کے مدینہ آئیں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا ازواجِ مُطہراتِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم میں ساتواں نمبر ہے۔

آپ پیارے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھُوپھی زاد تھیں۔ آپ اپنی اور اپنے نِکاح کے ولی ہونے کے اعتبار سے تمام ازواجِ رسُول سلام اللہ علیہم اجمعین میں مُمتاز ہیں۔ آپ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر ازواج سے کہا کرتیں:

میرے علاوہ ان میں سے ایسی کوئی بھی عورت نہیں مگر اس کی شادی یا تو اس کے باپ یا اس کے بھائی یا اہل خاندان نے کی مگر میری شادی کا آسمان سے خود اللہ تعالیٰ نے بلاواسطہ اہتمام فرمایا۔

آپ وہ عظیم المرتبت خاتون ہیں جن کی وجہ سے اسلام سے دو ایسی رسموں کا

marfat.com

قلع قمع ہوا جو اسلامی مزاج کے سخت خلاف تھیں۔ ان میں ایک تو غلام اور آزاد۔ غریب اور مالدار۔ صاحبِ نسب اور غلام کے درمیان تمیز کا خاتمہ کر کے سب کو مساوی حقوق عطا کرنا اور دوسرا اپنے متبنیٰ بیٹے کی بیوی سے بعد از طلاق نکاح کرنا شامل تھا جس کو عرب بہت بُرا خیال کرتے تھے۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غُلام اور مُنہ بولے بیٹے تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں بے حد محبوب رکھتے تھے اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ عَلاّمہ ابنِ سعد نے لکھا ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو بعض وجُوہ کی بِناء پر یہ رشتہ پسند نہ تھا اس لئے انہوں نے نکاح سے پہلے رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی:

"یارسُولَ اللہ! میں زید رضی اللہ عنہ کو اپنے لئے پسند نہیں کرتی"

لیکن حضُور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس نکاح میں بہتری سمجھتے تھے۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منشا کے مطابق حضرت زید رضی اللہ عنہ کا عقد حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے ہو گیا لیکن دونوں میں نباہ نہ ہو سکا۔ تقریباً ایک برس بعد حضرت زید رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شکایت کی کہ "یارسول اللہ! زینب مجھ سے زُبان دراز کرتی ہے میں اُسے طلاق دینا چاہتا ہوں"۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سمجھایا کہ طلاق اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ فعل نہیں ہے چنانچہ سورہ احزاب کی اس آیت میں اسی طرف اشارہ کیا۔ وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْہِ اَمْسِکْ عَلَیْکَ زَوْجَکَ وَاتَّقِ اللّٰہَ

(پارہ ۲۲، سورہ الاحزاب، آیت ۳۷)

ترجمہ: اور جب کہ تم اس شخص سے جس پر اللہ نے اور تم نے احسان کیا' یہ کہتے تھے کہ اپنی بیوی کو نکاح میں رکھو اور خُدا سے ڈرو۔

marfat.com

بہر حال حضرت زید رضی اللہ عنہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نباہ نہ ہونا تھا' نہ ہوا اور حضرت زید رضی اللہ عنہ نے بالآخر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنتِ جحش بن رباب اسدیہ رضی اللہ عنہا سے ماہ صفر ۵ھ (م جون ۶۲۶ھ) میں عقد فرمایا۔ آپ عبداللہ بن جحش کی ہمشیرہ تھیں اور آپ کی والدہ امیمہ بنت عبدالمطلب آنحضرت کی پھوپھی تھیں۔ حضرت زینب پہلے اسلام لانے والوں میں تھیں۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے انہیں طلاق دینے کے بعد آپ نے ان سے عقد فرمالیا۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ' حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے غلام تھے جنہیں انہوں نے آپ کی نبوت سے قبل آپ کو ہبہ کر دیا تھا۔ اس وقت ان کی عمر آٹھ سال کی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آزاد کر کے اپنا متبنیٰ بنالیا۔ اسی لئے لوگ انہیں زید بن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ کر پکارتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا ان سے عقد فرما دیا تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ان کا رشتہ حضرت زید سے مانگا تو انہوں نے زید سے عقد کرنے سے انکار کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر زور دیا کہ آپ ان سے عقد کر لیں' عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے دل سے مشورہ کروں گی۔

ابھی دونوں یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا

(پارہ ۲۲، سورہ الاحزاب، آیت ۳۶)

جب اللہ اور اسکا رسول کسی معاملہ میں کوئی فیصلہ فرمادیں تو پھر کسی مومن مرد یا کسی مومنہ عورت کو اپنے معاملہ کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ صریح گمراہی میں مبتلا ہو گیا۔

marfat.com

تب حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ نے حضرت زید کو مجھ سے نکاح پر راضی کرلیا ہے۔ فرمایا: ہاں۔ عرض کیا: تب میں رسول اللہ کی حکم عدولی نہیں کرتی' میں نے خود کو ان کے عقد میں دے دیا۔

ابتداء میں ان کے اس عقد کے اعراض کی وجہ یہ تھی کہ وہ سمجھتی تھیں کہ زید غیر کفو ہیں اور وہ حسب نسب میں ان سے کہیں بہتر و افضل ہیں اور ان کے مزاج میں تیزی و غصہ تھا لیکن جب اس کے متعلق آیت نازل ہوئی تو راضی ہو گئیں۔

طلاق کے بعد جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا ایام عدت پورے کر چکیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان سے نکاح کرنا چاہا لیکن عرب میں اس وقت تک رسوم جاہلیت کا اثر باقی تھا اور لوگ منہ بولے بیٹے کو حقیقی بیٹے کے برابر سمجھتے تھے۔ چونکہ حضرت زید رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ بولے بیٹے اور لوگوں میں زید بن محمد کے نام سے مشہور تھے۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عام لوگوں (اور بالخصوص منافقوں) کے اعتراض کے خیال سے اس نکاح میں تامل ہوا۔

اللہ تعالیٰ کو چونکہ جاہلیت کی رسوم کا مٹانا منظور تھا۔ اس لئے یہ آیت نازل ہوئی:

وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ (پارہ ۲۲، سورہ الاحزاب، آیت ۳۷)

ترجمہ: تم اپنے دل میں وہ بات چھپاتے ہو جس کو خدا ظاہر کر دینے والا ہے اور لوگوں سے ڈرتے ہو حالانکہ اللہ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ تم اس سے ڈرو۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے واضح الفاظ میں مُعترضین کو مُتنبہ کیا۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (پارہ ۲۲، سورہ الاحزاب، آیت ۴۰)

marfat.com

''(لوگو) محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں''۔

اور پھر حکم ہوا:

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ

لوگوں کو ان کے (حقیقی) باپ کے نام سے پکارو۔

نیز حق تعالیٰ نے فرمایا:

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا (پارہ ۲۲، سورہ الاحزاب، آیت ۳۷)

جب حضرت زید حضرت زینب سے اپنی حاجت پوری کر چکے تو ہم نے ان کا عقد آپ سے کر دیا تا کہ دوسرے مومنوں کو اپنے متبناؤں کی مطلقہ بیویوں سے عقد کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو اور اللہ کا حکم پورا ہی ہونے والا تھا۔

حق تعالیٰ نے اس سے قبل ہی آنحضرت ﷺ پر وحی نازل فرمادی تھی کہ زید عنقریب اپنی بیوی کو طلاق دے دیں گے۔ ان کے بعد آپ ان سے عقد کرلیں۔ لیکن آنحضرت ﷺ نے اسے پوشیدہ رکھنے کا اہتمام فرمایا اور حضرت زید سے بھی فرمایا کہ اپنی بیوی سے تعلق باقی رکھو لیکن اس پر حق تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ سے فرمایا:

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ ۭ (پارہ ۲۲، سورہ الاحزاب، آیت ۳۷)

اس وقت کو یاد کیجئے کہ جب آپ اس شخص سے جس پر اللہ نے اپنا انعام کیا اور

marfat.com

آپ نے بھی ان پر احسان کیا تھا فرمار ہے تھے کہ ابھی اپنی بیوی کو روکے رکھو طلاق نہ دو۔ اللہ سے ڈرو کہ آپ اپنے دل میں وہ بات چھپائے رکھنا چاہتے ہیں جسے خدا ظاہر کر دینا چاہتا ہے۔ آپ لوگوں کے طعن سے ڈرتے ہیں حالانکہ صرف حق تعالیٰ ہی کی وہ ہستی ہے جس سے آپ کو ڈرنا چاہیئے۔

اب کوئی امر مانع نہیں تھا چنانچہ حضور ﷺ نے یہ خدمت حضرت زید رضی اللہ عنہ ہی کو تفویض کی کہ وہ آپ کا پیغام نکاح لے کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس جائیں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے گھر گئے اور کہا:

"زینب! رسول ﷺ اللہ تم سے نکاح کے خواہشمند ہیں"

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: "میں خدا کے حضور متوجہ ہوتی ہوں"۔

یہ کہہ کر مصلیٰ پر کھڑی ہو گئیں، اور اللہ تعالیٰ نے آیات اُتاریں تو بالآخر ہاں میں جواب دیا۔

خدائے کریم نے یہ فرما کر کہ محمد ﷺ تم میں سے کسی کے حقیقی باپ نہیں، ایک جھوٹی رسم کا بطلان کر دیا تھا۔ اس رسم کا خاندانی وارثان کے حقوق پر زہریلا اثر ہوتا تھا اور وراثتوں کے مسئلہ پر خاندانوں میں عداوتوں کی بنیاد قائم ہو جاتی۔ متبنیٰ بننے والا فرزند جو شجرۂ خاندان سے شاخِ بریدہ کی مانند ہوتا تھا۔ اس کے دل اور رُوح میں تمام عُمر یہ بات کھٹکتی رہتی تھی کہ اس نئے خاندان سے سچ مچ اس کا کوئی تعلق خون کا نہیں۔ اگر برادرانِ حقیقی کو اچھی حالت میں دیکھتا تو حسد کرتا اور اگر برادرانِ حقیقی اسے اچھی حالت میں دیکھتے تو وہ حسد کرتے۔ جب متبنیٰ بالغ ہو جاتا تو متبنیٰ کرنے والا بھی مایوس ہو جاتا۔

طلاق یافتہ خاتون کا مقام معاشرہ میں گھٹ جاتا مگر یہاں تو معاملہ کو اس طرح سلجھایا گیا کہ تاریخ اسلامی کا باب زرنگاہ بنا دیا گیا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ خود حضرت زینب

marfat.com

بنتِ جحش رضی اللہ عنہا کے پاس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نکاح کا پیغام لے کر گئے۔
حضرت زید رضی اللہ عنہ تو فدائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے اُن کو چھوڑ کر ہر متبنّٰی سے تو ان جیسے کردار کی توقع نہیں رکھی جا سکتی۔ عیسائیوں اور منافقوں نے بہت شور مچایا مگر اُنکا تمام تر واویلا ذاتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر افواہیں اور خرافات تراشنے کا تھا۔ رب کریم نے واضح کر دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام اُمت کے افراد کیلئے باپوں سے بڑھ کر محترم ہیں مگر سوائے اپنی ذاتی اولاد کے کسی کے حقیقی باپ نہیں۔ خدائے کریم نے اس رسم کو ختم کر کے آنے والے دور کو کتنی ہی خاندانی مناقشوں اور قباحتوں سے بچالیا۔

روایت کے مطابق چونکہ یہ نکاح رب العزت نے اپنی خاص ولایت سے فرمایا تھا اور اس نکاح کے اعلان کیلئے آیت بھی نازل فرمائی تھی اس لئے پیارے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ولیمہ کا بڑا اہتمام فرمایا کہ ایسا ولیمہ آپ کی پہلی کسی زوجہ کا نہیں ہوا تھا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بیوی کے ولیمہ میں اس قدر اہتمام نہیں فرمایا۔ آپ نے ایک بکری کو ذبح کیا اور لوگوں کو پیٹ بھر کر گوشت روٹی کھلائی۔ لوگ کھانا کھا کر چلے گئے لیکن تین اشخاص وہیں بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شدید حیاء کی وجہ سے انہیں تو کچھ نہیں کہا لیکن خود مجلس سے اُٹھ کر حضرت اُم المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں چلے گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو اس نکاح کی مبارک باد دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پھر واپس تشریف لائے تو یہ تینوں ابھی بھی بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ اسی حجرے میں ام المومنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بھی دیوار کی طرف منہ کر بیٹھی ہوئی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پھر باہر تشریف لے گئے اور باری باری تمام ازواج کے پاس تشریف لے گئے۔ تمام ازواجِ مطہرات سلام اللہ علیہم نے آپ کو مبارک باد دی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے تو تب یہ تینوں واپس چلے

marfat.com

گئے تو اللہ ربُّ العزّت نے یہ آیتِ حجاب نازل فرمائی:

ترجمہ: اے ایمان والو! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر مت جاؤ مگر اس صورت میں جب تم کو کھانے کی اجازت دی جائے۔ اس طرح کہ تم اس کی تیاری کے منتظر نہ رہو لیکن جب تمہیں مدعو کیا جائے تو آ جاؤ، پھر جب کھا چکو تو چلے جاؤ اور باتوں میں نہ لگ جاؤ، کیونکہ اس بات سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوتی ہے، سو وہ تمہارے لحاظ سے کچھ نہیں کہتے۔ مگر اللہ کو حق بات کہنے سے کوئی شرم نہیں، اور جب تم ان (ازواجِ مُطہّرات) سے کوئی چیز مانگو تو پردہ کی آڑ سے مانگو۔

اس آیت کے نزول کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکان کے دروازے پر پردہ لٹکا دیا اور لوگوں کو گھر کے اندر داخل ہونے کی ممانعت ہوگئی۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح کئی خصوصیات کا مظہر تھا۔

۱۔ جاہلیت کی رسم کہ متبنیٰ حقیقی بیٹے کا درجہ رکھتا ہے، مٹ گئی۔

۲۔ لوگوں کو حکم ہوا کہ کسی کو حقیقی باپ کے علاوہ دوسرے (منہ بولے باپ) سے منسوب نہ کرو۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح وحی کے ذریعے کیا۔

۴۔ نہایت شاندار ولیمہ کیا گیا جس میں بکری کا گوشت اور روٹی اور حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا کا بھیجا ہوا مالیدہ تھا۔ بکثرت لوگوں نے شکم سیر ہو کر کھانا کھایا۔

۵۔ اس موقع پر آیتِ حجاب نازل ہوئی اور پردہ کا رواج ہوا۔

یہی خصوصیات تھیں جن کی بناء پر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہمسری کا دعویٰ تھا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نہایت دیندار، پرہیزگار، حق گو اور مخیر تھیں، ان کی عبادت

marfat.com

و زہد کا خود رسولِ کریم ﷺ نے اعتراف فرمایا۔ ایک دفعہ حضور ﷺ مہاجرین کی ایک جماعت میں مالِ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے، حضرت زینب رضی اللہ عنہا بھی اس موقع پر موجود تھیں، آپ نے کوئی ایسی بات کہی جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ناگوار گزری، انہوں نے ذرا تلخ لہجے میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو دخل دینے سے منع کیا۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: عمر ان سے کچھ نہ کہو یہ اواہ (یعنی بڑی عابد و زاہد) ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان کے متعلق فرمایا ہے:

"میں نے دین کے معاملے میں زینب رضی اللہ عنہا سے بہتر کوئی عورت نہیں دیکھی"

آپ رسول اللہ ﷺ کے فرامین کی بڑی شدت سے پابند تھیں جو کہ آپ کی پیارے مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ محبت کا ایک بہت بڑا ثبوت ہے۔ جب آپ کے بھائی کا وصال ہوا تو تین دنوں کے بعد آپ نے خوشبو منگوائی اور اُسے اپنے جسم اور کپڑوں پر لگایا پھر فرمایا: خدا کی قسم مجھے خوشبو کی ضرورت تو نہ تھی لیکن میں نے یہ کام صرف اس لئے کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو عورت اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتی ہے اس کیلئے حلال نہیں کہ کسی کے مرنے پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے، البتہ شوہر کے مرنے پر چار ماہ دس دن کا سوگ کرنا چاہیئے۔ آپ کی محبت کی وجہ سے پیارے مصطفیٰ ﷺ بھی اُن سے محبت فرماتے تھے۔

اُم المومنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا پیارے مصطفیٰ ﷺ سے کہا کرتیں کہ مجھے تین باتوں میں آپ پر ناز ہے۔ آپ ﷺ کی کوئی اور بیوی اس بارے میں ناز نہیں کر سکتی۔

میرے جدامجد اور آپ کے جدامجد ایک ہیں۔

میرا اور آپ کا نکاح اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر پڑھایا۔

میرے معاملے میں سفیر حضرت جبریلِ امین تھے۔

marfat.com

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان کے متعلق فرمایا ہے:

واقعہ افک میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی حقیقی بہن حمنہ رضی اللہ عنہا بنت جحش بھی غلط فہمی کا شکار ہو گئی تھیں لیکن جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق استفسار کیا تو انہوں نے صاف صاف کہہ دیا:

"میں عائشہ رضی اللہ عنہا میں بھلائی کے سوا کچھ نہیں پاتی"

ابن سعد کا بیان ہے کہ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کو مخاطب کر کے فرمایا:

"تم میں سے وہ مجھے جلد ملے گی جس کا ہاتھ سب سے لمبا ہوگا"۔

اُمّ المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ہم اکٹھیں ہوتیں تو دیوار پر اپنے بازو پھیلا دیتیں۔ انہیں لمبا کرتیں تا کہ یہ لمبے لگیں۔ (یہ اس لئے کہ تمام کی خواہش تھی کہ وہ پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائے) ہم ہمیشہ ایسا کرتی رہیں یہاں تک کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا وصال ہو گیا' حالانکہ وہ چھوٹے قد کی عورت تھیں۔ اللہ ان پر رحم فرمائے' ہم سے زیادہ لمبی نہ تھیں۔ پس ہم سمجھ گئیں کہ لمبے ہاتھ سے پیارے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد سخاوت تھی۔ آپ اپنے ہاتھ سے کام کرتیں تھیں۔ رنگ اور سلائی کرتیں اور جو اجرت ملتی سب کی سب صدقہ کر دیتیں۔

اُمّ المومنین سیّدہ زینب بنت جحش سلام اللہ علیہا اپنے ہاتھ سے کام کرتیں اور جو کچھ بھی اجرت ملتی سب کی سب مساکین میں تقسیم کر دیتیں۔ ایک روایت کے مطابق آپ چمڑے اور کپڑے پر دستکاری کرتیں اور دوسری روایت کے مطابق چمڑا پکاتی تھیں۔ ابوبکر بن خیثمہ سے مروی ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اُمّ المومنین سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرمایا:

marfat.com

میں نے ان سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والی، سب سے زیادہ صدقہ خیرات کرنے والی، سب سے زیادہ محنت کر کے صدقہ کرنے والی اور اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے والی عورت نہیں دیکھی۔

آپ بڑی نیک، روزہ دار اور عبادت میں محو رہنے والی تھیں۔ اپنا کام بڑی مشقت سے کرتی تھیں۔ کمائی کیلئے شدید محنت کرتی تھیں مگر مجال ہے کہ کبھی پاس کچھ رکھا ہو۔ مال بیچنے پر جو کچھ بھی ملا بلا تاخیر غرباء اور فقراء میں تقسیم کر دیا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا پہلا نام "برہ" تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا نکاح آسمانوں پر ہوا تھا۔ اس لئے آپ ان کے گھر میں بغیر اجازت داخل ہوتے تھے اور پوچھنے پر فرمایا تھا کہ خدا نے تمہارے ساتھ میرا نکاح آسمانوں پر کر دیا اور جبرائیل علیہ السلام اور دوسرے فرشتے اس کے گواہ ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے حوالے سے آسمانوں پر نکاح والی بات فرمائی تو مجھے خیال ہوا کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا میں حسن و جمال تو پہلے ہی موجود ہے۔ اب وہ اس بات پر فخر کریں گی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا نکاح آسمان پر کر دیا ہے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا اصل نام واقعی یہی تھا لیکن سلطانِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے بدل کر زینب کر دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اُم المومنین سیدہ زینب بنت جحش سلام اللہ علیہا کا وصال سب سے پہلے ہوا۔ قاسم بن محمد کی روایت کے مطابق جب وصال کا وقت آیا تو آپ نے وصیت کی کہ مجھے اس کفن میں دفنایا جائے جو کہ آپ نے خود اپنے لئے تیار کیا تھا اور پھر فرمایا ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ میرے لئے کفن بھیجیں تو اسے صدقہ کر دینا۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کے وصال کے بعد پانچ کپڑے خوشبو لگا کر کفن کیلئے بھیجے جو آپ کی وصیت کے مطابق آپ کی بہن حضرت حمنہ نے صدقہ کر دیئے۔

marfat.com

اُمّ المومنین سلام اللہ علیہا نے یہ بھی وصیت کی تھی کہ مجھے پیارے مصطفےٰ ﷺ کے تابوت میں اٹھایا جائے۔ اس سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق کو اس تابوت پر اٹھایا جا چُکا تھا۔ آپ وہ پہلی خاتون تھیں جن کو پیارے مصطفےٰ کے تابوت پر اُٹھایا گیا۔ سیدہ کا وصال ۲۰ ہجری میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوا۔ اس وقت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی عمر مُبارک ۵۳ سال تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ جب آپ کی لحد بنائی جارہی تھی تو گرمی بہت تھی' اس لئے حضرت عُمر رضی اللہ عنہ نے اس جگہ خیمہ لگوایا۔ یہ پہلا خیمہ تھا جو جنّت البقیع میں نصب کیا گیا۔ آپ کو قبر میں حضرت اسامہ بن زید' حضرت عبداللہ بن جحش' محمد بن عبداللہ بن جحش اور عبداللہ بن ابی بن جحش نے اُتارا۔ روایت میں ہے کہ جب آپ کا وصال ہوا تو اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمارہی تھیں:

''افسوس آج ایسی عورت گزر گئی جو بڑی پسندیدہ اوصاف والی' عبادت گزار اور یتیموں اور بیواؤں کا سہارا تھیں''۔

اُمّ المومنین حضرت زینب بنت جحش امیر گھرانے سے تعلّق رکھتی تھیں۔ یہ گھرانہ شروع ہی سے صدقہ وخیرات اور داد و دہش کے لئے مشہور تھا۔ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے شادی سے پہلے آپ کے لِباس بہت خُوبصورت ہوتے تھے۔ چونکہ خوبصورت تھیں اس لئے آرائش کا خصُوصی خیال رکھتی تھی' مگر جب سرکارِ دو عالَم ﷺ سے شادی ہوئی تو انتہائی سادہ زندگی بسر کرنی لگیں۔ خُود کو نبی کریم ﷺ کے اُسوہ میں ڈھال لیا' کبھی کسی چیز کی ضد نہ کی' جو کچھ عطا ہوا خُدا کی راہ میں بِلا تاخیر خیرات کر دیا۔ حتّیٰ کہ امیر المومنین نے آپ کے پاس وظائف کی رقم بھیجیں مگر وہ سب کچھ بھی خیرات کر دیا۔ آپ مدینہ منورہ کے غرباء' فقراء' یتیموں' بے کسوں اور رنج و آلام کے مارے ہوؤں کیلئے جائے امان تھیں۔ بے کسوں کا سہارا تھیں۔ آپ بہت رقیق القلب تھیں' کسی کو

marfat.com

تکلیف میں دیکھ ہی نہیں سکتی تھیں۔ آپ مسکینوں اور غریبوں کی سرپرستی فرماتی تھیں۔

متعدّد روایت میں ہے کہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب پہلی مرتبہ اُمّ المومنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو (۱۲ ہزار درہم کا) وظیفہ بھیجا تو انہوں نے اسے تمام ازواج کیلئے سمجھا۔ آپ نے فرمایا: عمر مجھ سے بہتر تقسیم کر سکتے تھے۔ بتایا گیا کہ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا نے کہا سُبحان اللہ! پھر اپنے اور اس مال کے درمیان پردہ حائل کر دیا اور پھر مال لانے والے سے کہا کہ اس ڈھیر پر پردہ ڈال دو پھر گھر میں موجود برزہ بنت رافع سے فرمایا کہ اپنا ہاتھ اس کپڑے کے نیچے لے جا اور جتنا ہاتھ میں آئے اسے فُلاں بنی فُلاں کو دے آؤ۔ آپ اسی طرح فرماتی رہیں کہ یہ مال فُلاں یتیم کو فلاں مسکین کو دے آ۔ جب برائے نام مال رہ گیا تو میں نے (برزہ) عرض کی: اے اُمّ المومنین! اللہ آپ کی مغفرت فرمائے' اس مال میں آخر ہمارا ابھی کچھ حق ہے۔ اس پر اُمّ المومنین نے فرمایا: اچھا جو کچھ بھی اس کپڑے کے نیچے ہے وہ تم لے لو۔ اس پر جب میں نے کپڑا اٹھا کر دیکھا تو اس کے نیچے ۸۵ درہم تھے جب سارا مال تقسیم ہو چکا تو آپ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر فرمایا: اے اللہ اس سال کے بعد عمر (رضی اللہ عنہ) کا وظیفہ مجھے نہ پائے۔

چُنانچہ سال گزرنے سے پہلے پہلے آپ کا وصال ہو گیا۔

دُوسری رویت کے مُطابق جب آپ نے حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کا بھیجا ہوا تمام وظیفہ اسی وقت تقسیم کر دیا تو اس کی خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی ہو گئی۔ آپ نے ایک ہزار درہم اور روانہ کئے اور پیغام دیا کہ میری طرف سے سلام قبول کریں۔ بارہ ہزار تو آپ نے تقسیم کر دیئے' یہ ایک ہزار اپنی ضروریات کیلئے قبول فرمائیں۔ آپ نے وہ ایک ہزار بھی اسی وقت اللہ کی راہ میں تقسیم کر دیئے۔

آپ کے انتقال سے یتیموں میں کُہرام مچ گیا۔ غُرباء کی آنکھیں آنسوؤں کے

marfat.com

دریا اُگلنے لگیں۔ مساکین اور یتماء یوں محسوس کرنے لگیں جیسے سر سے رحمت کا سائبان اُٹھ گیا ہو۔ رسُولِ کریم ﷺ نے آپ کے گھر کو غرباء و مساکین کیلئے مرکزِ بخشش کہا تھا۔ اس موقعہ پر اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا کے یہ الفاظ تاریخ کا اعزاز بنتے ہیں۔

"میں نے کوئی عورت حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا سے زیادہ دیندار، زیادہ پرہیز گار، زیادہ راست گفتار، زیادہ فیاض، مخیّر اور اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں زیادہ سرگرم نہیں دیکھی"۔

حضرت زینب بنت جحش کا تعلّق محدّثین کے پانچویں طبقے سے تھا جن سے چالیس یا چالیس سے کم احادیث مروی ہیں۔ آپ کی بیان کردہ احادیث کی تعداد گیارہ ہے جن میں سے دو متّفق علیہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت زینب بنت جحش کو سیرت وصُورت دونوں لحاظ سے بے حد و حساب نوازا تھا۔ نسوانی حسن و جمال اور سلیقہ شعاری میں اپنے دور کی کسی خاتون سے کم نہ تھیں۔ آپ کا قد مُبارک نہایت موزوں تھا۔ موزوں اندام اور خُوبصورت تھیں۔ شب بیداری فرماتیں، خُدا کی بے پناہ عبادت کرتیں۔ اپنے محترم شوہر آقائے دو عالم ﷺ سے اس درجہ عقیدت تھیں کہ آپ کی ہر بات کو وظیفہ حیات سمجھ کر دل میں اُتار لیا کرتی تھیں۔

زوجہ رسول (ﷺ) ہونے کے ناتے سے آپ کا مقام و مرتبہ پہلے ہی بے حد سربلند و سرفراز ہے مگر آپ کے نکاح نے ایک بہت بڑی سچائی کو کائنات کے لئے واضح کر دیا اور آپکی بدولت متبنیٰ اور حقیقی بیٹے کا فرق واضح ہو گیا تا کہ اسلام کے انتہائی اُجلے اور جگمگاتے دامن پر کوئی کم ظرف ایک معمولی سا دھبہ لگانے کی جُرأت بھی نہ کر سکے۔

سیّدہ زینبؓ غریبوں کیلئے وجہِ قرار
ہاں وہ اُمّ المومنینؓ شہرِ مدینہ کی بہار

marfat.com

اُمّ المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا

جویریہؓ سیّدِ دو عالَم کے نامِ نامی پہ مرنے والی
جویریہؓ خوفِ خالقِ بزمِ ہر دو عالَم سے ڈرنے والی
یہ مادرِ مومناں ہے اور ہے یہ زوجِ محبوب ہر دو عالَم
سرِ عقیدت ہر ایک مومن کا اُن کے ہی اِحترام میں خَم
حبیبِ عالَم کے واسطے ہی ہر ایک پل محوِ جُستجو تھیں
یہ پاک ہستی، عظیم ہستی، یہ پاک دل اور نیک خُو تھیں
انہی کے دم سے قبیلہ اُن کا تھا پا گیا قید سے رہائی
شہِ دو عالَم کی ایک پل کی گوارا اُن کو نہ تھی جُدائی
وہ جن کو دیکھا، تو عائشہؓ نے کہا تھا ہے یہ نصیب والی
وہ جن کو اُلفت تھی شہ جہاںؐ سے وہ جن کا اُسوہ کہ تھا مثالی
حریمِ نبوی کی شان ہیں یہ شہِ دو عالَم کی آن ہیں یہ
عقیدتوں کا نشان ہیں یہ وفاؤں کی تَرجُمان ہیں یہ
جویریہؓ کہ جنھوں نے حُبِّ نبی کا ہر اک پیام سمجھا
جویریہؓ کہ جنھوں نے اِیماں کی عظمتوں کا نظام سمجھا

(محمد اکرم رضا)

marfat.com

اُمّ المومنین

حضرت جویریہ بنتِ حارث رضی اللہ عنہا

بِعثت سے دو سال پہلے حارث بن ابی ضرار کے ہاں ایک بیٹی نے جنم لیا۔ باپ نے اس کا نام برّہ رکھا۔ بچی نہایت خُوبصورت اور ذہین' قبیلہ کے سردار کی بیٹی ہونے کے سبب سے اس کی ناز و نعمت کے ساتھ یہ پرورش ہونے لگی۔ جب برّہ جوان ہوئیں تو ان کی خُوبصورتی کے چرچے پھیل گئے اور ان کی شادی مشہور خاندان سے تعلق رکھنے والے مسافع بن صفوان سے ہوگئی۔ ایک دن یہ اپنی خواب گاہ میں آرام کر رہی تھیں' عالمِ خواب میں دیکھا کہ یثرب کی طرف ایک چاند ہوا کے دوش پر آتا ہوا اُن کی آغوش میں اُتر آیا ہے۔ فرطِ حیرت سے اُن کی آنکھ کھُل گئی اور مسلسل اس خواب کے بارے میں سوچنے لگیں۔ اس دوران اِسلام اور حضُور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا چرچا چاروں طرف پھیل چُکا تھا۔ برّہ ذہین تھیں اس لئے مدینہ منورہ' اسلام اور اس کے بارے میں سوچنے لگیں۔

حارث بن ابی ضرار اور مسافع کے دل میں اسلام کے خلاف انتہائی نفرت تھی۔ غزوۂ بدر میں کفار کی شکست سے اُنہیں گہرا صدمہ پہنچا تھا۔ قریش مکہ کے ساتھ ان کے گہرے تعلقات تھے۔ اس لئے کُفّار نے انہیں (بنو مُصطلق) کو بھڑکایا اور یہ قریش کو دُوسری جنگ کیلئے بھڑکانے لگے حتیٰ کہ نوبت یہاں تک آگئی کہ بنو مُصطلق نے ارد گرد کے دیہات کے کُفار کو ساتھ مِلا کر مدینہ طیبہ پر حملے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی تو ۲ شعبان ۵ ہجری کو مجاہدین کی ایک جمعیت کے ہمراہ مدینہ سے روانہ ہوئے۔ حارث کو مسلمانوں کی پیش قدمی کی اطلاع ملی تو وہ بھاگ گئے۔ رسول

marfat.com

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مریسیع میں قیام کیا۔ یہاں کے لوگوں نے کچھ دیر مسلمانوں کا مُقابلہ کیا لیکن بالآخر شکست کھائی، بہت سے آدمی مقتول ہوئے اور ۶۰۰ کے قریب گرفتار ہوئے۔ ان گرفتار شُدگان میں حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں، جب مالِ غنیمت کی تقسیم ہوئی تو آپ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ بن قیس کے حِصّہ میں آئیں۔ چونکہ قبیلہ کے رئیس کی بیٹی تھیں، لونڈی بن کر رہنا گوارا نہ تھا۔ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے درخواست کی مجھ سے کچھ روپے لے کر چھوڑ دو۔ وہ راضی ہو گئے اور ۹ اوقیہ سونے کا مُطالبہ کیا۔

اب حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا ''مصیبت زدہ ہوں، آزاد ہونا چاہتی ہوں، ازراہِ کرم میری مدد فرمایئے''۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''کیا یہ مُناسب نہ ہوگا کہ میں تم کو ازراہ فدیہ ادا کروں اور تم سے نکاح کر لوں''۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا فوراً راضی ہو گئیں۔ رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کا زرِ مکاتب ادا کر کے نِکاح کر لیا اور ان کا پہلا نام (برّہ) بدل کر جویریہ رضی اللہ عنہا نیا نام رکھ دیا۔

آپ کے حرمِ نبوی میں داخل ہوتے ہی صحابہ کرام کو نسبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال دامنگیر ہوا۔ اور انہوں نے سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قبیلہ سے قرابت داری کا پاس کرتے ہوئے اپنے حِصّے کے قیدی آزاد کر دیئے۔ اس طرح حضرت جویریہ کی نسبت سے ان کا تمام قبیلہ آزاد ہو گیا۔

اُمّ المومنین سیدہ عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا اس واقعہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کرتی تھیں کہ ''میں نے جویریہ سے بڑھ کر کسی عورت کو اپنے قبیلے کیلئے باعثِ رحمت نہیں پایا۔ یعنی اِدھر وہ حرمِ نبوی میں آئیں اور اُدھر اَن کے قبیلے کے تمام اسیرانِ جنگ آزاد ہو گئے''۔

طبقات ابنِ سعد کے مُطابق اس قبیلے سے جنگ میں قیدیوں کے علاوہ

marfat.com

مسلمانوں کو مالِ غنیمت میں دو ہزار اُونٹ اور پانچ صد بھیڑ بکریاں بھی ہاتھ آئیں۔

جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں کہ حضرت جویریہ، حضرت ثابت بن ابی قیس کے حِصّہ میں آئیں تو اُنہوں نے حضرت حارث سے درخواست کی کہ مجھ سے مکاتبت کر لیں۔ مکاتبت یہ ہے کہ غُلام اپنے آقا سے مُعاہدہ کرے کہ اگر میں حسبِ مُعاہدہ تجھے اتنی رقم ادا کر دوں تو مجھے آزاد کر دینا۔ اس مُعاہدہ کی رُو سے غُلام رقم ادا کر کے بعد آزادی حاصِل کر لیتا ہے۔ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت جویریہ سے ۹ اوقیہ یعنی ۳۰ تولے سونے پر مکاتبت کر لی، چونکہ سیدہ جویریہ کے پاس سونا نہ تھا اس لئے وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضِر ہوئیں اور عرض کیا "میں سردار بنو مصطلق کی بیٹی ہوں، میری غلامی میرے اور میرے قبیلہ کیلئے سخت بدنامی کا باعث ہے، میں نے حضرت ثابت بن قیس سے مکاتبت کر لی ہے۔ اب میں آپ کی خدمت میں حاضِر ہوئی ہوں کہ بدلِ کتابت میں میری مدد فرمایئے۔

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ تمہاری طرف سے مکاتبت کی تمام رقم ادا کر کے تمہیں اپنی زوجیت میں لے لوں۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے کسی مجبوری یا جبر کے بغیر اپنی خوشی سے حرمِ نبوی میں آنا قبول کر لیا

اِدھر حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے والد کو خبر ملی کہ اُن کی بیٹی لونڈی بنا لی گئی ہے۔ چُنانچہ وہ بہت سا مال و اسباب اُونٹوں پر لاد کر بیٹی کی رہائی کیلئے عازمِ مدینہ آئے۔ راستے میں ۲ اُونٹ جو اُنہیں پسند تھے، عقیق کے مقام پر کسی گھاٹی میں چُھپا دیئے اور باقی اُونٹ اور مال و اسباب لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی "آپ میری بیٹی قید کر لائے ہیں، یہ تمام مال و اسباب لے لیں اور اُسے رہا کر دیں"۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب سے اطلاع ملی کہ یہ شخص ۲ اُونٹ چھپا آیا ہے۔ آپ نے فرمایا "۲ اُونٹ جو تم چُھپا

marfat.com

آئے ہو وہ کہاں ہیں؟''

حارث یہ سُن کر حیران رہ گئے اور اسی وقت نبی کریم ﷺ کے قدم چُومے اور بطیبِ خاطر اسلام قبول کر لیا' جب انہیں بتایا گیا کہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا لونڈی نہیں بنائی گئیں بلکہ حرمِ نبوی میں داخل کر لی گئی ہیں تو بے حد مسرور ہوئے اور شاداں و فرحاں بیٹی سے مل کر گھر واپس لوٹے۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نہایت عابد و زاہد تھیں۔ رسُولِ کریم ﷺ گھر تشریف لاتے تو انہیں اکثر عبادت میں مشغول پاتے۔ ایک دن رسولِ کریم ﷺ نے انہیں صبح کے وقت مسجد میں عبادت کرتے دیکھا۔ دوپہر کو پھر اُدھر سے گزرے تو حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کو اسی حالت میں پایا۔ حضور ﷺ نے اُن سے پُوچھا کیا تم اکثر اسی حالت میں رہتی ہو' جواب دیا ''بے شک یَارَسُولَ اللہ!'' حضور ﷺ نے فرمایا ''یہ کلمات پڑھا کرو تمہاری نفلی عبادت پر ترجیح رکھتے ہیں

سُبْحَانَ اللّٰہِ سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ خلقه سبحان عدد خلقه سبحان اللّٰہ رضی نفسه' سبحان اللّٰہ رضی نفسه سبحان اللّٰہ زند عرشه سبحان اللّٰہ زند عرشه سبحان اللّٰہ مداد کلماته سبحان اللّٰہ مداد کلمته

جس جنگ میں اُمّ المومنین سیّدہ جویریہ رضی اللہ عنہا قیدی بنیں اور پھر حرمِ رسول ﷺ میں داخل ہونے کی سعادت حاصل کی' اس جنگ میں اُن کا بھائی عبداللہ بن حارث شکست کھا کر بھاگ گیا تھا۔ اسے بالکل خبر نہیں تھی کہ اس کی بہن اُمّ المومنین کے درجے پر فائز ہو چکی ہے۔ والد مُسلمان ہو چکا ہے اور قبیلے کے تمام قیدی آزاد کئے جا چکے ہیں۔ وہ اپنی قوم کے قیدیوں اور اپنی بہن کی آزادی کے لئے حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی بارگاہ میں آیا' راستہ میں پہاڑ کی گھاٹیوں میں اُونٹنیوں اور ایک لونڈی کو چھپا دیا۔ خدمتِ سرکار

marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر جب رہائی کی بات کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

''فدیہ کیلئے کیالائے ہو؟''

عبداللہ بن حارث نے عرض کیا'' میرے پاس تو کچھ نہیں ہے''۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' وہ اونٹیاں اور ایک لونڈی جو فلاں جگہ پر چھپا آئے ہو''۔

عبداللہ بن حارث حیرت میں ڈوب گیا کہ میرے ساتھ کوئی نہیں اور نہ ہی کوئی اُدھر سے آیا ہے پھر سلطانِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے پتہ چل گیا۔ سمجھ گیا کہ حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم صرف عرب کے حکمران نہیں بلکہ خُدا کے رسُولِ برحق ہیں' فوراً اِسلام قبول کر لیا اور دیکھتے ہی اس کا تمام قبیلہ اور اِردگرد کے ان کے حلیف قبائل اسلام کے دامانِ رحمت میں داخل ہو گئے۔

اب سیّدہ جویریہ رضی اللہ عنہا پر اس چاند کا راز آشکارا ہو چکا تھا اور وہ سمجھ گئیں کہ جو چاند اُن کی آغوش کی زینت بنا تھا وہ ماہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی تھی۔ ایک مرتبہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے گھر تشریف لائے اور فرمایا

''کچھ کھانے کو ہے'' عرض کیا'' میری کنیز نے صدقہ کا گوشت دیا تھا بس وہی موجود ہے''۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' لے آؤ'' جس کو صدقہ دیا گیا اس کو پہنچ چکا''

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کو عزتِ نفس کا بھی بہت خیال تھا۔ چنانچہ اسیر ہونے پر اپنی آزادی کیلئے انہوں نے حتی الامکان پُوری کوشش کی۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے ۶۵ سال کی عُمر میں ۵۰ ہجری میں وفات پائی۔ جنت البقیع دفن کی گئیں۔

marfat.com

اُمّ المومنین سیدّہ جویریہ رضی اللہ عنہا کے سنِ وصال میں اختلاف ہے۔ بعض مورخین نے ۵۰ ہجری اور بعد بعض نے ۵۲ ہجری لکھا ہے جس پر اکثریت کو اتفاق ہے۔ اس کے مطابق آپ ربیع الاوّل ۵۰ ہجری میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں فوت ہوئیں۔ مدینہ کے گورنر مروان بن حکم نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

آپ کی نہ تو پہلے خاوند مسافع بن صفوان (جو غزوہ مریسیع میں قتل ہوا) اور نہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی اولاد تھی۔

اُمّ المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے چند احادیث مروی ہیں جن کے راویوں میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ شامل ہیں۔

بروایت طبقات ابن سعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کو ہر سال خیبر کی کھجوروں میں سے اسی (۸۰) وسق کھجوریں اور بیس (۲۰) وسق جو یا گیہوں عطا کرتے تھے۔

marfat.com

اُمّ المومنین

حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا

شہِ دیں سے وفا کی روشنی اُمِّ حبیبہؓ تھیں
گلستانِ یقیں کی تازگی اُمِّ حبیبہؓ تھیں

ابوسفیان کی بیٹی، مسلمانوں کی ماں ٹھہرے
سراسر ہی پیامِ زندگی اُمِّ حبیبہؓ تھیں

بڑے آلام سے گزریں، مصائب سے پڑا پالا
رہِ حق میں وفا کی رہبری اُمِّ حبیبہؓ تھیں

مقدر نے دیا اِنعام، آقا سے ہوئی شادی
دل و جاں کو پیامِ آگہی اُمِّ حبیبہؓ تھیں

زہے قسمت انہوں نے جیت لی بازی محبت کی
ملی جن کو بہارِ سرخوشی اُمِّ حبیبہؓ تھیں

خدائے پاک ہی کے ذِکر میں مشغول رہتی تھیں
زمانے میں پیامِ بندگی اُمِّ حبیبہؓ تھیں

نبیؐ اُن کا، خدا اُن کا تو سارا ہی جہان اُن کا
رضاؔ ہر پل وقارِ رہبری اُمِّ حبیبہؓ تھیں

(محمد اکرم رضاؔ)

marfat.com

أُمّ المومنین

حضرت اُمِّ حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا

سیّدہ اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا بنتِ ابوسفیان کا شمار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محترم ازواجِ مطہرات میں ہوتا ہے۔ آپ کا نام رملہ یا ہند تھا۔ ان کی والدہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنت ابوالعاص رضی اللہ عنہ، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی پھوپھی تھیں۔ اُم حبیبہ کی پہلی شادی عبیداللہ جحش سے ہوئی، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے ستائے ہوئے مسلمانوں کو حبشہ کی جانب ہجرت کیلئے کہا تو یہ میاں بیوی ہجرت کر گئے۔ حضرت اُمِّ حبیبہ کے والد ابوسفیان اس وقت اِسلام دشمن میں پیش پیش تھے۔ انہوں نے دوسرے مسلمانوں کے ساتھ ساتھ اپنی بیٹی اور داماد پر بھی عرصہ حیات تنگ کر رکھا تھا۔

ہجرت کے بعد یہ میاں بیوی جب حبشہ پہنچے تو عبیداللہ بن جحش کو عیسائیوں نے اپنا دوست بنالیا۔ یہ اُن کی مجلس میں باقاعدگی سے بیٹھنے لگے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ اسلام سے پھر گئے اور مُرتد ہو گئے۔ شراب نوشی شروع کر دی۔ اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند کو راہِ راست پر لانے کی بہت کوشش کی مگر قدرت نے اُن کی آخرت تاریک کر دی تھی۔ وہ اس ذلت خواری کے عالَم میں مُرتد کی حیثیت سے انتقال کر گئے۔ عبیداللہ سے حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کی ایک بیٹی تھی جس کا نام حبیبہ تھا۔ یہ اسی نسبت سے اُمِّ حبیبہ مشہور ہوئیں۔ حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نسب نامہ یوں ہے۔

''اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا بنت ابوسفیان بن حرب بن اُمیہ بن عبدشمس

والدہ صفیہ بنت ابی العاص کا اوپر ذکر ہو چکا ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پھوپھی تھیں۔

marfat.com

اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کیلئے دُنیا اندھیر ہو گئی۔ کفار کے ظُلم وستم سے بچنے کیلئے مکہ چھوڑا۔ خاوند کا سہارا تھا' وہ مُرتد ہو گیا اور کُفر کی مَوت مرا۔ اب حبشہ میں انہیں ہر چیز اجنبی نظر آ رہی تھی' جاتیں تو کہاں جاتیں۔ آپ کا کمال یہ ہے کہ ان مُشکل ترین حالات میں بھی آپ نے بھرپور مُستقل مزاجی کا مُظاہرہ کیا اور اسلام پر قائم رہیں۔

حضور رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو عمرو بن اُمیہ الضمری کو حبشہ کے بادشاہ کے پاس بھیجا۔ اُسے تحریر فرمایا تھا "اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کو آپ نکاح کا پیغام میری طرف سے پہنچایئے۔ بادشاہ نے اپنی لونڈی جو شاہی لباس وعطریات کی انچارج تھی' پیغام دینے اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجی۔ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا اس سے قبل خواب میں دیکھ چکی تھیں کہ اُن کو کوئی شخص اُم المومنین کہہ کر پکار رہا ہے۔ لونڈی سے سن کر خدا کا شکر ادا کیا۔ نجاشی نے مجلس نکاح خود مُنعقد کی جس میں حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ مع جملہ اصحاب رضی اللہ عنہم تھے۔ حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھا پھر حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھا جو اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کے وکیل تھے۔ یہ سات ہجری کا واقعہ ہے۔

نکاح کے بعد حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا بذریعہ بحری جہاز مدینہ پہنچیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان دنوں خیبر کی مہم پر تشریف لے گئے تھے۔

حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا بڑی نیک فطرت اور صالح خاتون تھیں۔ وہ ایسے وقت میں ایمان لائیں جب ان کے والد دُشمنانِ اسلام کے قائد تھے۔ اسلام کی خاطر انہوں نے سفر کی صعوبتیں خندہ پیشانی سے برداشت کیں اور حبش میں غربت کی زندگی اختیار کی۔ حالانکہ ان کا گھرانا متمول اور ریاست کے لحاظ سے قریش میں بہت ممتاز تھا۔

حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا حُسنِ ظاہری سے بھی مُتصف تھیں۔ صحیح مُسلم کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اپنی بیٹی کے حُسن وجمال پر فخر کیا کرتے تھے۔

marfat.com

یاد رہے کہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی پر نجاشی نے کہا کہ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمائش کی ہے کہ میں اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا بنتِ ابُوسفیان کا نکاح ان سے کر دوں۔ لہٰذا میں نے ان کی فرمائش پُوری کی۔ یہ کہہ کر نجاشی نے چار سو دینار مہر میں نبی مُحترم کی طرف سے مُقرّر کئے اور حاضرین کے سامنے ڈال دیئے۔ حضرت خالد بن سعید بن العاص نے مہر والے دینار لے لئے اور حاضرین اُٹھ کر چلنے لگے تو شاہِ حبشہ حضرت نجاشی نے تمام حاضرین کی ضیافت کی۔ حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ جب یہ مہر کی رقم میرے پاس آ گئی تو مَیں نے اُس میں سے پچاس دینار ابرھ باندی کو اور دے دیئے۔ اس نے یہ کہہ کر واپس کر دیئے کہ بادشاہ نے قبول کرنے سے منع کر دیا ہے اور اس سے پہلے جو چیزیں اسے دی تھیں وہ بھی واپس کر دیں۔

جب اس نکاح کی خبر حضرت ابوسفیان کو پہنچی جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے تو اپنی ہار مان گئے، چونکہ اس وقت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑتے تھے اور مُشرکینِ مکہ کو آنحضرت سے لڑانے میں بہت پیش پیش تھے اور اسلام اور داعئ اسلام کا نام تک مِٹا دینا چاہتے تھے۔ اس لئے ان کو یہ کہاں منظور ہوتا کہ ان کی بیٹی آپ کے نکاح میں جائے۔ نکاح کی خبر سُن کر یُوں بول اُٹھے:

صُوَا الْفَحْلُ لَا یُجْدَعُ اَنْفَهٗ (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جوانمرد ہیں، ان کی ناک نہیں کاٹی جا سکتی (یعنی وہ بُلند ناک والے عزّت دار ہیں، ہم اُن کو ذلیل نہیں کر سکتے) اِدھر تو ہم ان سے لڑ رہے ہیں اُدھر ہماری لڑکی اُن کے نِکاح میں چلی گئی۔ اس کہنے کا مقصد اپنی ہار مان لینا تھا۔

سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر بڑی پابندی سے عمل کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص دن رات میں بارہ رکعات پڑھ

marfat.com

لے اللہ تبارک وتعالیٰ اس کیلئے جنت میں گھر بنائے گا"۔

آنحضرت ﷺ سے اس حدیث کو سننے کے بعد سیدہ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا نے کبھی یہ نوافل ترک نہیں کئے۔

سیدہ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا بڑی مُتّبع شریعت تھیں' جب ان کے والد حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو تین دن کے بعد انہوں نے خوشبو منگائی جس میں زردی تھی۔ پھر وہ خوشبو اپنے لباس' جسم اور اپنے رُخساروں پر لگائی پھر فرمایا "کسی عورت کیلئے جو اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان رکھتی ہو' حلال نہیں کہ کسی کے مرنے پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے۔ البتہ شوہر کے مرنے پر چار مہینہ دس دن سوگ کرے۔

ایک دن سیدہ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اس طرح دُعا کی "اے اللہ! مجھے میرے شوہر نبی ﷺ' میرے والد ابوسفیان' میرے بھائی سفیان سے فائدہ اُٹھانے کا موقع دے۔ رسول اللہ ﷺ نے سُنا تو فرمایا: تم نے اللہ سے ایسی باتوں کا سوال کیا جن کی معیاد مُقرر ہیں۔ قدم تک لکھے ہوئے ہیں' روزیاں مقسوم ہو چکی ہیں' ان میں سے اللہ تعالیٰ کسی چیز کو مُقدم یا مؤخر نہیں کرے گا۔ اگر تم اللہ سے یہ مانگتیں کہ اے اللہ! مجھے جہنم اور قبر کے عذاب سے عافیت دے تو بہتر ہوتا۔

سیدہ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا نے ایک دن رسُولُ اللہ ﷺ سے عرض کیا "اے اللہ کے رسول ﷺ! میری بہن عزہ سے نِکاح کر لیجئے۔ رسُولُ اللہ ﷺ نے فرمایا "کیا تم اسے پسند کرتی ہو" سیدہ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: میں ایک ہی تو آپ کی بیوی نہیں ہوں' جہاں اتنی ہیں ایک اور سہی" "میں تو یہ چاہتی ہوں کہ اس خیر وفضیلت میں میری بہن بھی شریک ہو جائے۔ رسُولُ اللہ ﷺ نے فرمایا "وہ میرے لئے حلال نہیں"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ جب (وفات سے قبل)

marfat.com

مریض ہوئے تو آپ کی ایک بیوی نے اہلِ کتاب کے ایک عبادت خانہ کا ذکر کیا جسے ماریہ کہتے تھے۔ چونکہ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا حبشہ گئی تھیں اور اسے دیکھ کر آئی تھیں، اس لئے انہوں نے اس کی خوبصورت بناوٹ اور اس کی تصویروں کا ذکر کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اُٹھا کر فرمایا کہ یہ لوگ یہ حرکت کرتے تھے کہ جب ان میں سے کوئی نیک انسان مر جاتا تو اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے پھر اس میں وہ تصویریں بنا لیتے تھے (جن کا تم ذکر کر رہی ہو) یہ لوگ اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ بُرے ہیں۔

حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا بڑی عبادت گزار اور پرہیز گار تھیں۔ فکرِ آخرت کا اس سے اندازہ ہوگا کہ جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بلا کر کہا کہ زندگی میں ہم میں آپس میں سوکنوں والی رنجش رہی ہے، لہٰذا تم میرا کہا سنا سب کچھ معاف کر دو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے معاف کر دیا اور ان کی مغفرت کی دعا کی۔ اس کے بعد اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ خدا تمہیں خوش کرے جیسے تم نے مجھے ابھی خوش کیا ہے۔ اس کے بعد حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کو بلا کر یہی گفتگو کی جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کی

حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے ۶۵ حدیثیں مروی ہیں جن کے راویوں میں کئی جلیل القدر صحابہ اور تابعین شامل ہیں۔ آپ کے اقارب میں درج ذیل شخصیات خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں:

☆ ابو سفیان بن حرب مشہور دشمنِ اسلام جو بوقتِ فتح مکہ مسلمان ہوئے۔

☆ یزید بن ابو سفیان فتح مکہ پر مسلمان ہوئے۔ ۱۹ھ میں دمشق میں وصال ہوا، شام کے حاکم تھے۔

☆ دوسرے بھائی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، دوسری ماں سے، بیس سال تک گورنر پھر بیس

marfat.com

سال حکومت کی' بانیٔ سلطنتِ اُمیہ۔

☆ حبیبہ بنتِ اُمِ حبیبہ۔ نبی کریم اس کو بہت عزیز جانتے تھے۔

سیدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے حدیث کی کتابوں میں پینسٹھ روایتیں منقول ہیں۔ راویوں کے نام یہ ہیں: حبیبہ' عتبہ' معاویہ' ابوسفیان' عبداللہ بن عتبہ' ابوسفیان بن سعید ثقفی' سالم بن سوار' ابوالجراح' صفیہ بنت شیبہ' زینب بنت ابوسلمہ' عروہ بن زبیر' ابوصالح السمان' شہر بن خوشب۔ حدیث پر بہت شدت سے عامل تھیں۔ دوسروں کو بھی تاکید کرتی تھیں۔ اُن کے بھانجے ابوسفیان بن سعید بن مغیرہ آئے' انہوں نے ستو کھا کر کلی کی تو بولیں کہ تم کو وضو کرنا چاہیئے کیونکہ آگ جس چیز کو پکادے اس کے استعمال سے وضو لازم ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم کو باقی نہیں رکھا' یہ حکم منسوخ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آگ پر پکی ہوئی چیزیں کھاتے تھے اور اگر وضو ہوتا تو دوبارہ وضو نہیں کرتے تھے' بلکہ پہلے ہی وضو سے نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔

اُم المومنین حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے ۴۴ ہجری میں ۷۳ سال کی عمر میں اپنے بھائی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت میں وفات پائی۔

سیدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اسلام کی خاطر سفر کی طویل صعوبتیں برداشت کیں۔ راہِ وفا میں ہر دکھ کو سینے سے لگایا' ہر غم کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ مکہ میں ان کا گھرانہ امارت وثروت اور دولت وتموّل کے لحاظ سے سرِفہرست تھا۔ والد کفارِ مکہ کے سردار تھے' اسلام کے دامن میں آکر رنج والم سے نباہ کرنا سیکھا۔ غریب الوطنی کے دکھ برداشت کیئے' مصائب پر لبیک کہا۔ سب سے بڑا دکھ اس وقت پہنچا جب خاوند مرتد ہو گیا۔ اسے محبت اور سختی سے سمجھایا' پھر وہ حالتِ کفری ہی میں مر گیا۔ غریب الوطنی' بیوگی اور پریشانی مگر اس عالم میں بھی اُن کے دل میں مکہ مکرمہ کی جانب اپنے باپ سے رجوع

marfat.com

کرنے کا خیال نہ آیا۔ فقط عشقِ رسول ﷺ ہی پیشِ نظر تھا۔ محبتِ رسُول اُن کا خضرِ راہ تھی۔ یہی واحد سہارا تھا جس نے ان کو راہِ وفا میں زندہ رہنے کا حوصلہ عطا کیا۔

؎ جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں
ستم نہ ہو تو محبت میں کچھ مزہ ہی نہیں

اور پھر ان تمام مصائب و آلام کے کانٹے اس وقت راحت و آرام کے پھولوں میں تبدیل ہو گئے جب سلطانِ دو عالم تک ان کی بیوگی کی خبر پہنچی تو آپ نے انہیں نکاح کا پیغام بھیجا۔ پیغام کیا تھا' دُنیا و آخرت میں سُرخروائی کا بہانہ تھا' عشقِ رسُول سر بُلندی کا افسانہ تھا۔ عِدّت کے بعد جب آپ کا حضور ﷺ سے نکاح ہوا تو یوں لگا جیسے فرش سے عرش پر آ گئی ہیں۔ دل کی بے قراریاں' اَبدی سکون و راحت کی پیغام بر بن گئیں۔ آپ نے جس قدر رنج و آلام برداشت کئے اُن کا اِنعام بھی اتنا ہی عظیم عطا ہوا۔

؎ رنج و راحت ہی پیام راحت و آرام تھا
قُربتِ سُلطانِ بطحا آپ کا اِنعام تھا

حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کا ایک اور دلچسپ واقعہ یہ ہے کہ جب آپ مدینے پہنچیں تو اُسی دن حضور رحمتِ عالم ﷺ غزوۂ خیبر سے فتح یاب ہو کر مدینہ طیبہ تشریف لائے۔ اُم المومنین کے ساتھ آنے والوں میں حضور نبی کریم ﷺ کے چچازاد اور آپ کے ہم شکل حضرت جعفر بن ابی طالب بھی شامل تھے۔ جب حضُور ﷺ کو اس وفد کی آمد کی اطلاع ملی تو حضور ﷺ ان کے پاس گئے اور حضرت جعفر بن ابی طالب کی طرف بڑھے اور انہیں گلے سے لگایا اور فرمایا تو سیرت و صُورت میں میرے مشابہ ہو' میں نہیں جانتا کہ میرے لئے زیادہ خُوشی کی بات کون سی ہے۔ فتح خیبر یا آمدِ جعفر۔

marfat.com

حضرت ابنِ عباس فرماتے ہیں کہ جب رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح سیدہ اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے ہوا تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

"عنقریب اللہ تعالیٰ تم میں اور ان لوگوں میں جن کے ساتھ تمہاری عداوت ہے دوستی کر دے"۔

پھر ہوا بھی یہی۔ کُفارِ مکّہ کے سردار ابُوسفیان کا سر جھک گیا۔ اِسلام دشمنی کے جذبات ٹھنڈے پڑ گئے اور اس نے ہر لحاظ سے اپنی شکست کو تسلیم کر لیا اور مسلمانوں کی رِضا جوئی میں لگ گیا۔ اُمُّ المومنین حضرت حبیبہ رضی اللہ عنہا نہایت حسین و جمیل تھیں؛ جس کا اعتراف اُمّہاتُ المومنین کو بھی تھا۔ چُنانچہ ابُوسفیان آپ پر فخر کیا کرتے تھے۔ ان کا بیان ہے:

"میرے نزدیک عرب کی حسین تر اور جمیل تر عورت اُمِّ حبیبہ ہے"۔

☆ اُمُّ المومنین سیّدہ حبیبہ رضی اللہ عنہا کو السابقون الاوّلون ہونے کا شرف حاصل تھا۔

☆ آپ کو اسلام کے ساتھ اس درجہ محبّت تھی کہ اس کی خاطر گھر بار، والدین اور وطن چھوڑ دیا۔ اپنے والد کو مُشرک ہونے کی بِناء پر پیارے مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر بیٹھنے کی اجازت نہ دی۔

☆ آپ احادیثِ رسُول کو دل و دماغ میں بٹھا کر رکھتی تھیں اور اِرشاداتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر شدّت سے عمل پیرا ہوتی تھیں۔

☆ آپ بہت بڑی عالم الحدیث تھیں۔ جلیل القدر صحابہ اور تابعین نے آپ سے ۱۶۵ احادیث روایت کی ہیں۔

☆ یہ سیدہ اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کو شرفِ زوجیت عطا کرنے کا ہی اثر تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکّہ کے بعد آپ کی وجہ سے ابُوسفیان کے گھر کو دارالامان قرار دے دیا تھا۔

marfat.com

آپ کے مدفن میں بارے مختلف روایات ہیں۔ استیعاب کے مُطابق حضرت سیّدہ اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کی قبر مُبارک امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مکان میں تھی۔ حضرت علی بن حُسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے اپنے مکان کا ایک گوشہ کُھدوایا تو ایک کتبہ برآمد ہوا جس پر لکھا تھا:

''یہ رملہ رضی اللہ عنہا بنتِ صخر کی قبر ہے۔ (رملہ حضرت اُمِّ حبیبہ ہی کا نام تھا) امام نووی تہذیب الاسماء واللغات میں حافظ ابُوالقاسم کی تاریخ دمشق کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ اُمّ المومنین حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا دمشق میں اپنے بھائی سے ملنے تشریف لے گئی تھیں اور وہیں آپ کا وصال ہوا اور ان کی قبر وہیں مُلکِ شام میں ہے۔ لیکن قول صحیح یہی ہے کہ آپ کا وصال مدینہ طیبہ میں ہوا اور وہیں مدفون ہوئیں۔

marfat.com

اُمّ المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا

صفیہؓ جن پہ واری ہے قلوب و جان کی دُنیا
وہی خُوش بخت ہے جس نے مقام ان کا ہے پہچانا
جنابِ سرورِ کونین کی ساتھی، رفیقہ ہر دو عالم میں
تخیل سے بہت اُونچا ہے ان کے نام کا رُتبہ
عبادت میں، ریاضت میں، شہِ والاؐ کی اُلفت میں
نہیں پایا زمانے بھر میں ہم نے کوئی ان جیسا
یہ مشفق ماں ہمارے واسطے اللہ کی رحمت
غُلاموں پر خُدائے پاک کے اِنعام کا سایہ
یہ سیرت اور صورت میں رہیں بے مثل و لاثانی
شہِ دارینؐ کی اُلفت نے ان کو کر دیا یکتا
رِضائے مُصطفےٰ اُن کی رِضا تھی بزمِ ہستی میں
تھا ان کے دل میں ہر ساعت حبیبؐ پاک کا جلوہ
رِضاؔ قربان جاؤں مادرِ اہلِ عقیدت ہیں
کہ جن سے پیار کرنا ہی ہے حُبِّ سرورؐ بطحا

(محمد اکرم رضاؔ)

marfat.com

اُم المومنین

حضرت صفیہ بنتِ حُییّ رضی اللہ عنہا

جب حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حرمِ نبوی میں داخل ہو گئیں تو ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے چہرے پر چند اُبھرے ہوئے نشانات دیکھے۔ آپ نے اُن سے پوچھا: یہ کیسے نشانات ہیں؟ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ "میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ آسمان سے چاند ٹوٹا اور میری آغوش میں آ گیا' میں نے یہ خواب اپنے باپ کو سُنایا جس سے وہ سخت غضبناک ہو گیا اور اتنے زور سے میرے منہ پر تھپڑ مارا کہ چہرے پر اس کی انگلیوں کے نشانات ابھر آئے۔ پھر اس نے کہا: کیا تو ملکۂ عرب بننے کے خواب دیکھتی ہے

یہ تھیں حضرت صفیہ' جنہوں نے حالتِ کفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آغوش میں آتے دیکھا۔ یہودیوں کے سربراہ کی نہایت خُوبصورت بیٹی جو ایک ہولناک جنگ میں مسلمانوں کی فتح کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نکاح میں آئیں۔

حضرت صفیہ کے والد حُیَیّ بن اخطب یہودیوں کے مشہور قبیلے بنو نضیر کے سردار تھے۔ ان کی والدہ کا نام "ضرہ" تھا جو نامور سردار سموئیل کی بیٹی تھیں۔ اس طرح حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا ددھیال بنو نضیر اور ننھیال بنو قریظہ قرار پائے ہیں جو یہودیوں کے ایک جدّی خاندان تھے۔ اس لحاظ سے آپ کا حسب و نسب نہایت مُمتاز حیثیت رکھتا تھا۔ آپ کا سلسلۂ نسب سیّدنا ہارون علیہ السّلام تک پہنچتا ہے۔

ان کی پہلی شادی سلام بن مشکم القرظی سے ہوئی لیکن دونوں میں ناچاقی ہو گئی۔ آخر مشکم نے انہیں طلاق دے دی تو ان کے باپ نے ان کا نکاح بنو قریظہ کے نامور سردار کنانہ بن ابی الحقیق سے کر دیا جو رئیسوں کی اولاد اور خود بھی بہت امیر کبیر تھا۔

marfat.com

خیبر کے مشہور قلعے القموص کا سردار تھا۔

نبی کریم ﷺ نے یہودیوں کو مدینہ سے نکال دیا۔ وہ خیبر میں آباد ہو گئے' کئی قلعے بنا لئے مگر سازشوں کا سلسلہ نہ چھوڑا۔

اوائل ۷ ہجری میں نبی اکرم ﷺ نے یہودیوں کی روز روز کی شرارتوں کا قلع قمع کرنے کیلئے ان کے مرکز خیبر پر چڑھائی کی۔ خیبر' مدینہ کے شمال مغرب میں ایک نہایت زرخیز مقام تھا جہاں یہودیوں نے چند نہایت مضبوط قلعے بنا رکھے تھے۔ ان کا ارادہ تھا کہ وہ مدینہ پر قبضہ کر کے اسلام کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکیں' چنانچہ اس مقصد کیلئے وہ مُدّت سے لشکر اور آلات حرب و ضرب جمع کر رہے تھے۔ اپنی تیاری مکمل کر لینے کے بعد انہوں نے دو اور قبائل بنو غطفان اور بنی اسد کو بھی اس وعدہ پر اپنے ساتھ ملا لیا کہ مدینہ کی فتح کے بعد نصف نخلستان انہیں دے دیا جائے گا۔

خیبر میں یہودی رہتے تھے۔ ان کی رہائش اس طرح کی تھی کہ بہت سے قلعے بنا رکھے تھے' ہر ایک قلعہ کی آبادی علیٰحدہ علیٰحدہ تھی۔ ۴ھ میں جب آنحضرت ﷺ نے یہودِ بنی نضیر کو مدینہ سے جلاوطن کیا تو ان میں سے اکثر لوگ شام جا کر اور کچھ خیبر پہنچ کر رہنے لگے تھے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا باپ حُیَیّ بن اخطب (جو بنی نضیر کا سردار تھا) خیبر میں ہی مقیم ہوا تھا۔ جب آنحضرت ﷺ خیبر والوں سے جہاد کرنے کیلئے خیبر کی آبادی میں پہنچے تو اس وقت وہ لوگ اپنے کام کاج کے لئے قلعوں سے باہر نکلے ہوئے تھے۔ آنحضرت ﷺ اور آپ کے لشکر کو دیکھ کر سہم گئے اور کہنے لگے کہ محمد والخمیس (محمد ﷺ اور ان کا لشکر آ پہنچا) حضور اقدس ﷺ نے ان کے قلعوں کا محاصرہ کر کے یکے بعد دیگرے سب کو فتح کیا۔ آخری قلعہ جو فتح ہوا وہ وطیح کا قلعہ تھا۔ دس روز سے کچھ زیادہ اس کا محاصرہ رہا۔ مرحب نامی شخص (جو اس قلعہ کا بڑا تھا) قتل ہوا اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا

marfat.com

کا شوہر جنگ خیبر میں مارا گیا۔

جب جنگ کے ختم پر قیدی جمع کیے گئے تو ان میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ حضرت دِحیہ رضی اللہ عنہ دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان قیدیوں میں سے مجھے ایک باندی عنایت فرما دیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ ان میں سے ایک باندی لے لو۔ انہوں نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا انتخاب کر لیا۔ اسی اثناء میں ایک دوسرے صحابی حاضرِ خدمت ہوئے اور عرض کیا:

یا نبی اللہ! آپ نے یہ عورت دِحیہ کو دے دی' وہ بنی قریظہ اور بنی نضیر کی سردار ہے' اس لئے وہ صرف آپ ہی کیلئے مناسب ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا دِحیہ کو بلاؤ۔ وہ اس کو لے کر آئیں۔ چنانچہ وہ حسبِ فرمان والا شان حاضرِ خدمت ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم اس کے علاوہ قیدیوں میں سے دُوسری باندی لے لو۔ چنانچہ وہ اس پر راضی ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو اپنے لئے منتخب کر لیا اور ان کو آزاد کر کے نکاح کر لیا۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا نام زینب تھا چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے لئے منتخب فرما لیا تھا اس لئے ان کو صفیہ کہا جانے لگا۔ صفیہ کے معنی ہیں انتخاب کردہ۔

ایک روایت میں ہے کہ نبیٔ مُحترم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ کیلئے حضرت دِحیہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

اے دِحیہ! دُوسری لونڈی لے لو' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دل جوئی کی خاطر سات لونڈیوں کے بدلے میں سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو خرید لیا۔ اور سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر دیا اور انہیں اختیار دے دیا کہ چاہیں تو اپنے گھر واپس چلی جائیں یا پسند کریں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آجائیں۔ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آنا

marfat.com

اپنے لئے باعثِ سعادت سمجھا۔

خیبر کی فتح کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ روانہ ہوئے' راستہ میں بمقام سدالصہبا میں حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو دلہن بنایا اور اس طرح ان کا نکاح حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو گیا' اور ان کی آزادی کو ان کا مہر قرار دیا۔ دوسرے دن صبح کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو چیز جس کے پاس ہو لے آئے۔ لوگوں نے اپنے زادِراہ لا کر چمڑے کے دستر خوان پر رکھ دیئے۔ پھر کھجور' پنیر اور گھی سے ملیدہ تیار کیا گیا۔ اسی ملیدہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولیمہ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو تین دن وہاں قیام فرمایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ روانہ ہو گئے۔ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ پر بیٹھنے کی جگہ بنائی' پردہ تان دیا اور اپنی چادر اوڑھا دی' راستہ میں جب سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا اونٹ پر سوار ہوتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی کے پاس بیٹھ جاتے' اپنا گھٹنا زمین پر ٹکا دیتے' سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنے پر اپنا پیر رکھ کر اونٹنی پر سوار ہو جاتیں۔ راستہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کو تیزی سے دوڑایا' اتفاق سے اونٹنی کو ٹھوکر لگی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا اُونٹ پر سے گر پڑے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلدی سے کھڑے ہو گئے اور سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا پر پردہ تان لیا اور اونٹنی پر دوبارہ سوار ہو کر مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہو گئے۔

اس نکاح کے بعد یہودی پھر مسلمانوں کے خلاف کسی لڑائی میں شریک نہیں ہوئے۔ مدینہ پہنچ کر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حارث بن نعمان انصاری کے مکان پر اُتارا۔ اُن کے حُسن و جمال کا شہرہ سُن کر انصار کی عورتیں اور دوسری اَزواجِ مُطہرات انہیں دیکھنے آئیں۔ جب دیکھ کر جانے لگیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پیچھے چلے اور حضرت عائشہ صدِّیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: عائشہ تم نے اُس کو کیسا پایا؟''

marfat.com

جواب دیا: یہودیہ ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا "یہ نہ کہو وہ مسلمان ہو گئی اور اس کا اسلام اچھا اور بہتر ہے"۔

قبولِ اسلام کے بعد یہودیت کا طعن حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کیلئے بڑی دل آزاری کا مُوجب ہوتا تھا لیکن وہ نہایت صبر و تحمل سے کام لیتی تھیں اور کبھی کسی کو سخت جواب نہ دیتی تھیں۔

ایک بار نبی اکرم ﷺ تشریف لائے تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا رو رہی تھیں، وجہ دریافت کی تو کہا "عائشہ اور زینت کہتی ہیں کہ ہم تمام ازواج میں افضل ہیں کیونکہ بیوی ہونے کے علاوہ ہم حضور ﷺ کے قرابت دار بھی ہیں لیکن تم یہودن ہو" حضور ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی دلجوئی کیلئے فرمایا۔

"اگر عائشہ رضی اللہ عنہا اور زینب رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ان کا خاندانِ نبوّت سے تعلق ہے تو تم نے کیوں نہ کہہ دیا کہ میرے باپ ہارون رضی اللہ عنہ اور میرے چچا موسیٰ علیہ السلام اور میرے شوہر محمد ﷺ ہیں"۔

ایک دفعہ کسی بات پر حضور ﷺ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے ناخوش ہو گئے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں اور کہا "آپ جانتی ہیں کہ میں اپنی باری کسی چیز کے معاوضہ میں نہیں دے سکتی لیکن اگر آپ سرورِ عالم کو مجھ سے راضی کر دیں تو میں اپنی باری کا دن آپ کو دیتی ہوں"۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کام کیلئے تیار ہو گئیں اور زعفران کی رنگی ہوئی ایک اوڑھنی لے کر اس پر پانی چھڑکا تا کہ اس کی خوشبو مہک جائے۔ اس کے بعد حضور ﷺ کی خدمت میں تشریف لے گئیں۔ آپ نے فرمایا: عائشہ یہ تمہاری باری کا دن نہیں۔

marfat.com

بولیں: یہ خدا کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔

پھر تمام واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے راضی ہو گئے۔

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا میں بہت سے محاسن جمع تھے۔ وہ عاقلہ' فاضلہ' حلیم الطبع' خلیق کشادہ دل' سیر چشم اور سخی تھیں۔ جب وہ اُم المومنین کی حیثیت سے مدینہ منورہ تشریف لائیں اور سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا ان سے ملنے آئیں تو انہوں نے اپنے بیش قیمت طلائی جُھمکے اپنے کانوں سے اتر کر سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو دے دیئے اور ان کے ساتھ آنے والی خواتین کو بھی کچھ نہ کچھ دیا۔ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک کنیز تھی جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ان کی شکایت کیا کرتی تھی۔ چنانچہ ایک دن اس لونڈی نے کہا کہ صفیہ رضی اللہ عنہا میں اب تک یہودیت کی بو اور اثر باقی ہے اور وہ اب بھی (یوم السبت) ہفتہ کے دن کو متبرک سمجھتی ہیں اور یہودیوں کے ساتھ نرم برتاؤ کرتی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تصدیق کیلئے ایک شخص کو بھیجا تو سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: جب سے اللہ نے مجھے ہفتہ کے بدلے جمعہ عطا فرما دیا ہے تو ہفتہ کو دوست رکھنے کی ضرورت ہی نہیں رہی' جہاں تک یہودیوں سے تعلقات اور ان سے نرمی کا معاملہ ہے تو یہودیوں سے میری قرابت داری ہے اور مجھے صلہ رحمی کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ اس کے بعد سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے کنیز کو بلا کر پوچھا کہ تجھے کس نے اس بات پر آمادہ کیا کہ تو میری شکایت کرے۔ کنیز نے کہا: شیطان نے' یہ سن کر سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا خاموش ہو گئیں اور اس کو آزاد کر دیا۔

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نہایت فیاض تھیں۔ آپ کا صرف ایک ذاتی مکان تھا وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں صدقہ کر دیا۔

marfat.com

ایک سفر میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا اُونٹ تھک کر بیٹھ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے فرمایا "فالتو اونٹ صفیہ رضی اللہ عنہا کو دے دو"۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا: اس یہودیہ کو میں اپنی کوئی چیز نہیں دوں گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ناراض ہو گئے، دو یا تین مہینے اُن سے تعلق بالکل منقطع رکھا، جب انہوں نے توبہ کی تب رجوع فرمایا۔

جب حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم مرضِ آخری میں تھے، شدید تکلیف تھی۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے خلوص سے عرض کیا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے یہ محبوب ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری مجھے لگ جائے۔ یہ سنکر ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن نے ایک دوسرے کی طرف اشارہ کیا۔ مونسِ بے کساں صلی اللہ علیہ وسلم نے کراہت فرمائی اور فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کی قسم صفیہ رضی اللہ عنہا اپنے دعوے، بات میں سچی ہے"

ایک مرتبہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کے قدو قامت کے متعلق کوئی جملہ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات قطعاً پسند نہ آئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ تم نے یہ ایسی بات کہی ہے اگر سمندر میں چھوڑ دی جائے تو وہ سمندر کو بھی گدلا کر دے۔

ایک مرتبہ رمضان کے آخری عشرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف فرمایا، ایک رات کو سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے آئیں۔ جب وہ جانے لگیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں پہنچانے کیلئے ان کے ساتھ گئے۔

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں۔ ایامِ حج میں ان کو اذیتِ ماہانہ شروع ہوگئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو فرمایا: وہ ہمیں روکیں گی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! انہوں نے طواف افاضہ تو کر لیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تو پھر کوچ کرو۔ ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بے حد درد

marfat.com

مند تھیں، جب ۳۵ ہجری میں خلیفۂ سوم حضرت عثمان ذُوالنورین رضی اللہ عنہ کے مکان کا مُفسدوں نے محاصرہ کرلیا تو آپ کو بہت رنج ہوا۔ ضعیف العمر امیر المومنین کی مصیبت سے بے چین ہو گئیں۔ ایک غلام کو ساتھ لے کر اپنے خچر پر سوار ہو کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مکان کی طرف روانہ ہوئیں۔ اشتر نخعی نے ان کے غلام کو دیکھ کر پہچان لیا اور آپ کے خچر کو مارنے لگا۔ چونکہ حالات بگڑے ہوئے تھے اور اشتر نخعی کے مقابلہ میں کامیابی مشکل تھی اس لئے آپ مصلحتاً واپس چلی گئیں اور جناب امام حسن رضی اللہ عنہ بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کھانا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے مختلف اوصاف اور اس سے قبل سرکار دو عالم سے شادی کا ذکر ہوا۔ اس ضمن یہ تفصیل یقیناً ایمان افروزی کا باعث بنے گی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین روز خیبر اور مکہ کے درمیان قیام فرمایا۔ تینوں دن حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے آپ کے پاس شب باشی کی اور وہیں جنگل میں ولیمہ ہوا۔ ولیمہ میں کوئی گوشت روٹی تو نہیں تھی (بلکہ متفرق قسم کی دوسری چیزیں تھیں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چمڑے کا دستر خوان بچھانے کا حکم فرمایا، جن پر کھجوریں اور پنیر اور گھی لا کر رکھ دیا گیا۔ مجھے حکم فرمایا کہ لوگو کو بلاؤ، میں بلا لایا اور لوگوں نے ولیمہ کی دعوت کھائی۔ پورے لشکر میں سے جن کو نکاح کا علم نہ ہوا تھا وہ لوگ اس تردد میں رہے کہ صفیہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کرلیا ہے یا باندی بنالی ہیں۔ پھر خود ہی اس کا فیصلہ کیا کہ اگر آپ نے ان کو پردے میں رکھا تو ہم سمجھیں گے کہ آپ کی بیوی اور اُمہات المومنین میں سے ہیں، ورنہ یہ سمجھیں گے کہ آپ نے ان کو لونڈی بنا لیا ہے۔ چنانچہ آپ نے کوچ فرمایا تو اپنی سواری پر ان کیلئے پیچھے بیٹھنے کی جگہ بنائی اور ان کو سوار کر کے ان کے اور لوگوں کے درمیان پردہ تان دیا۔ اس سے سب سمجھ گئے کہ وہ اُمّ المومنین

marfat.com

ہیں۔ یہ بخاری شریف کی روایت ہے جو کتاب النکاح میں ذکر کی ہے۔ دوسری روایت میں ہے جو حضرت امام بُخاری نے کتاب المغازی میں درج کی ہے کہ دستر خوان بچھانے کا حکم حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ہوا تھا۔ اس واقعہ کو حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الصّلوٰۃ میں بھی ذکر کیا ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ولیمہ کھانے کا ارادہ فرمایا تو اعلان فرمایا کہ جس کے پاس جو کچھ کھانے کی چیز ہو لے آئے۔ چنانچہ کوئی کھجور لایا' کوئی گھی لایا' کوئی ستو لایا اور سب چیزیں مالیدہ کی طرح ایک جگہ ملا کر کھالی گئیں۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے رمضان المبارک ۵۰ ھ میں ساٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔ جنّت البقیع میں دفن ہوئیں۔ انہوں نے اپنا ذاتی مکان اپنی زندگی ہی میں راہ خدا میں دے دیا تھا۔ البتہ ترکہ میں ایک لاکھ درہم نقد چھوڑے اور اس کے ایک تہائی کی وصیت اپنے یہودی بھانجے کیلئے کی۔ لوگوں نے اس کا حصّہ دینے میں تامل کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سنا تو کہلا بھیجا "لوگو اللہ سے ڈرو اور صفیہ کی وصیت پوری کرو"۔ اُن کے اِرشاد کے مُطابِق وصیت کی تعمیل کردی گئی۔

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا سے چند احادیث مروی ہیں' جن کو حضرت زین العابدین' اسحاق بن عبداللہ بن حارث' سلم بن صفوان' کنانہ اور یزید بن معتب نے روایت کیا ہے۔ دیگر ازواج مطہرات کی طرح سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا بھی منبع علم وعرفان تھیں۔ علم وفضل' تقویٰ وطہارت میں ان کا مرتبہ بہت بلند تھا۔

اُمُّ المومنین سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا اخلاق وکردار میں لاثانی تھیں۔ آپ یہودیوں کے دو بڑے خاندانوں سے تعلق رکھتی تھیں' آپ نے اپنے حسب ونسب پر کبھی غرور نہ کیا۔ کیونکہ جب مذہب ہی ترک کردیا اور سُلطانِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حرمِ پاک کی زینت

marfat.com

بن گئیں تو پھر گذشتہ حسب ونسب کا ذکر کیا معنی رکھتا ہے۔ آپ نے زندگی بھر عاجزی اور فروتنی کا مظاہرہ کیا۔ آپ نے اپنے سے بڑی امہات المومنین کا تمام زندگی بے حد احترام کیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خوشنودی کیلئے اپنی باری تک انہیں دینے پر آمادہ ہو گئیں۔ انہیں ہر آن‘ ہر صورت اور ہر حال میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی عزیز تھی کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کے شوہر نامدار ہی نہیں تھے‘ پیغمبر اسلام بھی تھے۔ عظیم فاتح بھی تھے‘ حضور نے خیبر کے علاقہ سے متعلق تمام قلعوں کو روند ڈالا مگر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے کبھی اپنے دردناک ماضی کو یاد نہ کیا بلکہ اپنے روشن مستقبل کیلئے اپنے آقا و مولیٰ کی خوشنودی کے محوِ فکر رہیں۔

جہاں تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تعلق ہے‘ وہ بھی آپ سے بہت پیار کرتے تھے اور بجا طور پر آپ سمجھتے تھے کہ سیدہ صفیہ کا تعلق یہودیوں کے بڑے اونچے خاندان سے ہے۔ آپ نے صحابہ کے مشورے کو تسلیم کر کے یہ سوچ کر ہی سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو اپنی زوجیت میں لیا تھا کہ سردار کی بیٹی ہے‘ اسے سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد ہی میں آنا چاہیئے۔ آپ کم عمر تھیں‘ اس لئے حضور آپ کی ناز برداری کرتے‘ انہیں اونٹ کی سواری سکھاتے۔ اُمہاتُ المومنین جب سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا پر طنز کرتیں تو جواب خود رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی دیتے‘ جب انہوں نے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا پر یہودن کی پھبتی کسی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ تم ان سے کہو کہ تم نبیوں کی اولاد اور پیغمبر اسلام کی زوجۂ حیات ہو۔ اگر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اُمہاتَ المومنین کے احترام کو مدِنظر رکھ کر کم بولتی تھیں یا خاموش رہتی تھیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کا جواب دیا کرتے۔ بعض اوقات سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا پر اعتراض کرنے والیوں پر سخت ناراض ہو جاتے اور سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی بھرپور وکالت کرتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمتِ عالم کا کیا کہنا‘ جب قلعہ قموص (جو سیدنا علی المرتضیٰ کے

marfat.com

ہاتھوں ختم ہوا) سمیت تمام قلعے فتح ہو گئے۔ شر پسند یہودی قتل ہوئے جن ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا باپ اور چچا بھی شامل تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ان کو اور دوسرے قیدیوں کو بہتے ہوئے خون اور لاشوں کے درمیان سے قیدی بنا کر لاتے تو رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بلال! "تمہارے دل میں اس وقت رحم ختم کر دیا گیا تھا جب تم ان کو ان کے باپ، بھائی اور شوہر کی لاشوں کے پاس سے لے کر گزر رہے تھے"۔

دیگر ازواجِ مطہرات کی سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا بھی حرم نبوی میں داخلے کے ساتھ پیارے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اور دل جوئی میں لگ گئی تھیں۔ آپ کھانا بہت لذیذ پکاتی تھیں اور اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بھیجا کرتی تھیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے سیدہ صفیہ سے اچھا کھانا پکانے والا اور کسی کو نہیں دیکھا۔ ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا بہت نرم دل، کشادہ دل، سیر چشم، حلیم الطبع، عاقلہ اور فاضِلہ خاتون تھیں۔

اُمّ المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں پہلے دونوں خاوندوں سے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی اولاد نہ تھی۔ خواتین آپ سے سوال پوچھا کرتی تھیں۔ آپ سے دس احادیث مروی ہیں۔ حسن و جمال آپ کا امتیازی وصف تھا۔ جب آپ مدینہ طیبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دلہن بن کر آئیں تو مدینہ کی خواتین آپ کے چرچے سن کر آپ کو دیکھنے کیلئے آئیں۔ آپ کی وجہ سے خواتین کیلئے ایک مشکل آسان ہوگئی کہ جب خواتین حج میں طوافِ زیارت کر لیں اور ان کو ماہانہ ایّام شروع ہو جائیں تو انہیں رُکنے کی ضرورت نہیں ہے۔

آپ کو یہ اعزاز حاصِل ہے کہ جس مدینہ منورہ سے آپ کا باپ اور اس کا قبیلہ اور دوسرے یہودی قبائل حکم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مُطابِق نکالے گئے، ان قبائل کو سخت سزائیں بھی دی گئیں، اور پھر چشمِ فلک نے یہ منظر بھی دیکھا ذلیل و خوار کر کے نکالے

marfat.com

جانے والے یہودی حُیّ بن اخطب کی صاحبزادی اُمّ المومنین کی حیثیت سے مدینہ منورہ میں اس شان سے داخل ہو رہی ہے کہ مدینہ بھر کی خواتین ان کے راستے میں آنکھیں بچھائے ہوئے تھیں۔ آپ کے حُسن، سخاوت، دریا دلی اور علم و فضل کے ذکر عام سے مدینہ منورہ کی فضائیں گونج رہی تھیں۔

اُمّ المومنین سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا خاندان بڑا امیر کبیر تھا۔ جب یہ قبیلے مدینہ طیبہ میں آباد تھے تو مسلمانوں کو سُود پر اجناس اور اشیاء دیتے تھے اور بھاری رقم کے عوض ان کی چیزیں رہن رکھا کرتے۔ اس امیری اور فارغ البالی نے ان میں غیر معمولی تکبّر اور غرور پیدا کر دیا تھا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ آ گئے تو بھی ان کی یہی حالت رہی۔ مسلمانوں کے میدانِ اُحُد میں نُقصان اٹھانے کے بعد یہ اور دلیر ہو گئے تھے۔ مسلمانوں اور خاص طَور غریب مُسلمانوں کا سرِ عام مذاق اُڑاتے۔ ایک بار ایک مسلمان عورت جو سبزی بیچنے کیلئے مدینہ طیبہ آیا کرتی تھی اُسے عَریاں کرنے کی کوشش کی، یہی وہ لمحۂ فکر یہ تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سوچا کہ اس فتنہ کا سر اس صُورت کچلا جا سکتا ہے کہ اسے سزا دے کر مدینہ سے نکال دیا جائے لیکن وہاں جا کر بھی ان کی امیری اور ٹھاٹھ باٹھ نے حقائق کی طرف مائل ہی نہ ہونے دیا۔ حضرت سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا اسی بہت بڑے امیر گھرانے کی بیٹی تھی۔ ماں باپ کی امارت اپنی جگہ اور خاوند کی امارت اپنی جگہ، لیکن جب یہ اسلام لائیں اور حرمِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا حِصّہ بنیں تو پھر انہوں نے پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا محلّات کی رہنے والی تھیں، دولت کی ریل پیل تھی، فقر و فاقہ کا نام و نشان نہیں تھا، زرق برق کپڑے پہنتیں، قیمتی زیورات سے خود کو مُرصّع کرتیں مگر جب یہ اسلام کے دامانِ فقر میں آئیں، چھوٹا سا کچا کوٹھا رہنے کو ملا، سادگی اور درویشی کی تھیں۔ ایک وقت کھالیا تو چار وقتوں کی خبر نہیں۔ اُمّ المومنین سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے اس

marfat.com

فقر و درویشی کے رنگ کو ایسے قبول کیا کہ زمانہ حیران رہ گیا۔ پیوند لگے کپڑے، زیورات سے بے نیاز، فقیری میں خوش و مطمئن۔ ان کیلئے یہ امر سب سے زیادہ قیمتی تھا کہ ان کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے خوش رہیں۔

دراصل ان کے دل و دماغ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے غائبانہ تعلقِ خاطر پیدا ہو چکا تھا۔ ان کا باپ حُیَیّ بن اخطب اور ان کا چچا توریت کے عالِم بھی تھے۔ انہوں نے کئی بار ان کو سرگوشیوں میں باتیں کرتے سنا کہ محمد بن عبداللہ ہی نبی آخر الزماں ہیں، ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، توریت سمیت تمام آسمانی سماوی کُتب نے ان کے آنے کی بشارت دی ہے مگر ان کی انا پرستی آڑے آجاتی کہ کیا ہی اچھا ہوتا اگر نبی آخر الزماں یہودیوں میں سے آتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اندر سے نبی آخر الزماں مانتے بھی تھے مگر ان کا قبائلی فخر آڑے آجاتا تھا۔ یہودیت کی اسلام دشمنی ان کا راستہ روک لیتی تھی اور یہ اسلام کو دل سے سچا مذہب مان کر بھی حلقہ بگوشِ اسلام نہیں ہوتے تھے۔

اُمّ المومنین سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بارہا اسلام اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی باتیں کرتے سنا تھا۔ اس لئے یہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دل و جان سے قبول کر چکی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ خیبر کے قبائل اور قلعوں کی تباہی کے بعد جب یہ مسلمانوں کی طرف آئیں تو ان کی آنکھوں سے آنسو نہیں ٹپکے۔ یوں محسوس ہو رہا تھا کہ وہ اپنے باپ اور چچا کی زبانی جس نبی آخر الزماں (صلی اللہ علیہ وسلم) کے تذکرے سُنا کرتی تھیں وہ ان کے سامنے ہے۔ ان کے دل میں اسلام اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف تعصّب نہیں تھا۔ اس لئے بلاتاخیر اسلام قبول کر لیا۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے مُلاقات کر کے فرمایا کہ ”تم پر جبر نہیں ہے، چاہو تو واپس اپنے قبیلے میں چلی جاؤ، چاہو تو میری زوجیت میں آجاؤ“۔

اُمّ المومنین سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کوئی بھی فیصلہ کر سکتی تھیں مگر انہوں نے ایک لحہ کی

marfat.com

بھی تاخیر نہیں کی اور اپنی ظاہری آزادی کو چھوڑ کر عمر بھر کیلئے حضور ﷺ کی غلامی میں ہمیشہ کیلئے آنا قبول کر لیا۔ ان میں بھی سچا اور پُر خلوص جذبہ تھا جس نے ہمیشہ حضور ﷺ کو ان کی تائید و حمایت کیلئے آمادہ کیا۔ حتیٰ کہ اس وقت بھی جب نبی کریم ﷺ نے ان سے رونے کا سبب پوچھا اور جب انہوں نے کہا کہ آپ کی خاندانی قرابت دار اُمّہات المومنین مجھے طعنہ دیتی ہیں کہ ہم رسول اللہ کے خاندانی رشتہ دار بھی ہیں اور امہات بھی ہیں، تم ہم میں غیر ہو، تم ہمارے برابر کی نہیں ہو تو سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ تم نے کیوں کہہ دیا کہ تم حضرت ہارون علیہ السلام کی بیٹی ہو، حضرت موسیٰ علیہ السلام تمہارے چچا ہیں اور محمد رسول اللہ ﷺ تمہارے شوہر ہیں۔ بتاؤ تم میں کوئی میرے جیسا ہے۔ اگر پھر بھی ایسا موقع آئے تو بلا تاخیر ایسا کہہ دینا۔ سلام ہو آپ کی ذات والا پر۔

marfat.com

اُمُّ المومنین

حضرت میمونہ بنتِ حارث رضی اللہ عنہا

سیّدہ میمونہ زوجِ سرورؐ ہر دوسرا
عابِدہ و زاہِدہ، قندیلِ رحمت کی ضِیا
زندگی اُن کی تھی وقف ذکرِ ربِّ کائنات
مہرباں اُن پہ شہؐ دیں، مہرباں ربُّ العلیٰ
وقف خُود کو کر دیا سرکارؐ والا کیلئے
زندگی اُن کی سراسر لُطف و ایثار و عطا
اُسوۂ محبوبؐ دو عالم رہا اُن کو عزیز
جو بھی اپنے پاس آیا، دے دیا راہِ خُدا
نرم دِل اور نرم خُو، حُسنِ تحمّل کی مِثال
پاک دِل اور پاکباز اور سربسر مہر و وفا
آپ کی سیرت سراسر شمعِ اِیمانی ہو جب
تذکرہ ہوتا رہے پھر کیوں نہ ہر دَم آپ کا
ہے مقامِ "سرف" پر تُربتِ مُنوّر آپ کی
آپ کے تذکار سے ضوبار ہے کلکِ رضاؔ

(محمد اکرم رضاؔ)

marfat.com

اُمُّ المومنین

حضرت میمونہ بنتِ حارث رضی اللہ عنہا

اُمُّ المومنین سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نہایت مُتّقی، پرہیز گار، دانا اور گھریلو نظام کے تقاضوں سے بہرہ ور خاتون تھیں۔ آپ کے اندر صِلہ رحمی کا جذبہ موجزن تھا۔ آپ کا اصل نام "برّہ" ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام بدل کر میمونہ رکھ دیا۔ آپ اعلانِ نبُوّت سے سترہ برس قبل مدینہ مُنوّرہ میں پیدا ہوئیں۔ اُمّ المومنین والد کی طرف سے جناب معنر پر حضُور صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب سے جاملتی ہیں۔ آپ کی والدہ کا تعلق قبیلہ جمیر سے تھا۔ اُمّ المومنین کی آٹھ بہنیں تھیں۔ یہ تمام بہنیں بڑے بڑے گھرانوں میں بیاہی گئی تھیں اور اُن کی اولادوں میں نامور لوگ پیدا ہوئے تھے۔ اس لئے کفّار کو یہ فکر کھائے جارہی تھی کہ اگر حضرت میمونہ کا نکاح جنابِ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوگیا تو بڑے بڑے قبائل بانئِ اِسلام کے حلیف بن جائیں گے اور بالآخر ایسا ہی ہوا۔ آپ کی والدہ ہند بنتِ عوف کے دامادوں میں حضرت صِدّیقِ اکبرؓ، سیّد حمزہ سید الشہداءؓ، حضرت جعفر طیارؓ، حضرت علی المرتضیٰؓ، سیّدنا عباس بن عبد المطلب اور شداد بن الہاد جیسی شخصیات شامل تھیں۔

پہلا نکاح مسعود بن عمرو بن عمیر ثقفی سے ہوا، اُنہوں نے کسی وجہ سے طلاق دے دی، پھر ابورہم بن عبد العزیٰ کے نکاح میں آئیں۔ ۷ ہجری میں ابورہم نے وفات پائی اور سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہوگئیں۔

اسی سال رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عُمرہ ادا کرنے مدینہ مُنوّرہ سے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے بہنوئی نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میمونہ سے نکاح فرمالیں۔ چنانچہ

marfat.com

آپ ﷺ نے رضامندی کا اظہار کرتے ہوئے نکاح کرلیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس نکاح کا پیغام دے کر بھیجا تھا۔ انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اپنا وکیل بنا دیا اور سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ نے ان کا نکاح آنحضرت ﷺ سے کر دیا۔ عمرۃ القضاء ادا کرنے کے بعد حدودِ حرم ہی میں رسُولُ اللہ ﷺ نے سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔ نکاح کے وقت آپ ﷺ احرام اُتار چکے تھے۔ پانچ سو درہم آپ کا مہر مُقرّر ہوا۔ جب آپ ﷺ عمرہ سے فارغ ہو کر مدینہ واپس پہنچے تو سرف کے مقام پر جو مدینہ کے راستہ پر مکّہ سے دس میل پر واقع ہے' قیام فرمایا۔

رسول اللہ ﷺ کے غُلام حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کو لے کر سرف پہنچے۔ یہیں سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے خیمے میں آنحضرت ﷺ نے اُن سے مُلاقات کی' یہیں رسمِ عروسی ادا ہوئی۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے ۷ھ میں آنحضرت ﷺ نے نکاح فرمایا اور ۱۰ھ میں نبی کریم ﷺ نے دُنیائے فانی کو چھوڑ کر مُلاءِ اعلیٰ کا سفر فرمایا۔ اس حساب سے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا آپ کی خدمت میں تین سال رہیں۔ آپ کی خدمت میں رہ کر دوسری بیویوں کی طرح دین کی مَعلُومات حاصل کیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جو اُن کے بھانجے ہیں' ان کے شاگردوں میں ہیں۔ ایک مرتبہ مَعلُوم ہوا کہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما ماہواری کے دنوں میں اپنی بیوی سے علیٰحدہ بستر کر لیتے ہیں اور اتنا پرہیز کرتے ہیں کہ اس کے پاس لیٹتے تک نہیں ہیں۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باندی بھیجی اور فرمایا کہ ان سے جا کر کہو کہ رسول اللہ ﷺ کے طریقے سے تمہیں کیوں اعراض ہے۔ آپ اس زمانے میں بھی ہمارے بستروں پر لیٹتے تھے۔ (ایام ماہواری میں میاں بیوی کا آپس میں ایک ساتھ لیٹنا بیٹھنا منع نہیں البتہ اس سے آگے نہ بڑھیں)

marfat.com

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نہایت خُدا ترس اور مُتّقی تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان کے بارے میں فرمایا ہے:

''میمونہ (رضی اللہ عنہا) ہم سب سے زیادہ خُدا سے ڈرنے والی اور صِلہ رحم کا خیال رکھنے والی تھیں''۔

مدینہ میں ایک دفعہ ایک عورت سخت بیمار ہوئی۔ اُس نے منّت مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا دی تو بیت المقدس میں جا کر نماز پڑھوں گی۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے شفا دی اور اُس نے اپنی منّت پُوری کرنے کیلئے بیت المقدس جانے کا ارادہ کیا۔ سفر پر روانہ ہونے سے قبل حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے رُخصت ہونے آئی اور تمام ماجرا بیان کیا۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے اسے سمجھایا کہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کا ثواب دُوسری مساجد میں نماز پڑھنے کے ثواب سے ہزار گنا زیادہ ہے۔ تم بیت المقدس جانے کی بجائے مسجدِ نبوی ہی میں نماز پڑھ لو۔ ثواب بھی زیادہ ہوگا اور منّت بھی پُوری ہو جائے گی کہ مسجد نبوی اللہ کو بیت المقدس سے زیادہ محبوب ہے۔ (طبقات ابن سعد جلد ۸، ص ۹۲)

ایک دفعہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا ایک قریبی رشتہ دار ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُس کے مُنہ سے شراب کی بو آ رہی تھی۔ وہ سخت غضب ناک ہوئیں اور اسے سختی سے جھڑک کر کہا ''آئندہ کبھی میرے گھر میں قدم نہ رکھنا''۔

ایک دفعہ اُنہوں نے ایک لونڈی کو راہِ خُدا میں آزاد کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلُوم ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''خُدا تم کو جزا دے''۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بہت مخیّر اور فیاض تھیں، اس لئے وقتاً فوقتاً قرض لینے کی نوبت آ جاتی تھی۔ ایک دفعہ بہت زیادہ رقم قرض لے لی۔ کسی نے پوچھا ''اُمّ المومنین اتنی زیادہ رقم کی واپسی کی کیا صُورت ہوگی''۔

marfat.com

فرمایا" میں نے رسولُ اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص قرض ادا کرنے کی نیت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ خود اس کا قرض ادا کرنے کے اسباب مہیا کر دیتا ہے"۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے ۴۶ احادیث مروی ہیں۔ اُن کے راویوں میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بن شداد وغیرہ شامل ہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت اُمّ الفضل رضی اللہ عنہا آپ کی حقیقی بہن تھیں۔ اس رشتہ سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما آپ کے بھانجے ہوئے۔

آپ کا نام میمونہ حضور ﷺ نے رکھا تھا یعنی برکت والی، رحمت وعطا والی۔ ان کے بعد حضور ﷺ نے کسی سے نکاح نہیں فرمایا۔ مدینہ منورہ بھی سیدہ کا قیام رہا، سیدہ میمونہ نے حضور ﷺ پر سب کچھ قربان کر دیا تھا۔ نکاح کے پیغام کے وقت اُونٹ پر سوار تھیں، اُونٹ اور جو کچھ اُونٹ پر تھا راہِ خدا میں پیش کر دیا۔

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے خود کو حضور ﷺ کیلئے ہبہ کر لیا تو آیت مُبارکہ نازل ہوئی

"اور مومن عورت اگر وہ جان نبی کی نَذر کر دے اور اگر نبی اس سے نکاح کرنا چاہے تو اسے اجازت ہے اور یہ اجازت صرف آپ کیلئے خاص ہے۔ دوسرے مومنوں کیلئے نہیں"۔ (پارہ ۲۲ سورہ احزاب، آیت ۵۰)

تمام زندگی آپ کا یہی معمول رہا کہ کسی سائل کو اپنے در سے محروم نہ بھیجا۔ ہر سوالی آپ کے ہاں سے کچھ نہ کچھ لے کر گیا۔ آپ زیادہ سے زیادہ خیرات کرنے کا جذبہ رکھتی تھیں۔ ۵۱ ہجری میں سرف ہی میں سیدہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور قبر میں اُتارا۔ آپ سرف ہی میں دفن ہوئیں جہاں آپ کی رسمِ عروسی ہوئی تھی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے احباب سے فرمایا "جنازہ آداب سے آہستہ

marfat.com

اُٹھاؤ' یہ اُمّ المومنین ہیں''۔

رسولِ اللہ ﷺ سے آپ کو اتنی محبت تھی کہ ذرا بھی آپ ﷺ کو پریشان دیکھتیں تو خُود غم زدہ اور پریشان ہو جاتیں۔

ایک دن جب رسول اللہ ﷺ صبح کو اُٹھے تو خاموش خاموش تھے۔ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! آج صبح سے آپ ﷺ کچھ پریشان پریشان نظر آ رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آج رات جبریل نے مجھ سے ملنے کا وعدہ کیا تھا مگر وہ آئے نہیں۔ نجانے کیا بات ہے۔ اللہ کی قسم' انہوں نے کبھی وعدہ خلافی نہیں کی۔ یکا یک آپ ﷺ کو کُتے کے بچہ کا خیال آ گیا جو پلنگ کے نیچے آ کر بیٹھ گیا تھا۔ آپ ﷺ نے اس کو فوراً نکلوا دیا' اسے نکالتے ہی فوراً حضرت جبریل امین تشریف لے آئے۔ انہوں نے کہا کہ ہم اس گھر میں نہیں جاتے جس گھر میں کُتّا یا تصویر ہو۔

آپ صحیح معنوں میں مزاج شناسِ رسُول ﷺ تھیں۔ آپ کے انداز کو دیکھ کر بھانپ لیتی کہ آپ کیا سوچ رہے ہیں۔ اس کا اندازہ اس روایت سے بھی ہوتا ہے۔

سفرِ حج میں سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھیں۔ لوگوں کو نو ذی الحجہ کو شک ہوا کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کا روزہ ہے یا نہیں۔ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے ایک پیالہ دودھ آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں بھیج دیا' جسے آپ ﷺ نے پی لیا۔ سب لوگوں نے دیکھ لیا اور اس ترکیب سے پتہ چلا گیا کہ آنحضرت ﷺ کا روزہ نہیں ہے۔

حضرت یزید بن الاصم فرماتے ہیں کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا ہر وقت نماز پڑھتی رہتی تھیں یا گھر کا کام انجام دینے میں اُن کا وقت گزرتا تھا۔ ان دونوں مشغلوں سے فرصت ملتی تو مسواک فرماتیں۔ آپ کی وفات کے حوالے سے مجمع الزوائد میں ہے کہ حضرت اُمّ المومنین سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا مکّہ میں مقیم تھیں۔ وہاں کچھ طبیعت بھاری ہوئی

marfat.com

اور علالت محسوس فرمائی۔ فرمایا: مجھے مکّہ سے لے چلو کیونکہ مجھے مکّہ میں مَوت نہ آئے گی؛ مجھے اس کی خبر رسُولُ اللہ ﷺ نے دی ہے۔ چُنانچہ ان کو مقامِ سرف میں لایا گیا اور وہیں ان کی وفات ہوئی۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نِکاح کرنے کے بعد نبی کریم ﷺ نے کسی عورت سے نکاح نہیں فرمایا۔ (ایک روایت میں ہے کہ جس طرح سب سے آخر میں ان سے نکاح ہوا تھا اسی طرح حضور ﷺ کی ازواج میں ان کی وفات بھی سب سے آخر میں ہوئی)

اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا امر و نواہی کے مُعاملہ میں بے حد سخت تھیں؛ جب کسی کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرتے ہوئے دیکھ لیتیں تو سخت جھاڑ پلاتیں؛ نہ اس ضمن میں کسی قسم کی کوئی مصلحت روا نہ رکھتیں۔

یہ اُمّ المومنین سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تقدیر نے عجیب اِتّفاق رکھا کہ پیارے مصطفےٰ ﷺ کے ساتھ شادی بھی سرف کے مقام پر ہوئی جو مکّہ مکرمہ سے دس میل کے فاصلہ پر ہے اور وصال بھی اُسی جگہ ہوا۔ حضرت اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا کا حضور نبی کریم ﷺ پر کس قدر ایمانِ کامل تھا کہ مرض الموت کے وقت فرمایا کہ چونکہ حضور ﷺ فرما چکے ہیں کہ مجھے مکّہ میں مَوت نہیں آئے گی اس لئے مجھے مکہ سے لے چلو۔

حضور نبی کریم ﷺ نے دوسری ازواج کی طرح سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کو بھی رہائش کیلئے علیحدہ مکان عطا فرمایا جو مسجدِ نبوی سے مُلکِ شام کی سمت واقع تھا۔ گُزر اوقات کیلئے بطورِ نان ونفقہ خیبر کی کھجوروں سے ۸۰ وسق کھجور اور ۲۰ وسق جَو سالانہ مُقرّر فرمائے۔ ان اجناس کے خرچ کے مُعاملہ میں وہ خُود مختار اور آزاد تھیں۔ آپ کو حضور ﷺ سے بے حد محبت تھی۔ اپنی باری کا انتظار کرتیں؛ اُس دن خاص اہتمام فرماتیں۔

حضُور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے وصال کے بعد دُنیا ان کیلئے اندھیر ہوگئی۔ لِباس کا تمام اہتمام جاتا رہا۔ اُن کے تربیت یافتہ حضرت عبداللہ الخولانی بیان کرتے ہیں کہ

marfat.com

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا لباس اکثر ایک دوپٹے اور ایک لمبی سی قمیص پر مشتمل ہوتا تھا۔ لباس اتنا لمبا تھا کہ چہرۂ اقدس کے سوا سارے جسم کو وہ ڈھانپ لیتا تھا اور اسی لباس میں وہ نماز بھی پڑھ لیتی تھیں۔ مختلف تذکروں سے واضح ہوتا ہے کہ وصالِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دُنیا اُن کی نگاہوں کے سامنے ہیچ تھی۔ آپ اپنی گفتار اور عمل سے اُمتِ مُسلمہ کی خواتین کی تربیت فرماتی تھیں۔ ایک بار آپ نے انار کے چند دانے زمین پر پڑے دیکھے تو فرمایا "اللہ تعالیٰ بگاڑ کو پسند نہیں کرتا" بظاہر چند دانوں کا ضیاع معمولی چیز ہے لیکن اس ضیاع سے کئی اخلاقی اور رُوحانی بیماریاں جنم لے لیتی ہیں جو بالآخر ایسے بگاڑ کی صُورت اختیار کر لیتی ہیں جو خُدائے دوعالم کو کسی طور پسند نہیں ہے۔

اے اُمّ المومنین! اے بزمِ ہستی کے اہلِ ایمان کی مُقدّس ماں! اے انتہائی مُحترم ہستی! آپ پر ہم خاک نشینوں کے لاکھوں سلام ہوں۔

marfat.com

أم المومنين

حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا بنت شمعون

حضرت ریحانہ روح زندگی جانِ رسول
حضرت ریحانہ گلزار عقیدت کا تھیں پھول
حضرت ریحانہ نور آ گہیٔ شانِ حرم
حضرت ریحانہ پر تھا رب عالم کا کرم
بہر حب سرور کونین تھی شمع وفا
پیکر لطف و کرمؔ جان یقیں شمع حیا
آپ کے اسلام لانے سے تھے خوش سرکار دیں
آپ کے تذکار سے ہے زندگی شمع یقیں
حضرت ریحانہ نور دلکشی جانِ نبی
حضرت ریحانہ محو حسن فرمان نبی
آپ جس دم شوکت اسلام پر مائل ہوئیں
أمہات المومنین اس گھڑی شامل ہوئیں
آپ کے مرقد پر پہنچے اے رضؔا میرا سلام
آپ کا اُونچے سے اُونچا ہو زمانے میں مقام

(محمد اکرم رضا)

marfat.com

اُم المومنین

حضرت ریحانہ بنت شمعون رضی اللہ عنہا

اُم المومنین کا اسم گرامی ریحانہ تھا اور ان کا تعلق اہل یہود کے مشہور قبیلے بنو نضر سے تھا۔ ان کا سلسلہ نسب یوں ہے:

ریحانہ بنت شمعون بن زید بن حناف۔ ان کے والد کو صحابیت' سماع حدیث اور احادیث مقدسہ کو روایت کرنے کا شرف بھی حاصل ہے۔ آپ کا پہلا نکاح بنو قریظہ کے ایک شخص حکم سے ہوا۔ جب مسلمان نے بنو قریظہ پر مکمل غلبہ حاصل کر لیا تو حکم رسالت مآب کے مطابق وہاں جو یہودی قتل ہوئے' ان میں حکم بھی شامل تھا۔

جب ان کے اموال واملاک پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا اور مال غنیمت کے ساتھ بہت سے افراد کو قیدی بنایا گیا تو سیدہ ریحانہ بنت شمعون رضی اللہ عنہا بھی ان میں شامل تھیں۔ مال غنیمت کی تقسیم اور قیدیوں کا فیصلہ ہو جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور سیدہ ریحانہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اگر تم اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کرو تو میں تم کو اپنے لئے مناسب سمجھتا ہوں۔ ریحانہ نے منظور کر لیا' پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کر کے بارہ اوقیہ مہر دے کر نکاح کر لیا اور رخصت کر کے حضرت اُم المنذر بنت قیس کے گھر ٹھہرایا۔

قبول اسلام:

ان کے قبول اسلام کے بارے میں دو روایتیں ہیں۔ پہلی روایت تو یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اختیار دے دیا کہ اگر چاہیں تو اسلام قبول کر لیں اور اگر چاہیں تو اپنے مذہب یہود پر قائم رہیں۔ سیدہ ریحانہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں اپنے مذہب پر رہنے کو ترجیح دیتی ہوں۔

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ فرمایا کہ اگر تم اسلام قبول

marfat.com

کرلو تو میں تمہیں اپنے پاس رکھوں گا' مگر وہ اپنی بات پر قائم رہیں اس پر رسول اللہ ﷺ کو ان کے رویہ سے رنج ہوا اور آپ ﷺ نے سیدہ ریحانہ رضی اللہ عنہا کو ان کے حال پر چھوڑ دیا۔

ایک دن رسول اللہ ﷺ اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان تشریف فرما تھے کہ اچانک کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ حضور ﷺ کے چہرۂ انور پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ آپ ﷺ نے اصحاب کرام کو مخاطب کر کے فرمایا: یہ ثعلبہ بن شعبہ ہیں جو ریحانہ کے اسلام کی خوشخبری لے کر آ رہے ہیں۔ حضرت ثعلبہ نے بارگاہ رسالت پناہ میں حاضر ہو کر آہستگی سے نبی کریم ﷺ کو سیدہ ریحانہ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کرنے کی خوشخبری سنائی۔ حضور ﷺ اس خبر سے بہت خوش ہوئے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ سیدہ ریحانہ رضی اللہ عنہا اسیر ہو کر آئیں تو حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اگر تم اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کرلو تو میں تمہیں اپنے لئے خاص کرلوں گا۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کرتی ہوں۔

یہ سن ۶ ہجری کی بات ہے کہ قبول اسلام کے بعد حضور ﷺ نے انہیں آزاد کر کے اور پھر ان سے نکاح فرما کر ازواجِ مطہرات میں شامل کرلیا' وہ باپردہ رہتی تھیں اور ان کی باری کا دن بھی مقرر تھا۔

قبول اسلام کے بعد حضور ﷺ نے انہیں اپنی ملک میں رکھا اور بعض روایتوں کے مطابق آپ نے انہیں آزاد کر دیا اور پھر ان سے نکاح فرما کر ازواجِ مطہرات میں شامل کرلیا۔ بہر صورت وہ باپردہ رہتی تھیں اور ان کی بھی باری کا دن مقرر تھا۔ حضور ﷺ کو ان سے بڑی محبت تھی اور آپ ان کی ہر فرمائش پوری کرتے تھے' ان کی مستقل قیام گاہ دارِ قیس بن فہد میں تھی' حسن صورت کے ساتھ نہایت پاکیزہ اخلاق کی حامل تھیں۔

آنحضرت ﷺ کو سیدہ ریحانہ رضی اللہ عنہا سے بہت محبت تھی۔ آپ ﷺ ان کا بہت

marfat.com

خیال رکھتے تھے اور ان کی ہر فرمائش پوری کرتے تھے۔ ان کی مستقل رہائش اور دار قیس بن فہد میں تھی۔

حسن صورت کے ساتھ نہایت اعلیٰ اخلاق کی حامل تھیں۔

حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا بنو قریظہ کی قیدی عورتوں میں ہے اور رسول اللہ نے ان کو اپنے لئے مخصوص فرمایا تھا۔ اس ضمن میں ملحوظ خاطر رہے کہ جب سالارِ افواج کسی کو اپنے لئے مخصوص کر لیتا ہے تو وہ کسی اور کیلئے مخصوص نہیں ہو سکتی اور نہ ہی کسی اور کی ملکیت ہو سکتی ہے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عفو و کرم اور شان سخاوت دیکھئے کہ اپنے لئے مخصوص کرنے کے باوجود انہیں اختیار دیا کہ وہ چاہے تو ہماری ملکیت میں رہے اور چاہے تو اپنے قبیلہ میں واپس چلی جائے۔ ملکیت کو مالک پر کوئی اختیار نہیں دیتا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اجازت فرمادی کہ چاہو تو مجھ سے نکاح کرلو، تمہیں ہر قسم کی عزت و توقیر ملے گی۔ اگر پسند نہ کرو تو اہل قبیلہ اور اہل خاندان کے پاس چلی جاؤ۔ حضرت ریحانہ بنت شمعون رضی اللہ عنہا نے دوسری صورت کو قبول کیا۔

معتبر روایت کے مطابق جب سیدہ ریحانہ رضی اللہ عنہا اسیر ہو کر آئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے لئے مخصوص فرمالیا جب آپ ان کے پاس گئے تو انہیں فرمایا کہ اگر تم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار کرلو تو میں تمہیں اپنے لئے مخصوص کرلوں گا تو انہوں نے عرض کیا کہ میں اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کرتی ہوں۔ یہ پانچ صدی کے آخر کا واقعہ ہے۔

ایک روایت کے مطابق آپ کا حق مہر (قبولیت اسلام) اور قبولیت زوجیت کے بعد بارہ اوقیہ سونا مقرر فرمایا۔ دوسری روایت کے مطابق بارہ اوقیہ چاندی اور عمدہ قسم کی خوشبوؤں کا حق مہر فرمایا۔ رخصتی کے بعد حضرت اُم المنذر بنت قیس رضی اللہ عنہا کے گھر میں ٹھہرائی گئیں۔ دوسری ازواج مطہرات کی طرح ان کی بارہ کا دن بھی مقرر ہوا اور ان کو

marfat.com

بھی پردہ کروا گیا۔

بہرحال اگر رسول اللہ ﷺ نے انہیں آزاد کر کے ان سے نکاح فرمایا ہو اور اگر بطور لونڈی اپنی ملک میں رکھا ہو تو بھی ان کی باری کا دن مقرر تھا اور دیگر ازواج مطہرات کی طرح ان کیلئے بھی پردہ کا حکم تھا۔ رسول کریم ﷺ گاہے بگاہے وہاں قیلولہ اور ملاقات کیلئے تشریف لے جاتے رہے۔

رسول کریم ﷺ کو بھی ان سے بڑی محبت اور آپ کی ہر فرمائش پوری کیا کرتی تھی۔ آپ نہایت حسین و جمیل تھیں، جب دامانِ رسول کے ساتھ وابستہ ہوئیں تو دنیا بھر کے لذائذ سے رشتہ توڑ لیا اور خود کو فقط رضائے مصطفےٰ ﷺ کیلئے وقف کر دیا۔

حضرت ریحانہ بنت شمعون رضی اللہ عنہا نے قبولیت اسلام اسلام کے بعد ایک مثالی زندگی گزری۔ آپ کا کبھی کسی اُم المومنین سے نزاع نہ ہوا۔ آپ نہایت حسین و جمیل اور خوبصورتی کے تمام لوازم سے آراستہ تھیں۔ مگر آپ نے اپنے سے بڑی اور انتہائی محترم اُمہات المومنین کے حکم سے سرتابی نہ کی۔ اُمہات المومنین کے ہر حکم کو دل و جان سے بجا لائیں۔ آپ نے آقا و مولا ﷺ کی اس طور اطاعت کرتی تھیں کہ سلطان دو عالم بے حد مسرور ہوتے اور ان کو دعاؤں اور جذبات خیر سے نوازتے۔ آپ کو بجا طور پر یہ احساس تھا کہ حضور نبی کریم ﷺ میرے شوہر محترم ہی نہیں ہیں بلکہ دو عالم کے آقا و مولا اور شفیع المذنبین ہیں اور آپ کے احکامات کی اطاعت کر کے ہی دنیا اور آخرت سرخروئی کی خلعت جاودانہ حاصل کی جا سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ دنیا سے رخصت ہوئیں تو جملہ اُمہات المومنین کے آپ کے متعلق جذبات انتہائی کریمانہ اور مخلصانہ تھے۔

آپ نے سلطان دو عالم ﷺ کے وصال انور سے چند ماہ پہلے اور ایک روایت کے مطابق دس ماہ قبل وفات پائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

marfat.com

اُم المومنین

سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا

دین نبی کی شوکت و عظمت تھیں ماریہؓ
دُنیا و دیں میں باعثِ رحمت تھیں ماریہؓ
اُن پر خُدائے پاک کے انوار بے شُمار
سرکارؐ دیں کے قلب کی راحت تھیں ماریہؓ
محبوبؐ دو جہاں کے وُہ لختِ جگر کی ماں
نورِ حیات و زینتِ فطرت تھیں ماریہؓ
اُن کے وجودِ پاک پر اہلِ نظر کو ناز
زوجِ رسولؐ ، مادرِ اُمّت تھیں ماریہؓ
اُن کی تھی وقف زندگی سرکار کیلئے
حرمِ رسولِ پاک کی زینت تھیں ماریہؓ
خُود عائشہؓ کو آپ کی سیرت پہ رشک تھا
نُورِ یقین، شمعِ ہدایت تھیں ماریہؓ
اُن کا ہے نام اے رضؔا اعزازِ زندگی
اُمّت کا فخر، رُوحِ عبادت تھیں ماریہؓ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

marfat.com

اُم المومنین

سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا

اُم المومنین سیدہ ماریہ قبطیہ تاریخ اسلام میں نہایت بلند مقام رکھتی ہیں۔ انہیں عزیز مصر مقوقس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اسلام اور اطاعت کے جواب میں بھیجا تھا۔ مقوقس نے اسلام تو قبول نہ کیا مگر دو خوبصورت اور سلیقہ مند لڑکیاں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ارسال کر دیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان میں سے حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو تو اپنے لئے وقف فرما لیا جبکہ ان کے ساتھ آنے والی دوسری لڑکی سیرین کو حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دے دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کی غیر معمولی پذیرائی کی۔ آپ نے حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کو بالا خانے میں ٹھہرایا جس کا نام بعد میں مشربہ اُم ابراہیم بن گیا۔ آپ نے حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کیلئے پردے کا حکم جاری فرمایا۔ پردے کا مطلب ازواجِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں شامل ہونا تھا۔ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا ہی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جنم دیا۔ حضرت ابراہیم کی ولادت ذی الحجہ ۸ ھ میں ہوئی۔ ان کی پیدائش کی خوشی میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مینڈھے ذبح کرائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت سلطان دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری اولاد ثابت ہوئے۔ آپ نے ابو رافع کو ایک غلام انعام کے ایک طور پر عطا فرمایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بے پناہ پیار کرتے تھے۔ انہیں گود میں لے کر کھلاتے۔ مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر نے وفا نہ کی اور وہ ہجرت کے دسویں سال فوت ہو گئے' جب ان کی عمر بمشکل ۱۸ ماہ کی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی وفات

marfat.com

کو شدت سے محسوس کیا۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو گر رہے تھے۔ اُدھر حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کی آنکھوں سے بھی آنسوؤں کی جھڑیاں لگی ہوئی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روتا دیکھ کر صحابہ حیران ہوئے کہ

"یارسول اللہ! آپ کی آنکھوں میں آنسو؟"

آپ نے فرمایا" آنسو خدا کا رحم ہیں جو اللہ اپنے بندوں پر نازل فرماتا ہے"۔

پھر آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اشکوں کے گہرہائے گراں مایہ نچھاور کرتے ہوئے فرمایا:

"بخدا ابراہیم! ہم تمہاری موت سے نہایت غمگین ہیں۔ آنکھ رو رہی ہے دل غمزدہ ہے مگر ہم کوئی ایسی بات زبان سے نہیں کہیں گے جس سے ہمارا خدا ہم سے راضی نہ ہو"۔

اس ضمن میں یاد رہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب سے عزیزِ مصر مقوقس کے پاس قبولیتِ اسلام کا دعوت نامہ لے کر حضرت حاطب ابن بلتعہ رضی اللہ عنہ گئے، جن کی عزیزِ مصر نے بہت تکریم کی، جب حضرت حاطب رضی اللہ عنہ دونوں لڑکیوں کو لے کر مدینہ منورہ کی جانب آئے تو راستے میں تعلیماتِ اسلامی کی تبلیغ بھی کرتے گئے۔ اور ابھی مدینہ بہت دور تھا کہ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کی تبلیغ سے حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سیرین رضی اللہ عنہا مسلمان ہو گئیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام پر حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے تبلیغی اور اسلامی جذبہ کی بہت تعریف کی تھی۔

اصحابِ سِیَر کا بیان ہے کہ سُلطانِ دو عالَم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے ویسا ہی سلوک کرتے جیسا دوسری اُمہاتُ المومنین رضی اللہ عنہن سے کرتے تھے۔ انہیں بھی پردہ میں رہنے کا حکم جاری فرمایا جس سے ان کا اعزاز اہلِ مدینہ اور جُملہ اُمہاتُ المومنین کی نگاہوں میں بڑھ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے:

marfat.com

قبطیوں (مصر کے عیسائیوں) کے ساتھ بہترین سلوک روا رکھو اس لئے کہ ان سے عہد اور نسب دونوں کا تعلق ہے۔ ان سے نسب کا تعلق تو یہ ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ اور میرے فرزند ابراہیم کی والدہ (سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا) کا تعلق اسی قوم سے ہے اور عہد کا تعلق یہ ہے کہ ان سے معاہدہ ہو چکا ہے۔

امہات المومنین بھی حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے بہت پیار کرتی تھیں۔ ان کے والد کا نام شمعون تھا۔ اور عزیز مصر نے دونوں لڑکیوں کو سرکار والا تبار صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے اپنے رقعہ میں لکھا تھا:

"میں دو لڑکیاں آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں جو قبطیوں میں بڑی عزت و وقار کی حامل ہیں"۔

حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا اور فرموداتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھ کر وہ مشہور واقعہ یاد آتا ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جد اعلیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک بیوی سیدہ ہاجرہ علیہا السلام مصر کے شاہی خاندان کی فرد تھیں۔ اس قدیم تاریخی تعلق کو شاہ مقوقس نے سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ سیرین رضی اللہ عنہا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر کے آگے بڑھایا۔ سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا اُمّہاتُ المومنین' اَزواجِ مُطہّرات میں شامل ہو کر اس عظیم ترین اعزاز کی حق دار ٹھہریں جس کا اللہ تعالیٰ نے قُرآنِ حکیم میں ان سے وعدہ کر رکھا ہے۔

حضور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے بھی خصوصی تعلق خاطر روا رکھتے۔ ان کیلئے بھی پردہ کا حکم تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُمّہاتُ المومنین کو قبطیوں سے محبّت کرنے اور ایثار و خُلُوص سے پیش آنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔

ربّ العالمین نے سیّدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو حُسنِ سیرت اور حُسنِ صُورت دونوں

marfat.com

سے نواز رکھا تھا۔ اخلاق ایسا کریمانہ تھا کہ بہت جلد اُمہات المومنین میں گھل مل گئیں۔

اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

"جتنا رشک مجھے ماریہ پر آتا ہے اتنا کسی اور پر نہیں آتا"

سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا نہایت نیک سیرت' پاک دل' پاکیزہ فطرت اور پاکباز تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو بھی دوسری اُمہات المومنین کے برابر حصہ عطا فرماتے۔ وصال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا دور آیا تو انہوں نے بھی ان کا اعزاز و وقار اور حصہ برقرار رکھا اور آپ کے احترام میں کسی قسم کی کمی نہ آنے دی۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر روز حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے جاتے تھے۔ وہیں قیلولہ فرماتے تھے۔ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آپ کی خدمت میں لایا جاتا تھا۔ آپ اس کی معصومانہ اداؤں سے بہت مسرور اور شاداب ہوتے تھے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام انتقال فرما گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ابراہیم کو دُودھ پلانے والی ایک دایہ جنّت میں ہے جو اس کی شیر خوارگی کی بقیہ مُدّت پُوری کرے گی۔ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو غسل دیا اور ایک چھوٹے سے تختے پر اُٹھا کر جنت البقیع کی طرف چل پڑے۔ آپ کے ساتھ چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور صحابہ کی بڑی جماعت تھی۔ نماز جنازہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پڑھائی پھر آپ سے دریافت کیا گیا:

"یارسول اللہ! ان کو کہاں دفن کریں"

ارشاد فرمایا:

"ہمارے سلف عثمان بن مظعون کے پاس"

marfat.com

وہ ہستی تھی جو سب سے پہلے بقیع میں دفن ہوئی۔ لہٰذا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق کھودی گئی تو حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ قبر میں اُترے۔ جب تدفین سے فراغت ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کی درزوں اور شگافوں کو بند کرنے کا حکم دیا اور اپنے مبارک ہاتھوں سے قبر کی مٹی ہموار کی اور فرمایا:

"پانی لاؤ"۔

چنانچہ ایک انصاری پانی کی مشک لے کر آیا جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود قبر پر چھڑکا اور قبر کی شناخت کے لئے وہاں کوئی چیز نصب کر دی۔

حضرت ابن جابر رضی اللہ عنہ نے حضرت مکحول رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے سنا کہ ابراہیم علیہ السلام کی وفات پر نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا:

"اگر ابراہیم زندہ رہتا تو اس کا کوئی ماموں غلام نہ ہوتا۔ (یعنی قبطی قوم کے تمام لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طفیل آزاد ہو جاتے)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت کے صلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی دایہ اُم بردہ رضی اللہ عنہا کو ایک قطعہ زمین عطا فرمایا۔

ہُوئے اتفاق کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات کے روز سورج گرہن لگ گیا جس کو منحوس سمجھتے ہوئے بعض اصحاب نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات کے غیر معمولی صدمہ سے منسوب کیا۔ مخبرِ صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنتے ہی صحابہ کو اکٹھا کیا اور حمد و ثناء کے بعد ارشاد فرمایا:

"اے اصحاب! سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں جو ربّ العالمین کی ہیبت اور جلالت کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ یہ اہلِ بصیرت کیلئے تعجّب کا مُوجب ہے کہ ایک ساعت میں دونوں کی چمک دمک سلب کر کے تاریک کر دیتا ہے۔

marfat.com

اسی طرح وہ قادر ہے کہ آدمیوں کے نورِ ایمان کو سلب کر کے انہیں تاریک کر دے۔ جب دیکھو کہ چاند اور سورج کی نورانیت سلب ہو گئی ہے تو اللہ کو یاد کرو' غلاموں کو آزاد کرو اور صدقہ و خیرات کرو"۔

حضور ﷺ کے وصال مبارک کے بعد حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کیلئے دنیا اندھیر ہو گئی۔ زیادہ سے زیادہ وقت خُدا کی یاد میں بسر کرتیں۔ نوافل کثرت سے پڑھتیں اور عبادات کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیتیں۔ جب آپ کا آخری وقت آیا تو آپ کی بہن سیرین رضی اللہ عنہا اپنے بیٹے عبدالرحمٰن بن حسّان کو لے کر آئیں۔ آپ اس معصوم سے نونہال حضرت عبدالرحمٰن بن حسّان سے بہت پیار کرتی تھیں۔ آپ کا دل دنیا سے اُچاٹ ہو گیا تھا۔ محبوب دو عالم ﷺ وفات پا چکے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جدا ہو چکے تھے۔ اس لئے آپ اپنے دل پر رنج و الم کے پہاڑ لئے جیتی رہیں' حتیٰ کہ وقت وصال آ پہنچا۔ آپ کی عُمر مُبارک صرف ۲۹ سال تھی جب آپ اَبدی سفر کی جانب روانہ ہو گئیں۔

حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں محرم ۱۶ ہجری میں انتقال فرمایا۔ امیر المومنین نے تمام اہلِ مدینہ کو جمع کیا اور خود نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر آپ کو جنت البقیع میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔

marfat.com

حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنتِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نبی پاک کا نورِ نظر تھیں سیّدہ زینبؓ
زمانے کے لئے بادِ سحر تھیں سیّدہ زینبؓ
کئے برداشت باطل کے مظالم حُبّ احمدؐ میں
زمانے کے لئے جان اثر تھیں سیّدہ زینب
ہر اک ان کی ادا تھی بہرِ حُبّ سرورِ بطحاؐ
نبیؐ پاک کا حُسنِ نظر تھیں سیّدہ زینبؓ
زمانے کو عطا ہوتی ہے جس سے شانِ اسلامی
گلستانِ ضیا کا وہ ثمر تھیں سیّدہ زینب
اندھیرے جگمگا اُٹھتے ہیں جس کے فیضِ عالی سے
سپہرِ دین پر مثلِ قمر تھیں سیّدہ زینب
ابوالعاصؓ ان پہ شیدا آپ بھی ان پر تصدّق تھیں
وفا و مہر و شفقت کا نگر تھیں سیّدہ زینب
رضاؔ تھی عُمر تھوڑی موت کا جونہی پیام آیا
خدا کے وصل کو محوِ سفر تھیں سیّدہ زینب

(رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

marfat.com

حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنتِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

جو شخصیات تاریخ کا اعزاز ٹھہرتی ہیں ان میں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بھی شامل ہیں۔ آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اوّلین صاحبزادی تھیں۔ آپ کی والدہ محترمہ تاریخِ اسلام کی عظیم محسنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری بیوی سیّدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا تھیں۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانِ نُبوّت سے دس برس قبل دنیا میں تشریف لائیں جبکہ آقائے عالی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تیس برس کے تھے۔

آپ کا اسمِ گرامی زینب رضی اللہ عنہا بنتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ آپ کی شادی کم سنی میں ہی آپ کے خالہ زاد (سیدہ خدیجہ الکبریٰ کے بھانجے) ابوالعاص سے ہوگئی۔ آپ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ جب آپ کے والدِ محترم حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا تو آپ بھی اپنی امی جان سیّدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ بِلا تاخیر ایمان لانے والوں میں تھیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلانِ نبوّت کفّار پر بجلی بن کر گرا۔ یکبارگی سارا مکّہ دشمن ہوگیا۔ اوروں کو چھوڑیئے آپ کا سگا چچا اُبولہب آپ کی دُشمنی میں آگے آگے نظر آنے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیوں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کے نِکاح اُبولہب کے بیٹوں سے ہوئے تھے' ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ ابولہب نے اپنے بدباطن اور بدزبان بیٹوں کو سختی سے حکم دیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھر جاؤ۔ اُن کی توہین کرو اور اُن کی بیٹیوں کو طلاق دے آؤ۔ ان دونوں نے اپنے باپ کو راضی کرنے کیلئے ایسا ہی کیا' بلکہ خرافات بھی بکتے رہے۔ اسی دوران میں حضرت ابوالعاص کو اُن کے رشتہ داروں اور اہل مکّہ نے بہت مجبور کیا کہ تم بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی زینب کو طلاق دے دو۔

marfat.com

حضرت ابوالعاص، سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ انہوں نے ہر قسم کے دباؤ کا مقابلہ کیا اور صاف کہہ دیا کہ میں کسی قیمت پر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے علیحدگی نہیں کروں گا۔ تذکرہ نگاروں کے بقول حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوالعاص کے اس طرزِ عمل کو ہمیشہ سراہتے اور تعریف کرتے۔ حضرت ابوالعاص نہایت شریف النفس، پاکیزہ، دیانتدار، بہادر اور مہذب انسان تھے مگر ان تمام خوبیوں کے باوجود انہوں نے اسلام قبول نہ کیا۔ پھر بھی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے انتہائی محبت کی بناء پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام انہیں خصوصی التفات سے نوازتے رہے۔ جب کفار کے ظلم و ستم حد سے بڑھے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ طیبہ تشریف لے آئے جبکہ سیدہ زینب مکہ مکرمہ ہی میں اپنے سسرال میں تھیں۔

۲ ہجری میں قریش مکہ نے مدینہ منورہ پر حملہ کیا۔ لشکرِ کفار میں ابوالعاص بھی شامل تھے۔ بدر کے میدان میں حق و باطل کا مقابلہ ہوا اور حق غالب رہا۔ حملہ آوروں کے بہت سے آدمی مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے۔ ان میں ابوالعاص بھی تھے۔ انہیں ایک انصاری حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے اسیر کیا۔ اہل مکہ نے جب یہ خبر سنی تو قیدیوں کے قرابت داروں نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے عزیزوں کی رہائی کیلئے زرِ فدیہ بھیجا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے بھی مکہ سے اپنے دیور عمر بن ربیع کے ہاتھ یمنی عقیق کا ایک ہار اپنے شوہر کی رہائی کیلئے بھیجا۔ یہ ہار حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ان کی والدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے شادی کے وقت جہیز میں دیا تھا۔ جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ ہار پیش کیا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت مغموم ہوئے۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، کیونکہ اس ہار سے خاتونِ اسلام حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی یاد وابستہ تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے مخاطب ہو کر فرمایا ''اگر مناسب سمجھو تو یہ ہار

marfat.com

زینب کو واپس بھیج دو' یہ اس کی ماں کی نشانی ہے۔ ابوالعاص کا فدیہ صرف یہ ہے کہ وہ مکہ جا کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو فوراً مدینہ بھیج دیں"۔

تمام صحابہ کرام نے ارشادِ نبوی کے سامنے سر تسلیم خم کیا۔ حضرت ابوالعاص نے بھی یہ شرط قبول کر لی اور رہا ہو کر مکہ پہنچے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہمراہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ وہ بطن یاجج کے مقام پر ٹھہر کر انتظار کریں' حضرت ابوالعاص نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مکہ سے روانہ کر دیا۔ اپنے چھوٹے بھائی کنانہ کو بھی ساتھ بھیجا۔ کفارِ مکہ کو جب یہ خبر پہنچی کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی مدینہ جا رہی ہے تو انہوں نے کنانہ بن ربیع اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا تعاقب کیا اور مقام "ذی طویٰ" میں انہیں جا گھیرا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اونٹ پر سوار تھیں۔ کفار نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے نیزہ سے زمین پر گرا دیا۔ اونٹ کا منہ پھیرنے کیلئے اپنا نیزہ گھمایا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا گر پڑیں۔ وہ حاملہ تھیں' سخت چوٹ آئی' حمل ساقط ہو گیا۔ کنانہ بن ربیع غضبناک ہو گئے۔ اپنے تیر نکالے' انہیں ترکش پر چڑھا کر للکارا کہ خبردار اب تم میں سے کوئی آگے بڑھا تو اسے چھلنی کر ڈالوں گا' کفار رُک گئے۔

ابُوسفیان بھی ان میں شامل تھے۔ انہوں نے کہا: بھتیجے! اپنے تیر روک لو میں تم سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں' کنانہ نے تیر روک لیا اور پوچھا کیا کہنا چاہتے ہو؟ ابوسفیان نے ان کے کان میں کہا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھوں ہمیں جس رُسوائی اور ذِلت کا سامنا کرنا پڑا ہے تم اس سے بخوبی آگاہ ہو۔ اگر تم اس کی بیٹی کو اس طرح کھلم کھلا ہمارے سامنے لے جاؤ گے تو ہماری بڑی سُبکی ہو گی۔ بہتر یہ ہے کہ تم اس وقت زینب (رضی اللہ عنہا) کے ہمراہ مکہ واپس لوٹ چلو اور پھر کسی وقت خُفیہ طَور پر زینب کو لے جانا"۔ کنانہ نے یہ بات مان لی اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو لے کر مکہ واپس آ گئے۔ چند دن بعد وہ رات کے

marfat.com

وقت چپکے سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ہمراہ لے کر بطن یاجج پہنچے اور انہیں حضرت زید رضی اللہ عنہ بن حارث کے سپرد کر کے مکہ واپس چلے گئے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ پہنچے۔

حضرت ابوالعاص کو حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے بہت محبت تھی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے چلے جانے کے بعد وہ بہت بے چین رہنے لگے۔ ایک دفعہ جب وہ شام کی طرف سفر کر رہے تھے تو پُر درد آواز میں دو شعر پڑھ رہے تھے:

ذکرت زینب لما ورکت ارما

فقلت سقیا لشخص یسکن الحرما

بنت الامین جزاھا اللہ صالحہ

وکل بعل یشی ما الذی علما

ترجمہ: جب میں ارم کے مقام سے گزرا تو زینب رضی اللہ عنہا کو یاد کیا اور کہا کہ خدا اس شخص کو شاداب رکھے جو حرم میں مقیم ہے۔ امین کی لڑکی کو خدا جزائے خیر دے اور ہر خاوند اسی بات کی تعریف کرتا ہے جس کو وہ خوب جانتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

هِيَ أَفْضَلُ بَنَاتِي أُصِيبَتْ فِيَّ

یہ میری بیٹیوں میں افضل ہے میرے لئے اسے مصیبت پہنچی۔

ابوالعاص کو سیدہ سے بہت محبت تھی ان کی مدح میں اشعار کہے:

''زینب رضی اللہ عنہا تو امین صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی صالحہ ہے مجھے اس کے اوصاف معلوم ہیں''۔ (مفہوم)

۶ھ میں بغرض تجارت شام گئے تھے۔ ابوبصیر رضی اللہ عنہ اور ابوجندل رضی اللہ عنہ کے

marfat.com

ہمراہی مسلمانوں (جو اسلام لانے کے جرم میں قریش کی قید میں رہ چکے تھے) اور اب شام میں تھے۔ ابوالعاص (رضی اللہ عنہ) کا سامان ضبط کر لیا (پورے قافلہ کا) مگر ابوالعاص (رضی اللہ عنہ) کو گرفتار نہ کیا۔

ابوالعاص (رضی اللہ عنہ) نے قریشِ مکہ کی بات نہیں مانی تھی۔ پہلے ان کے اصرار پر انہیں طلاق نہیں دی۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ کی طرف سے علیحدگی کا حکم آ گیا تو بھی انہوں نے نبی کریم ﷺ کے حکم کی بھرپور تعمیل اور کوشش کی کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا مدینے پہنچ جائیں لیکن ان تمام باتوں کے باوجود قریش مکہ اب بھی ابوالعاص کو دل و جان سے عزیز رکھتے تھے۔ وہ مکہ کے سب سے زیادہ ہردلعزیز شخص تھے' قریش ان کے پاس امانتیں رکھواتے' یہ وقت پر وہ امانتیں واپس کر دیتے۔ آپ بہت اچھے اور کامیاب تاجر تھے۔ جب آپ تجارتی قافلہ لے کر کہیں جاتے تو قریشِ مکہ اپنا سرمایہ آپ کے سپرد کر دیتے۔ جب آپ واپس آتے تو نہایت خلوص اور دیانتداری سے ان میں منافع تقسیم کرتے۔ اس لئے قریشِ مکہ کی نگاہوں میں حضرت ابوالعاص (رضی اللہ عنہ) سے بڑھ کر دیانتدار اور صاحبِ صدق و صفا اور کوئی شخص نہیں تھا۔

٦ھ میں ابوالعاص (رضی اللہ عنہ) ایک تجارتی قافلہ کے ہمراہ شام جا رہے تھے کہ عیص کے مقام پر مجاہدینِ اسلام نے قریش کے قافلہ پر چھاپہ مارا اور تمام مال و اسباب پر قبضہ کر لیا۔ حضرت ابوالعاص (رضی اللہ عنہ) بھاگ کر مدینہ چلے گئے اور دوسرے مشرکین کو مسلمانوں نے گرفتار کر لیا۔ حضرت ابوالعاص (رضی اللہ عنہ) نے مدینہ پہنچ کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی پناہ لی۔ انہوں نے رسول کریم ﷺ سے سفارش کی کہ ابوالعاص (رضی اللہ عنہ) کا مال انہیں واپس کر دیا جائے۔ چونکہ ابوالعاص (رضی اللہ عنہ) نے مکہ میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ اچھا سلوک کیا تھا' اس لئے حضور ﷺ ان کا لحاظ کرتے تھے۔ صحابہ کرام سے فرمایا:

marfat.com

اگر تم ابوالعاص (رضی اللہ عنہ) کا مال واپس کر دو گے تو میں ممنونِ احسان ہوں گا"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تو ہر وقت خُوشنودیٔ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم مطلُوب تھی۔ فوراً تمام مال واسباب حضرت ابوالعاص (رضی اللہ عنہ) کو واپس کر دیا۔ وہ تمام مال ومتاع لے کر مکہ پہنچے اور تمام لوگوں کی امانتیں واپس کر دیں، پھر اہلِ مکّہ سے مُخاطب ہو کر کہا:

"اے اہلِ قریش! اب میرے ذمّہ کسی کی کوئی امانت تو نہیں ہے"۔

تمام اہلِ مکّہ نے یک زُبان ہو کر کہا: "بالکل نہیں، خُدا تمہیں جزائے خیر دے، تم ایک نیک نہاد اور باوفا شخص ہو"۔

حضرت ابوالعاص (رضی اللہ عنہ) نے کہا "تو سُن لو کہ میں مسلمان ہوتا ہوں، خُدا کی قسم اسلام قبول کرنے میں مجھے صرف ایہ امر مانع تھا کہ تم لوگ مجھے خائن نہ سمجھو"

یہ کہہ کر کلمۂ شہادت پڑھا اور اس کے بعد ہجرت کر کے مدینہ مُنوّرہ تشریف لے آئے۔ یہ محرم ۷ ھ کا واقعہ ہے۔

چونکہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ میں شرک کی وجہ سے تفریق ہو گئی تھی۔ اس لئے جب ابوالعاص (رضی اللہ عنہ) مُشرف بہ اسلام ہو کر مدینہ پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو پہلے حق مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کر کے حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے گھر بھجوا دیا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا اس واقعہ کے بعد زیادہ عرصہ زندہ نہ رہیں۔ ۸ ہجری میں آپ نے وفات پائی۔ اس کا سبَب اسقاطِ حمل کی تکلیف تھی جو پہلی دفعہ مکّہ سے آتے ہوئے ذی طویٰ کے مقام پر ہوا۔

حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا، حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کے مُطابق میت کو غُسل دیا۔ جب غسل سے فارغ ہوئیں

marfat.com

تو حضور ﷺ کو اطلاع دی۔ آپ نے اپنا تہبند عنایت فرمایا اور ہدایت کی کہ اسے کفن کے اندر پہنا دو۔

نماز جنازہ رسول کریم ﷺ نے خود پڑھائی۔ حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے قبر میں اُتارا، حضور ﷺ خود بھی قبر میں اترے۔ صحیح بخاری میں مشہور صحابیہ اُم عطیہ سے روایت ہے کہ مجھے سیدہ زینب کے غُسل میں شرکت کا موقع مِلا۔ غُسل کا طریقہ خود حضور ﷺ بتاتے جاتے تھے۔ آپ نے اُمِّ عطیہ سے فرمایا:

اُمِّ عطیہ میری بیٹی کو اچھی طرح کفن میں لپیٹنا، اس کے بالوں کی تین چوٹیاں بنانا اور اسے بہترین خوشبوؤں سے مُعطر کرنا۔ جس دن سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے وفات پائی حضور ﷺ بہت مَغمُوم تھے اور فرمار ہے تھے:

"زینب میری سب سے اچھی لڑکی تھی جو میری محبت میں ستائی گئی"

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ایک صاحبزادے علی اور ایک لڑکی امامہ چھوڑی۔ جب مکہ فتح ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول کریم ﷺ کے ساتھ اونٹ پر سوار تھے۔ ایک روایت کے مطابق آپ نے جنگِ یرموک میں شہادت پائی۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے وصال کے تھوڑے عرصہ بعد حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ بھی وصال فرما گئے۔ وصال سے پیشتر انہوں نے اپنی لڑکی امامہ کو حضرت زبیر بن العوام (اپنے ماموں زاد بھائی) کی سرپرستی میں دے دیا۔

جیسا کہ ہم ذکر کر رہے ہیں کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے ایک فرزند علی رضی اللہ عنہ اور ایک دختر امامہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئی تھیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے رضاعت کیلئے چھوڑا ہوا تھا۔ ایام رضاعت کے بعد مدینہ شریف بُلوالیا، خُود پرورش اور تربیت فرمائی۔ فتح مکہ شریف کے روز یہی علی رضی اللہ عنہ نواسہ رسُول حضور علیہ السلام کے ناقہ

marfat.com

شریف پر آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ ردیف تھے۔ ابھی بلوغت کا آغاز ہوا تھا کہ وصال فرما گئے۔ جب بسترِ مرگ پر تھے حضور ﷺ کو اطلاع ملی تو فرمایا:

"خدا ہی ہے جو واپس لیتا ہے یا عطا کرتا ہے اور اس کے ہاں ہر چیز کا وقت مقرر ہے"۔ (حدیث مبارکہ)

سرکار دو عالم ﷺ کسی خاص امر میں مصروف تھے۔ اس لئے فوراً تشریف نہ لے جا سکے۔ خادم پھر حاضر ہوا کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا آپ کو قسم دیتی ہیں کہ ضرور تشریف لائیں۔ آپ ﷺ اور سعد بن عباد رضی اللہ عنہ، معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ چل پڑے، بچہ دکھایا گیا وصال ہو چکا تھا۔

سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا:

بنت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا، حضرت امامہ رضی اللہ عنہا وہ پیاری نواسی جن کو گود میں لے کر حضور ﷺ نے نماز پڑھی تھی۔ امامہ کندھے پر ہوتیں، رکوع کے وقت آپ ﷺ زمین پر اُتار لیتے پھر اُٹھا لیتے۔ (مسلم، نسائی، ابوداؤد)

ایک بار آپ ﷺ نے فرمایا:

اَحَبُّ اَھْلِیْ اِلَیَّ

"اہلِ بیت میں میری سب سے زیادہ پیاری"۔

ایک بار نجاشی رضی اللہ عنہ نے ایک حلّہ بھیجا۔ جس میں سونے کی انگوٹھی تھی، جس کا نگینہ حبشی تھا، رسولِ کریم ﷺ وہ انگوٹھی سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا کو عطا فرمائی۔

ایک بار حضور ﷺ کو کسی نے ہدیہ بھیجا جس میں سنہری ہار تھا۔ تمام اُمہات المومنین ﷺ ایک مکان میں جمع تھیں۔ حضرت امامہ رضی اللہ عنہا مٹی سے کھیل رہی تھیں۔

marfat.com

آپ ﷺ نے فرمایا یہ خوبصورت ترین اور عجیب ترین اپنے محبوب ترین اہل کو دُوں گا۔ اُمّہات المومنین رضی اللہ عنہا سمجھیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ملے گا مگر حضور اقدس رضی اللہ عنہا نے امامہ رضی اللہ عنہا کے گلے میں ڈال دیا۔

حضور علیہ السلام کو سیدہ زینب سے غیر معمولی لگاؤ تھا۔ یہ اپنی امی کے ساتھ سب سے پہلے ایمان لائیں اور اپنے عظیم ترین والد کی اِتّباع اور رِضا جوئی میں ساری زندگی گزار دی۔ آپ کی وفات کے دکھ کو جنابِ رسُولُ اللہ ﷺ نے کیسے برداشت کیا اور کن جذباتِ غم کا اظہار کیا اس کا اندازہ احادیث کے مُطالعہ سے ہو جاتا ہے۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی یتیم بچی سے جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو بے حد پیار تھا۔ نبی کریم ﷺ کی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی اولاد سے غیر معمولی شفقت در اصل اس انتہائی پیاری بچی سے پیار کا ایک فکر آفریں انداز تھا۔

سلام اس سیّدہ کو' سر بسر مہر و وفا ٹھہریں
سلام اس سیّدہ کو' پیکرِ صبر و رضا ٹھہریں

marfat.com

حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا بنتِ محمد رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

رُقیہؓ جانِ احمدؐ جانِ عثمانِ غنی ٹھہریں
جہاں کی ظلمتوں میں دین حق کی روشنی ٹھہریں
وہ جن سے بزمِ ہستی کو قرارِ نور ملتا ہے
گلستانِ حیا و حِلم کی وہ تازگی ٹھہریں
وجودِ پاک اُن کا ہے مثال شمع نورانی
خدیجہؓ کا قرار اور شوکت احمد نبیؐ ٹھہریں
وہ مکہ ہو یا حبشہ ہو یا پھر شہر مدینہ ہو
وہ خاوند کے لئے پیغامِ امن و آشتی ٹھہریں
وہ بیٹی تھیں کہ جن پر سرورِ بطحا بھی نازاں تھے
وہ بیوی تھیں جو شوہر کے لئے حُسنِ جلی ٹھہریں
وہ بیٹی تھیں مثالی تھیں، وہ بیوی تھی مثالی تھیں
وقارِ زندگی ٹھہریں، قرارِ بے کلی ٹھہریں
محبت ہے رقیہؓ سے، محبت شاہِ بطحاؐ کی
رضاؔ، جانِ عقیدت میں یہی، آلِ نبی ٹھہریں

(محمد اکرم رضاؔ)

marfat.com

حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا بنتِ محمد رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صاحبزادیوں پر بات کرتے ہوئے ہر گام پر ادب و احتیاط سے دامن تھام کر آگے بڑھنا پڑتا ہے۔ یہی مقام اُمّہاتُ المومنین رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ہے۔ کیونکہ یہ وہ ہستیاں ہیں جو تربیت یافتہ نبوّت تھیں۔ اُمّہاتُ المومنین تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سانچے میں ڈھل کر بزمِ ہستی کے اہلِ ایمان کیلئے اُسوۂ عمل بن گئیں جبکہ ان کے مقابلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں نے تو آپ کی آغوشِ رحمت میں تربیت پائی تھی۔ ہوش سنبھالنے پر اپنے ابّا جان کے اُسوۂ حسنہ کو نگاہوں کے روبرو دیکھا تھا اور اسی سے عمل کی روشنی حاصل کی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ربِّ کریم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے چار صاحبزادیوں سے نوازا تھا۔

۱۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا

۲۔ سیدہ رُقیہ رضی اللہ عنہا

۳۔ سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ عنہا

۴۔ خاتونِ جنت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا

ان کے علاوہ خُدا نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے صاحبزادے بھی عطا کیے لیکن وہ بچپن ہی میں انتقال فرما گئے۔

حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا نبی مُحترم صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صاحبزادی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانِ نبوّت سے سات سال پہلے پیدا ہوئی تھیں۔ آپ کی پیدائش کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر تینتیس برس کی تھی۔ حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا کی بڑی بہن حضرت زینب آپ سے تین برس بڑی تھیں۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے اپنی اس صاحبزادی کو بڑی محبّت اور شفقت سے پرورش کیا تھا۔

marfat.com

حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نِکاح اُبولہب کے بیٹے عتبہ بن اُبولہب سے ہوا تھا جب یہ "سُورہ تبت یدا ابی لہب" نازل ہوئی تو اُبولہب غُصّے اور غیض و غضب میں ہوش کھو بیٹھا اور بیٹے کو حکم دیا کہ ابھی جا کر محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی سیدہ رقیہ کو طلاق دے آوَ۔ عتبہ غُصّے میں مغلُوب آیا اور واہی تباہی بکتے ہوئے سیدہ رُقیہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے کر چلتا بنا۔ حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا کی ابھی رخصتی نہ ہوئی تھی مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ابولہب اور اس کے بیٹے کے اس اقدام سے بے پناہ رنج کا احساس ہوا۔ آخر سیدہ رُقیہ رضی اللہ عنہا لختِ جگر تھیں، غم کیوں محسوس نہ ہوتا۔

خُدا خود بہتر سے بہتر سبَب پیدا کرتا ہے۔ چند دنوں بعد ہی حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ اسلام کی دولت سے بہرہ ور ہو گئے۔ حضرت عثمان ایک امیر، متموّل اور خوشحال گھرانے کے فرد تھے۔ صاحب خیر و برکت تھے، ہاتھ کُھلا تھا، خیرات کثرت سے کرنے کے عادی تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کی صورت اور پاکیزہ سیرت دیکھ کر آپ کو حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا کے شوہر کی حیثیت سے منتخب کر لیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی دلی خواہش بھی یہی تھی جس ہستی عظیم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا ملجاء و ماویٰ مان کر اس کے دامانِ رحمت میں پناہ لی ہے اس سے دامادی کا رشتہ عظیم ترین شرف سے کم نہ تھا۔ فریقین کی رضامندی سے مکہ مکرمہ ہی میں حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان رضی اللہ عنہ سے ہو گئی۔

مکّہ میں کُفّار نے جب مسلمانوں کو بے حد ستایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حبش کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ ہجرت کر کے حبش چلے گئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مَعلُوم ہوا تو آپ نے فرمایا: ابراہیم علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے خدا کی راہ میں اپنی بیوی کے ہمراہ ہجرت کی ہے"۔

marfat.com

حبشہ میں قیام کے دوران میں ان کے ہاں ایک فرزند پیدا ہوا جس کا نام عبداللہ تھا۔ عبداللہ نے حضرت رقیہ کے وصال کے بعد انتقال فرمایا۔ اس وقت ان کی عُمر چھ برس کی تھی۔ آنکھ پر مُرغ نے ٹھونگ ماردی' زخم ہوگیا اور اسی سے ان کا وصال ہوا۔ اسی دوران میں خبر مشہور ہوگئی کہ مسلمانوں اور قریشِ مکّہ میں صُلح ہوگئی ہے۔ یہ افواہ سن کر کئی مسلمان مکّہ مکرمہ پلٹ آئے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مکہ آگئے مگر یہاں آکر پتہ چلا کہ صلح نہیں بلکہ محض افواہ تھی۔ اس پر یہ دونوں میاں بیوی پھر حبشہ چلے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی خیریت کے بارے میں بڑی تشویش محسوس کیا کرتے۔ حتیٰ کہ ایک عورت نے اطلاع دی کہ میں نے حبشہ میں دونوں کو خیرت سے دیکھا ہے۔ یہ سن کر نبیؐ پاک کی تشویش دُور ہوئی۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکّہ معظمہ سے مدینہ مُنورہ کی جانب ہجرت فرمائی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مدینہ مُنوّرہ آگئیں۔ غزوۂ بدر کے دوران حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا بیمار تھیں۔ اس لئے تیمارداری کے باعث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بدر میں نہ جا سکے۔ البتہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں اصحابِ بدر رضی اللہ عنہم میں شامل شُمار فرمایا ہے۔ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ بھی ان کی خدمت کیلئے مدینہ شریف میں رہے تھے۔ جس دن حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ فتح کی بشارت لے کر مدینہ منورہ آئے' اسی روز حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا نے اکیس سال کی عُمر میں انتقال فرمایا' بقیع شریف میں دفن کی گئیں۔

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مدینے آئے تو آپ مدینہ طیبہ میں حضرت اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ کے گھر ٹھہرے۔ مدینہ منورہ پہنچ کر ۲ ہجری میں حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا کو چیچک نکلی۔ اس وقت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنگِ بدر کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ بدر کو روانگی سے پیشتر آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ رُقیہ رضی اللہ عنہا کی خبر گیری کیلئے مدینہ

marfat.com

منورہ ہی میں ٹھہریں۔ اس کے عوض اللہ تعالیٰ انہیں جہاد میں شریک ہونے کا ثواب بھی دے گا اور مالِ غنیمت سے بھی انہیں حصّہ ملے گا۔ چُنانچہ حضرت عُثمان رضی اللہ عنہ حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا کے پاس ٹھہرے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابھی بدر ہی میں تھے کہ حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا کی تکلیف بڑھ گئی اور آپ نے ۲۱ برس کی عمر میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ عین اس وقت جب قبر پر مٹی ڈالی جارہی تھی، حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بدر کی لڑائی میں مسلمانوں کی فتح کی خوشخبری لے کر مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی لختِ جگر کی وفات کی اطلاع پا کر بہت مغموم ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چشمانِ مقدّس سے آنسو جاری ہو گئے۔ مدینہ واپس تشریف لا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا کی قبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا ''عثمان بن مظعون جا چکے اب تم بھی ان سے جا ملو''۔ (مہاجرین میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن مظعون پہلے صحابی تھے جنہوں نے مدینہ منورہ آ کر وفات پائی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر عورتوں میں کہرام مچ گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں منع کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''عمر! انہیں رونے دو، دل اور آنکھ کے رونے میں کوئی حرج نہیں، البتہ نوحہ و بین سے بچنا چاہیئے''۔

قبرِ رُقیہ رضی اللہ عنہا پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بیٹھ کر روتی تھیں۔ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پلو سے آپ رضی اللہ عنہا (سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا) کے آنسو پُونچھ رہے تھے۔ (بدر سے واپسی) پر مدینہ شریف میں یہ مشہور تھا کہ سب سے اچھا جوڑا جو دیکھا گیا ہے وہ رُقیہ رضی اللہ عنہا اور عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا سے بے پناہ پیار کرتے تھے۔ حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا بھی اس دل و جان سے عزیز تر خاوند کو دیکھ دیکھ کر جیتی تھیں مگر موت نے کب کسی کا لحاظ کیا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کیلئے حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد دنیا

marfat.com

اندھیر ہو گئی۔ حضور ﷺ حضرت عثمان اور حضرت رُقیہ کو اس مثالی انداز سے زندگی گزارتا دیکھ کر بہت خوش ہوتے اور انہیں اپنی دُعاؤں سے نوازتے رہتے تھے۔ ان میاں بیوی کی محبت اس قدر مثالی تھی کہ اہلِ مدینہ اس محبت کو مثال کے طور پر پیش کیا کرتے تھے۔ ان کے حوالے سے یہ مقولہ زُبان زدِ عام ہو گیا تھا۔

اَحْسَنُ الزَّوْجَیْنِ رَاٰھُمَا الْاِنْسَانُ رُقَیَّۃُ زَوْجُھَا عُثْمَانُ

بے شک حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بہتر میاں بیوی کسی انسان نے نہیں دیکھے۔

جب حضور علیہ السلام میدانِ بدر کو روانہ ہوئے تھے۔ حضرت رقیہ کی بیماری دیکھ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھی غزوہ سے رخصت دے دی تھی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کیلئے حضرت رقیہ کی تیمارداری کو بدر میں شمولیت کے برابر قرار دے دیا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ کی دل و جان سے تیمارداری کی تھی۔ ابھی حضور علیہ السلام تشریف نہیں لائے تھے کہ حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ آپ نے خود ہی حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا کے کفن دفن کے انتظامات کیے۔ مقتدر صحابہ حتیٰ کہ حضور ﷺ موجود نہیں تھے۔ آپ رنج والم کی تصویر بنے سب کچھ کر رہے تھے۔ جب اسلامی لشکر کامیابی کا مُژدہ سُناتا ہوا مدینہ مُنوّرہ میں داخل ہوا تو حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات اور تجہیز و تکفین کے تمام مراحل ختم ہو چکے۔ حضور ﷺ فرطِ غم سے نڈھال ہو گئے۔ اپنی پیاری بیٹی کا چہرہ بھی نہ دیکھ سکے۔ کفن دفن کا انتظام خود نہ کر سکے اور ان کی نماز جنازہ بھی نہ پڑھا سکے۔ حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا کو جنّت البقیع میں دفن کیا گیا تھا۔ حضور ﷺ جنّت البقیع میں تشریف لے گئے۔ اس موقعہ پر آپ کی آمد کی وجہ سے مدینہ طیبہ کی بہت سی عورتیں جمع ہو گئیں۔ آپ نے ہاتھ اُٹھا کر سیدہ رُقیہ رضی اللہ عنہا کی بلندیٔ درجات اور مغفرت

marfat.com

کیلئے خصوصی دُعا فرمائی۔ اس موقعہ پر حضور ﷺ کی کیا کیفیت ہوگی اور آپ رنج واندوہ کے اس طوفان سے کس طرح نبرد آزما ہو رہے ہوں گے۔ یہ اللہ کے حبیب ہی بہتر جانتے ہیں۔ بہرحال غمگین، غمزدہ آنکھوں سے گرتے ہوئے آنسوؤں کو دیکھ کر سارا مدینہ غم کے ماحول میں ڈوب گیا۔

حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا نہایت نرم مزاج اور نرم خُو تھیں، رحمدل تھیں۔ یہی کیفیت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تھی۔ دونوں ہی محبت و شفقت کا پیکر تھے۔ ہاتھ کے سخی تھے جو ان کے دَر پر آیا خالی نہ گیا۔

کنز العمال کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت درج ہے کہ ”نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی ہے کہ میں اپنی بیٹی رُقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان ابن عفان سے کردوں“

بلاشُبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کیلئے یہ کتنی بڑی سعادت تھی کہ حضرت رقیہ سے نکاح کے لئے وحی آرہی ہے۔ ابن عساکر نے حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک دفعہ رسُولُ اللہ ﷺ نے پیالے میں گوشت دے کر مجھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر بھیجا۔ میں ان کے گھر میں داخل ہوا تو حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا سامنے تشریف رکھتی تھیں۔ میں کبھی حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا کے چہرے کو دیکھتا اور کبھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے چہرے کو۔ پھر جب میں واپس آیا تو رسُولِ اقدس ﷺ نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تم اندر گئے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ ہاں یارسول اللہ! اس پر حضور ﷺ نے پوچھا کہ کیا تم نے کبھی اس سے خوبصورت جوڑا دیکھا ہے تو اس نے کہا کہ نہیں یارسول اللہ“۔

حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا جب حبشہ میں تھیں تو ان کی پیاری امّی جان حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا لیکن حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا اس انتقال سے بے خبر رہیں لیکن

marfat.com

جب وہ مسلمانوں اور قریشِ مکہ کی صُلح کی افواہ سُن کر مکے آئیں تو حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا اور سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے لپٹ کر روتے ہوئے پوچھا کہ میری امی جان کہاں ہیں؟ ابا جان کدھر ہیں؟ حضرت اُمِ کلثوم نے فقط اتنا کہا کہ ابا جان خیریت سے ہیں اور تمہارے ساتھ آنے والے مسلمانوں سے ملنے کیلئے گئے ہیں۔ انہوں نے دوبارہ بے اختیار ہو کر پوچھا اور میری امّی جان! میری امّی کہاں ہیں؟ اس پر حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا اور سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔ یہ آنسو ہی ساری کہانی سنا گئے' مزید کچھ کہنے کی گنجائش ہی نہیں رہ گئی تھی۔ حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا روتے ہوئے ان کے ساتھ امّی جان کی آخری آرام گاہ کی طرف چل دیں۔

بعض اصحابِ تاریخ کا کہنا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُبولہب کے بیٹے کو زیادہ پسند نہیں کرتے تھے کیونکہ وہ بہت مغرور اور متکبر تھا اور اسے ایک لحظہ کیلئے اپنے چچا حضرت عبداللہ کے بیٹے حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی سے رشتہ توڑتے ہوئے حیا نہ آئی۔ اس نے ایک لحظہ کیلئے بھی اپنے باپ ابولہب سے بحث نہ کی۔ ابولہب کی بیوی اُمِ جمیل سخت بدخُو بدلحاظ' زبان دراز' سنگدل' بداخلاق اور بدمزاج عورت تھی۔ اس لئے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کہا کرتی تھیں کہ اُبولہب کے گھر میں اس عورت کے ساتھ میری لڑکیوں کا گُزارا کیسے ہوگا؟ لیکن انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پریشان کرنے کیلئے اس بات کا ذکر ان سے نہ کیا۔ حتیٰ کہ ابولہب کے انکار کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان جیسے شریف النفس اور انتہائی پاکیزہ صفت انسان کا رشتہ حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا کیلئے آ گیا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہایت خُوشی ہوئی اور فرمایا کہ مجھے وحی کے ذریعہ اس رشتہ کی خبر دی گئی ہے۔

حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ پہلی ہجرت حبشہ کی جانب تھی۔ مکہ واپس آئیں تو دوسری ہجرت بھی حبشہ کیلئے تھی۔ تیسری ہجرت حضرت عثمان

marfat.com

کے ساتھ مکّہ آ کر مدینہ منورہ کی طرف تھی۔ اگر چہ آپ نے تین بار ہجرت کی لیکن ہجرت الی الحبشہ اور ہجرت الی المدینہ کے اعتبار سے آپ "ذات الہجر تین" یعنی دو ہجرتوں والی کہلاتی ہیں۔

حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا کی زندگی اسلام کیلئے تھی۔ ان دونوں میاں بیوی نے اسلام کی خاطر کئی سفر کیے۔ کُفّار کے ظُلم برداشت کیے۔ ان کی زندگی سکون سے نہ گُزر سکی، ورنہ سکون مُیسّر ہوتا اور مکّہ مکرمہ ہی میں زندگی بسر ہو جاتی تو انسانی سیرت و کردار کا ایک لازوال نمونہ سامنے آ جاتا۔ بہر حال ان پریشانیوں کے درمیان بھی آپ کی زندگی کے کتنے ہی یادگار پہلو سامنے آتے ہیں۔ آپ حبشہ میں تھیں تو پیاری امّی جان حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا مکّہ میں انتقال ہو گیا۔ ابّا جان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میدانِ بدر میں تھے۔ آپ نے اپنے عظیم ترین والدِ گرامی کی غیر حاضری میں داعی اجل کو لبّیک کہا۔

حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا جب رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں تھیں تو نہایت فرمانبردار صاحبزادی تھیں اور جب حضرت عثمان کے ہاں آئیں تو خود کو مثالی بیوی ثابت کر دکھایا۔ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات اپنی صاحبزادی سیدہ رُقیہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے تھے اور ان کی خیریت دریافت کرتے تھے۔ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صاحبزادی سیدہ رقیہ کے گھر تشریف لے گئے اس وقت وہ اپنے شوہرِ نامدار حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سر کو دھو رہی تھیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رقیہ کی اس خدمت کو دیکھ کر ارشاد فرمایا:

اے بیٹی! اپنے شوہر عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہمیشہ اچھا سلوک رکھنا اور حُسنِ مُعاملہ کے ساتھ زندگی بسر کرنا۔ بے شک عثمان میرے اصحاب میں سے اخلاقیات میں میرے ساتھ زیادہ مشابہت رکھتے ہیں"۔

marfat.com

جب سیدہ رُقیہ رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عثمان رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہایت غم زدہ ہوئے۔ اسی حالت میں آپ نے حضرت عبداللہ کو گود میں اُٹھایا۔ آپ کی چشمِ مُبارک سے آنسو رواں تھے۔ پھر آپ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ اپنے رحیم و شفیق بندوں پر رحم فرماتا ہے"۔ آپ نے خود نماز پڑھائی، تدفین کیلئے حضرت عثمان قبر میں اُترے اور تدفین عمل میں آئی۔ اس پیارے نواسے کے وصال پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کافی عرصہ غمگین رہے۔

اے بنتِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کتنی عظیم تھی کہ ہر مُشکل میں صبر و رضا کا پیکر بنی رہیں، اور اپنے شوہرِ نامدار حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو وہ مثالی محبت دی اور خدمت گُزاری کا وہ معیار قائم کیا کہ اس کے بارے میں سوچ کر انسانیت کا سر فرطِ عقیدت سے آپ کے حضُور جھک جاتا ہے۔

marfat.com

حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

گلشن ایمان و حکمت کیلئے جانِ بہار
حضرت عثمان کے گھر کے لئے حسن وقار
سرور ذیشان کی نورِ نظرؓ کانِ حیا
جس کے گھر میں تھا نزولِ رحمت پروردگار
اُس کا اُسوہ تھا شہِ کونینؐ کی عظمت لئے
اس کا کردار حسیں مثل قمر تھا تابدار
وہ شفیقؓ مہربان و نرم خو اور رحمدل
خانۂ عثمان اس کے دم قدم سے تابدار
اس کے دم سے حضرت عثمان ذوالنورین تھے
یہ سراپا خیر و برکتؓ لطف رب کردگار
زینت دُنیا و دیں تھیؓ باغِ جنت کی کلی
غمزدوں کے واسطے سرمایۂ صبر و قرار
ہیں فزوں تر عظمتیں ان کی رضا کی فکر سے
ان کے مرقد پر خدا کی رحمتیں لیل و نہار

(محمد اکرم رضا)

marfat.com

حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت پاک سے حضرت سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کا رُتبہ بھی بہت بلند ہے۔ آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تربیت فرمائی تھی۔ سیدہ کلثوم کی ولادت باسعادت حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن اقدس سے مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ آپ اپنی بہن سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا سے پانچ سال چھوٹی تھیں۔ آپ کو سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے انسانی اوصاف کا مجسمہ بنادیا۔ وہ خدیجہ الکبریٰ کے جن کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

"وہ بچوں کیلئے بہترین ماں اور گھر کیلئے بہترین منتظم ہیں"۔ سیدہ اُم کلثوم اپنی امی جان کی تربیت کی وجہ سے نہایت خوش بیان اور پاکیزہ طبیعت کی مالک تھیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا اعلان فرمایا تو اس وقت سیدہ اُم کلثوم کی عمر دو سال کی تھی۔ سیدہ اُم کلثوم نے اپنی دیگر بہنوں اور والدہ ماجدہ سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ بیعت کی اور ہجرت تک مکہ مکرمہ میں مقیم رہیں۔

اعلانِ نبوت سے پہلے اس دور کے دستور کے مطابق سیدہ اُم کلثوم کا نکاح ابولہب کے بیٹے عتیبہ کے ساتھ ہوا تھا۔ جب اشاعت اسلام کا سلسلہ پھیلا تو ابولہب اسلام دشمنی میں سب سے آگے تھا اور ہر قسم کی رشتہ داری سے بے نیاز ہو کر کھلم کھلا دشمنی شروع کر دی۔ اس پر رب کریم نے "سورۃ لہب" نازل فرمائی جس میں ابولہب اور اس کی بیوی کا نام لے کر وضاحت کے ساتھ ان کی مذمت کی گئی تھی۔ اس پر ابولہب کا غصہ بھڑک اُٹھا۔ اُم جمیل ہاتھ میں پتھر لے کر آپ کو مارنے کیلئے چڑھ دوڑی۔ ان میاں بیوی نے بچوں کو مجبور کیا کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹیوں کو فوری طلاق دے دیں۔ بڑے

marfat.com

بھائی عتبہ نے حضرت رقیہ کو طلاق دی تو ابولہب نے اپنے بیٹے عتیبہ سے کہا کہ اگر میرے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو محمد کی بیٹی اُم کلثوم کو طلاق دے دو۔ عتبہ نے تو سیدہ رقیہ کو طلاق دی تھی مگر چھوٹے بھائی عتیبہ نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور سیدہ اُم کلثوم کی شان میں گستاخی بھی کی۔ ابولہب کے بیٹے دولت کے نشے میں مخمور تھے۔ شرابی و سیاہ کار تھے۔ مختلف مؤرخین کا کہنا ہے کہ اچھا ہی ہے حضور محمد مصطفےٰ ﷺ کی صاحبزادیاں اس سخت مزاج ابولہب اس کی سنگدل بیوی اُم جمیل اور ان کے بدکردار بیٹوں کی زیادتیوں سے بچ گئیں۔

جب عتیبہ نے طلاق کے ساتھ نبی اقدس ﷺ کی توہین بھی کی تو حضور ﷺ نے اس کے حق میں بددعا فرمائی۔ آپ نے فرمایا:

اللہ! عتیبہ پر اپنے کتوں میں سے ایک کتا مسلط کردے"۔

سرورِ کائنات کی صاحبزادیوں نے خدمت دین کی خاطر دُکھ برداشت کئے اور اجر و ثواب کی حق دار قرار پائیں۔ اس کے بعد مسلمانوں کو شعب ابی طالب میں تین برسوں محصور رہنے کی آزمائش سے گزرنا پڑا۔ شعب ابی طالب میں بچے بھی محصور تھے۔ معصوم شہزادیاں بھوک پیاس سے بلبلاتیں تو ان کی والدہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا جو ایک دور میں مکہ مکرمہ کی امیر ترین خاتون تھیں ان کا کلیجہ کٹ جاتا۔

جب نبی کریم ﷺ ہجرت فرما کر مدینے پہنچے تو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر قیام فرمایا۔ کچھ عرصہ بعد نبی کریم ﷺ نے ابورافع اور زید بن حارثہ کو مکہ بھیجا۔ سواریاں بھی ہمراہ بھیجیں اور زادِ سفر بھی دیا کہ وہ نبی کریم ﷺ کے اہل خاندان کو لے آئیں، آنے والوں میں سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں۔

عتیبہ جس نے سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کو طلاق دیتے ہوئے گستاخی بھی کی تھی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کیلئے بدُعا فرمائی وہ بدُعا کے نتیجے میں بدترین انجام

marfat.com

سے دوچار ہوا۔

ابولہب کے ساتھ عتبہ ایک قافلہ کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں ایک راہب کے عبادت خانہ کے پاس اُترے' راہب نے کہا: یہاں درندے بہت ہیں۔ ابولہب نے اپنے ساتھیوں سے کہا" کیا تمہیں میری عمر اور میرا حق معلوم ہے۔ محمد (ﷺ) نے میرے بیٹے پر بددعا کی ہے' تم اپنا سامان صومعہ کے اندر جمع کردو اور عتبہ کیلئے اس کے اوپر بستر کردو اور خود اس کے اردگرد سو جاؤ"۔ ایسا ہی کیا گیا۔

رات کو ایک شیر آیا' سب کو سونگھا پھر اس نے سامان کے اوپر کود کر عتبہ کا سر کاٹ دیا۔ اہل قافلہ نے ہر چند تلاش کیا مگر نہ ملا۔

یہ معجزہ ہے۔

شانِ رسالت کا کمال ہے کہ ابولہب ایمان بھی نہیں لا رہا تھا مگر حضور ﷺ کی بدُعا پر پورا یقین ہے اور اسے بچانے کیلئے تمام جتن کر رہا تھا مگر جو لفظ لب ہائے مصطفےٰ ﷺ سے نکل گئے تھے انہوں نے قبولیت کو چھونا ہی تھا۔ جب حضور ﷺ نے بدُعا فرمائی تھی تو حضرت ابوطالب بھی مجلس میں موجود تھے۔ ابوطالب نے فرمایا:

"مجھے معلوم ہے کہ آپ کی بدُعا کے تیر سے وہ نہیں بچ سکے گا"۔

ابولہب کے بیٹے کے محافظ سوئے نہ تھے' جاگ رہے تھے۔ پہرہ دے رہے تھے' رب نے ان پر شیر مسلط کردی اور شیر نے عتبہ کا منہ بھی چاک کیا تھا کیونکہ اسی منہ سے گستاخانہ کلمات ادا ہوئے تھے۔

مدینہ طیبہ میں غزوۂ بدر کے دوران میں حضرت عثمان بن عفان کی اہلیہ اور نبی اکرم ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا شدید بیمار ہوئیں اور حضور کے میدان بدر سے واپسی سے قبل انتقال کر گئیں۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مثالی

marfat.com

زندگی گزاری تھی۔ اب حضرت عثمان سیدہ رقیہ کی یادوں میں کھوئے رہتے تھے۔ حضور ﷺ سے ان کی حالت پوشیدہ نہ تھی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات سے سخت صدمہ پہنچا۔ انہی دنوں میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بھی بیوہ ہوئیں۔ آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرلیں لیکن انہوں نے تامل کیا۔ رسول کریم ﷺ کو خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں تم کو حفصہ کیلئے عثمان سے بہتر شخص کا پتہ دیتا ہوں اور عثمان کیلئے حفصہ سے بہتر رشتہ بتاتا ہوں۔ پھر فرمایا: حفصہ کا نکاح مجھ سے کردو اور میں اپنی بیٹی کی شادی عثمان رضی اللہ عنہ سے کردیتا ہوں جو رقیہ کے فوت ہو جانے سے بہت غمگین ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فوراً رضامند ہو گئے۔ چنانچہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا نکاح رسول کریم ﷺ سے ہو گیا اور حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضور ﷺ نے حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) سے پڑھا دیا۔ نکاح کے وقت حضور ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل امین کی معرفت مجھے حکم بھیجا ہے کہ اپنی بیٹی اُم کلثوم کو اسی حق مہر پر جو رقیہ کا تھا تمہارے عقد میں دے دوں۔

ایک موقع پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:

میں اپنی صاحبزادیوں کو اپنی مرضی سے کسی کے ساتھ نہیں بیاہتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے نکاح کے فیصلے ہوتے ہیں۔

نبی اقدس ﷺ کے اس فرمان سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ سے، سیدہ رقیہ اور اُم کلثوم کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اور سیدہ النساء العالمین سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بحکم

marfat.com

خداوندی ہوا تھا۔

ایک مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عثمان سے کہا:

اے عثمان! حضرت جبرائیل مجھ کو خبر دے گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اُم کلثوم کا نکاح آپ کے ساتھ کر دوں اور جو مہر حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا تھا وہی مہر سیدہ اُم کلثوم کا بھی ہو۔

سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوگئی تو دونوں کو حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بھی یاد آ رہی تھیں۔ ایک کو بہن کی حیثیت سے اور دوسرے کو اپنی پیاری بیوی کی حیثیت سے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عقد میں یکے دیگر حضور محمد مصطفےٰ ﷺ کی دو صاحبزادیاں آئیں۔ اسی لئے بارگاہ رسالت سے آپ کو ذوالنورین یعنی دو نور والے کا خطاب ملا۔

نور کی سرکار سے پایا دو شالا نور کا
ہو مبارک تجھ کو ذوالنورین جوڑا نور کا

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی شخص ایسا نہیں جس کے ہاں کسی نبی کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے نکاح میں آئی ہوں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نہایت بلند اخلاق کے مالک تھے۔ شریعت اور حلیم الطبع تھے۔ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ان کی نہایت مخلصانہ قرابت داری تھی۔

ایک مرتبہ سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ عنہا نے اپنے ابا جان حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ اللہ اور اس کے رسول کی نظر میں ان کے شوہر حضرت عثمان کا کیا مقام ہے؟ تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

marfat.com

''اے لختِ جگر تیرا شوہر عثمان ان لوگوں میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ محبت کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول بھی ان سے محبت کرتے ہیں''

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ہمیشہ سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کو خوش رکھا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ عنہا پر ایک بیش محبت چادر دیکھی جو ریشم کی دھاریوں سے بنی ہوئی تھی۔ حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کا لباس نہایت عمدہ ہوتا تھا کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک متمول فرد تھے۔

سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ عنہا اپنے شوہر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرماتیں:

''میں نے اپنے بابا سے سنا ہے کہ آپ جنت کے مقربین میں سے ہیں۔ سب سے زیادہ قربِ خداوندی کے مستحق لوگوں میں آپ بھی شامل ہیں اور فرشتے آپ کے وقار، تواضع اور خشیتِ الٰہی کے سبب آپ سے شرماتے ہیں۔ نیز بے پناہ مال خرچ کرنے سے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان بھی آپ سے محبت کرتے ہیں''۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حسنِ سلوک، ارادت مندی اور اپنی بیٹیوں کے ساتھ بہترین سلوک کی بناء پر آپ سے بے پناہ خوش رہے۔ جب حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کو آپ کے نکاح میں دیا تو فرمایا:

''میری اگر چالیس بیٹیاں بھی ہوتیں تو میں انہیں یکے بعد دیگر عثمان (رضی اللہ عنہ) کے نکاح میں دیتا جاتا''۔

سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کی اولاد نہیں تھی لیکن اس کے باوجود میاں بیوی کی زندگی اس معاملہ میں ہر قسم کی بحث و تکرار سے پاک رہی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ عنہا سے اس حوالے کبھی کوئی رنجیدہ کر دینے والی بات نہ کہی بلکہ خوشی و مسرت کے ساتھ جتنا عرصۂ رفاقت و زوجیت کا میسر آیا بسر کرتے رہے۔

marfat.com

حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا اس نکاح کے بعد ۶ سال تک زندہ رہیں اور شعبان ۹ ہجری میں وفات پائی۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنت عبدالمطلب، حضرت اُم عطیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق غسل دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کفن کیلئے اپنی چادر دی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نماز جنازہ پڑھائی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی وفات سے بڑا صدمہ ہوا، قبر کے پاس بیٹھے تو اشکبار ہو گئے۔

آپ جنت البقیع میں اپنی بہن کے پہلو میں دفن ہوئیں۔ حضرت ابوطلحہ، حضرت علی، حضرت فضیل بن عباس اور حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہم وغیرہم نے قبر میں اُتارا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کی تدفین میں شریک تھے۔ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر پر بیٹھے تھے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ آپ نے دریافت فرمایا "تم میں سے آج رات کون اپنی بیوی کے پاس نہیں گیا؟ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ میں آج رات اپنی بیوی کے پاس نہیں گیا۔ آپ نے فرمایا "تم ان کی قبر میں اُتر جاؤ"۔

(مشکوٰۃ شریف باب دفن المیت)

حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کو بھی ان کی بڑی بہن حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی طرح پانی میں بیری کے پتے ڈال کر غسل دیا گیا۔ آخر میں کافور کی خوشبو لگائی گئی اور کفن پہنایا گیا۔ یہ سب انتظام سلطانِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمائے۔

جناب سیدہ کی قبر ہے رحمت کی پھلواری
جہاں ہر پل نزولِ رحمت خلاق ہے جاری

marfat.com

سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا

مرزعِ تسلیم را حاصل بتولؓ
مادراں را اُسوہَ کامل بتولؓ
بہر محتاجے دلش آں گونہ سوخت
با یہودے چادرِ خودرا فروخت
نُوری و ہم آتشی فرمانبرش
گُم رضائش در رِضائے شوہرش
آں ادب پروردہَ صبر و رِضا
آسیا گردان و لب قرآں سرا
گریہَ ہائے اُو زُبالیں بے نیاز
گوہر افشاندے بدامانِ نماز

(علّامہ محمد اِقبال)

marfat.com

خاتونِ جنّت

سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا

سیّدہ، طیبہ، طاہرہ فاطمۃ الزہرا بے شمار فضائل کی حامل ہیں۔ آپ خاتونِ جنّت ہیں، جنّت میں تمام جنّتی خواتینِ عالم کی سردار ہیں۔ سلطانِ دو عالم فخرِ آدم و بنی آدم، حضور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی لاڈلی صاحبزادی ہیں۔ اگرچہ آپ چاروں بیٹیوں میں سے سب سے چھوٹی تھیں لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کی سب سے زیادہ حقدار ٹھہریں۔ اُمّ المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے حُسنِ تربیت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضانِ اقدس نے آپ کے کِردار کو انتہائی بُلندیوں پر پہنچا دیا تھا۔ بیٹی کی حیثیت سے، بیوی کی حیثیت سے، ماں کے کردار کی حیثیت سے انسانی سرفرازی کے لحاظ سے آپ اپنی مِثال آپ تھیں۔ آپ فقر و درویشی، استغناء اور سخاوت میں اپنی مثال آپ تھیں۔ آپ رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفاتِ حَسَنَہ کا پیکر تھیں۔ اپنے ابّا جان کے کردار کی احسن ترین تنویر تھیں۔

خاص طَور سے آپ نے خواتینِ اسلام کیلئے جو اُسوۂ حسنہ پیش کیا ہے۔ اس کی مثال نہیں ملتی۔ مشکیزے میں پانی خود لاتی ہیں، جس سے سینے اور کندھوں پر نشانات پڑ گئے۔ گھر کے تمام اُمور خُود انجام دیتی ہیں۔ چکّی اس حالت میں پیستی ہیں کہ گود میں حضرت امام حُسین رضی اللہ عنہ ہیں، کندھے پر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ لٹکے ہوئے ہیں۔ ہاتھ چکّی پیس رہے اور زُبان پر قُرآنِ حکیم کی تلاوت جاری ہے۔ تین تین دن فاقے سے گزارے مگر کبھی شکایت کا ایک لفظ بھی زُبان پہ آنے نہ پایا۔ جونہی وقت ملتا مصلّے پر کھڑی ہو جاتیں۔ تمام تمام رات مصلے پر عبادت میں گزارتیں۔ صبح کی اذان ہوتی تو فرماتیں ''خُدایا تیری بندی عبادت کا حق ادا نہیں کر پائی کیونکہ تیری رات ہی مختصر ہے''۔

marfat.com

ایک خاتون میں جس قدر خُوبیاں ہونی چاہئیں وہ سب آپ کی ذات میں موجود تھیں۔

مرزعِ تسلیم را حاصل بتولؓ
مادراں را اُسوۂ کامل بتولؓ

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کا نام ہے۔ آپ آنحضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی چھوٹی صاحبزادی تھیں اور تمام مکارم اخلاق وفضائلِ اوصاف آپ پر ختم ہو گئے تھے۔ آپ کی والِدہ مُحترمہ حضرت خدیجہ بن خویلد رضی اللہ عنہا تھیں۔ آپ سیّدہ خواتینِ عالَم اور سردار النساء اہلِ جنّت ہیں۔ آپ کے القاب زَہرا' طاہرہ' مُطہّرہ' زاکیہ' راضیہ' مرضیہ اور بتول ہیں۔

بچپن ہی سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طبیعت میں بہت زیادہ متانت' سادگی اور سنجیدگی تھی۔ آپ کا دل کھیل میں نہیں لگتا تھا۔ آپ کہیں آنا جانا پسند نہ فرماتی تھیں۔ ہمیشہ اپنی والدہ مُحترمہ کے پاس بیٹھی رہتی تھیں۔ آپ کی یہ سادگی اور استغنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پسند تھا' اسی وجہ سے آپ بتول (تارک الدنیا) کے لقب سے یاد فرمائی جاتی تھیں۔ چونکہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صورت وسیرت میں بہت مشابہ تھیں' اس لحاظ سے آپ کا لقب زاکیہ اور راضیہ قرار پایا۔

آپ کی وَلادَت باسعادت نُبوّت سے پانچ سال قبل ہوئی اور یہ وہ مُبارک زمانہ تھا جب اہلِ قریش خانہ کعبہ کی تعمیر میں مشغول تھے۔

جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے' اس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نا کتخدا تھیں۔ لوگوں نے پیغام دیا' ان میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے عقد کرنے کی استدعا کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حکمِ الٰہی کا انتظار کرو۔ اس کا ذکر حضور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر

marfat.com

رضی اللہ عنہ سے کیا اور اُن کو بھی ترغیب دی کہ تم اپنے لئے پیغام دو۔ چنانچہ حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہ نے بھی پیغام دیا اور وہی جواب پایا جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ملا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اس جواب سے اطلاع دی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لوگوں نے آمادہ کیا لیکن آپ کو اپنی بے سروسامانی پر تامل ہوا' اور دوسرا خیال یہ بھی ہوا کہ اب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد میری کیا گنجائش ہو سکتی ہے' لیکن لوگوں نے پھر مجبور کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت کا استحقاق یاد دلایا۔ پھر آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بطریقہ پیغام عرض کیا۔ آپ نے یہ استدعا قبول فرمائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کیا کہ علی کا رجحانِ خاطر تمہاری طرف ہے۔ آپ خاموش رہیں (یہ خاموشی ایک طرح کی رضامندی تھی) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے شادی کے چار مہینے بعد اوائل محرم ۲ھ میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا عقد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نکاح کے ساڑھے نو مہینے گزرنے کے بعد رخصتی کرائی۔ اس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر پندرہ سال ساڑھے پانچ مہینے کی تھی اور حضرت علی کی اکیس سال ساڑھے پانچ مہینے' گویا حضرت علی تقریباً ۶ سال بڑے تھے

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شادی کیلئے اپنا اُونٹ اور بعض اسباب فروخت کر ڈالا تھا جس کی کل قیمت چار سو اسی درہم ملی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو ثلث خُوشبو وغیرہ میں صرف کرو اور ایک ثلث متاع میں (یعنی سامانِ شادی یا خُورد و نوش اور دیگر ضروریاتِ خانہ داری وغیرہ میں)

حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی شادی کا حال اس طرح بیان فرماتے ہیں: میرے پاس ایک لونڈی تھی جس کو میں آزاد کر چکا تھا۔ اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا کسی نے پیغام دیا؟ میں نے کہا: معلُوم نہیں۔ پھر اس نے کہا کہ آپ پیغام

marfat.com

دیجئے، آپ کو کون سا امر مانع ہے؟ میں نے کہا: میں کس بنا پر جرأت کروں، میرے پاس کوئی چیز نہیں جس سے میں عقد کروں۔ اس نے کہا کہ نہیں، آپ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں جایئے۔ چنانچہ میں اس کے اصرار پر حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں گیا لیکن آنحضرت ﷺ کی جلالت و ہیبت کا مجھ پر اس قدر اثر ہوا کہ مجھے کہنے کی جرأت نہ ہوئی اور میں خاموش بیٹھا رہا۔ مجھ میں بالکل طاقت نہ تھی کہ میں کچھ گفتگو کرتا لیکن حضور نبی کریم ﷺ ہی نے توجہ فرما کر دریافت فرمایا کہ کیا فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پیغام کیلئے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں، حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تمہارے پاس کوئی چیز مہر ادا کرنے کیلئے بھی ہے؟ میں نے عرض کیا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: وہ حطمی زرہ کہاں ہے، جو میں نے تم کو دی تھی؟ وہی مہر میں دے دو۔ اُس زرہ کی قیمت چار سو درہم سے زائد نہ تھی۔ نکاح ہوا اور وہی زرہ بالعوض مہر دے دی گئی۔

جب نکاح سے فراغت ہو گئی تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: شادی کیلئے ولیمہ بھی ضروری ہے۔ حضرت سعد نے کہا کہ میرے پاس ایک بھیڑ ہے، اس سے ولیمہ کر لیا جائے۔ اسی طرح انصار کے ایک قبیلہ نے بھی اپنی حسبِ استطاعت ولیمہ کا انتظام کیا۔ چنانچہ ولیمہ کا کھانا بھی دیا گیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ، نے ایک چھوٹا سا مکان رسُولُ اللہ ﷺ کے مکان سے کسی قدر فاصلہ پر کرایہ پر لے لیا تھا۔ آپ نے اپنی لونڈی اُمّ ایمن کے ہمراہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر رُخصت کر دیا۔ رخصتی کے وقت آپ نے یہ بھی فرما دیا تھا کہ تم مجھ سے مل لینا۔ پھر آنحضرت ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ پانی طلب کیا، اس سے وضو کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر وہ پانی ڈال دیا اور یہ دعا پڑھی:

اللھم بارك فيهما و بارك عليهما و بارك لهما في نسلهما

marfat.com

دوسری روایت کے مطابق آپ نے دونوں پر پانی چھڑکا اور فرمایا ”اے فاطمہ! میں نے تمہاری شادی اپنے خاندان میں بہترین شخص سے کی ہے“۔

شہنشاہِ عالم نے اپنی صاحبزادی سیدۂ عالم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بہ روایت عکرمہ مندرجہ ذیل جہیز دیا۔

نقشی تخت ایک، چمڑے کا تکیہ ایک (جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی) پیالہ ایک، مشکیزہ ایک، دو عدد چکیاں۔

سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی شادی کے بعد بھی آپ کا اُسوہ وہی تھا جو شادی سے قبل تھا۔ اب خاوند کی خدمت اور بچوں کی تربیت کا اضافہ ہو گیا تھا۔ ایک دفعہ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصرار پر کوئی کنیز یا غلام طلب کرنے کیلئے ابا جان کے پاس آئیں مگر حیا سے خاموش رہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے استفسار پر آپ تو کچھ نہ بولیں مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آمد کا مقصد بتا دیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

”میں تم کو قیدی خدمت کیلئے نہیں دے سکتا۔ ابھی اصحابِ صُفّہ کے خُورد و نوش کا تسلی بخش انتظام انجام دینا ہے۔ میں ان فرزندانِ حق کو کیسے فراموش کر دوں، جنہوں نے خُوشنودیٔ خُدا و رسُول کیلئے فقر و استغنا کی زندگی کو اختیار کیا ہے، شبلی نعمانی کے اشعار میں اس واقعہ کی جھلک دیکھئے۔

افلاس سے تھا سیّدہ پاک کا یہ حال
گھر میں کوئی کنیز نہ کوئی غُلام تھا
گھس گھس گئی تھیں ہاتھ کی دونوں ہتھیلیاں
چکّی کے پیسنے کا جو دن رات کام تھا

marfat.com

سینہ پہ مشک بھر کے لاتیں تھیں بار بار
گو نُور سے بھرا تھا مگر نیل فام تھا
اٹ جاتا تھا لِباس مُبارک غُبار سے
جھاڑو کا مشغلہ بھی ہر صُبح شام تھا
آخِر گئیں جنابِ رسُولِ خُدا کے پاس
یہ بھی کچھ اِتّفاق وہاں اِذنِ عام تھا
محرم نہ تھے جو لوگ تو کچھ کر سکیں نہ عرض
واپس گئیں کہ پاس حیا کا تمام تھا
پھر جب گئیں دوبارہ تو پُوچھا حضورؐ نے
کل کس لے تم آئیں تھیں، کیا خاص کام تھا
غیرت یہ تھی کہ اب بھی نہ کچھ منہ سے کہہ سکیں
حیدرؓ نے اُن کے مُنہ سے کہا جو پیام تھا
اِرشاد یہ ہوا کہ غریبانِ بے وطن
جن کا کہ صُفہٗ نبوی میں قیام تھا
مَیں اُن کے بندوبست سے فارغ نہیں ہوا
ہر چند اس میں خاص مجھے اہتمام تھا
جو جو مصیبتیں کہ اب اُن پہ گزرتی ہیں
مَیں اُن کا ذمّہ دار ہوں، میرا یہ کام تھا
کچھ تم سے بھی مُقدّم تھا اَن کا حق
جن کو کہ بُھوک پیاس سے سونا حرام تھا

marfat.com

خاموش ہو کے سیدۂ پاک رہ گئیں
جرأت نہ کر سکیں کہ ادب کا مقام تھا
یوں کی بسر ہر اہلِ بیت مطہّر نے زندگی
یہ ماجرائے دخترِ خیر الانام تھا

جواب سن کر گھر واپس آئے تو آنحضرت ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے۔ اُس وقت دونوں اپنے اپنے بستروں پر آرام کیلئے لیٹ چکے تھے لیکن جب آنحضرت ﷺ کو تشریف لاتے دیکھا تو تعظیماً و تکریماً استقبال کیلئے اُٹھے۔ آنحضرت ﷺ نے ان دونوں کو روکا اور فرمایا ''تم نے جس چیز کی ضرورت ظاہر کی تھی اور جس کے تم خواہش مند تھے اُس سے بہتر ایک چیز میں تم کو بتاتا ہوں'' اُن دونوں نے عرض کیا: جی ہاں، فرمائیے۔ آپ نے فرمایا: ہر نماز کے بعد دس دس بار سُبحان اللہ والحمد للہ اور اللہ اکبر پڑھا کرو اور سوتے وقت سُبحان اللہ والحمد للہ ۳۳۔۳۳ بار اور اللہ اکبر ۳۴ بار پڑھ کر دَم کر لیا کرو۔ یہی تمہارے لئے بہترین خادم ہیں''۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے فضائل و مناقِب بہت ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے اہلِ بیت میں اگرچہ بہت سے بزرگ داخِل ہیں لیکن ان سب میں فردِ کامل سیدۂ عالَم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا وجُودِ گرامی ہے۔ آیت تطہیر:

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا

سورۃ الاحزاب' کا نازل ہونا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے فضائل و مناقب کو خاص طَور سے ظاہر ہے۔

عبدالرحمٰن ابن ابی نعیم بروایت ابی سعید الخیری لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''سیدۃ النساء اھل الجنۃ'' (یعنی فاطمہ رضی اللہ عنہا) جنّت کی عورتوں کی سردار ہیں۔

marfat.com

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جنت کی عورتوں کی سردار حضرت مریم پھر حضرت فاطمہ بنتِ محمدؐ، پھر حضرت خدیجہ پھر حضرت آسیہ (فرعون کی بیوی) ہیں''۔

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر چار خط کھینچے، پھر لوگوں سے فرمایا کہ تم لوگ جانتے ہو کہ یہ کیا ہے؟ سب نے عرض کیا: اللہ اور اُس کا رسول زیادہ واقف ہیں''۔ آپ نے فرمایا ''فاطمہ بنت محمدؐ، خدیجہ بنت خویلد، مریم بنت عمران، آسیہ بنت مزاحم (فرعون کی بیوی) ان لوگوں کو جنت کی عورتوں پر سب سے زیادہ فضیلت ہے''۔

خُدا تعالیٰ نے طبقہ نسواں میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ذات مُبارک کے ساتھ جو مناقب مخصوص کر دیئے تھے اُن کی نظیر نہیں ملتی۔ چنانچہ یہ حدیث حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے فضائل پر شاہد ہے۔

''تمہاری تقلید کیلئے تمام دُنیا کی عورتوں میں مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمدؐ اور آسیہ (فرعون کی بیوی) کافی ہیں''۔

صداقت اور راست گوئی میں بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا کوئی جواب نہ تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے فاطمہ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔ لیکن اُن کے والد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم البتہ مُستثنیٰ ہیں۔

رسُولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر سے مراجعت فرماتے تو سب سے پہلے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لاتے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جس قدر محبت رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تھی، اتنی اور کسی اولاد کے ساتھ نہ تھی۔ حالانکہ آپ کی بعض بہنیں آپ سے زیادہ تیز فہم اور خُوب صُورت تھیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بہت محبوب تھیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اگرچہ رسُولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین اولاد تھیں لیکن آپ نے

marfat.com

کوئی دنیاوی فائدہ نہیں اُٹھایا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا "تمہاری رضا مندی سے اللہ تعالیٰ خُوش ہوتا ہے اور تُمہارے غیظ و غضب سے وہ غضب ناک ہوتا ہے"۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے تمام مشاغلِ حیات میں رسُولُ اللہ ﷺ کی تقلید کرتی تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مَیں نے نشِست و برخاست، عادات و فضائل، طرزِ گفتگو اور لب و لہجہ میں آنحضرت ﷺ کے مشابہ فاطمہ سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب رسول اللہ ﷺ کے پاس آتیں تو آنحضرت ﷺ کھڑے ہو جاتے، پیشانی کو بوسہ دیتے اور اپنی جگہ پر بیٹھا لیتے اور یہی طرزِ عمل حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا تھا۔ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رفتار و گفتار میں بہترین نمونہ رسُولُ اللہ ﷺ کا فاطمہ تھیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی صورت بھی آنحضرت ﷺ سے بہت ملتی تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میری آنکھوں نے رسُولُ اللہ ﷺ کے بعد فاطمہ سے بہتر کسی کو نہیں دیکھا۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں "فاطمہ! میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے، جو اس کو ناراض کرے گا وہ مجھ کو ناراض کرے گا"۔

آنحضرت ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابُو ایّوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان میں فروکش ہوئے۔ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا عقد ہوا، آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم کوئی مکان کرایہ پر لے لو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مکان آنحضرت ﷺ کے مکان سے کسی قدر فاصلے پر لے لیا۔ اسی مکان میں رُخصت کرا کے لے گئے۔ رخصتی کے بعد آنحضرت ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے۔ اثنائے گُفتگو میں آپ نے اپنی صاحبزادی سے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ تم کو اپنے قریب بلا لوں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ آپ حارث بن نعمان سے

marfat.com

فرمائیے' وہ کوئی اپنا مکان دے دیں گے۔ حضرت حارث بن نعمان نے آنحضرت ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی "مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ اپنی صاحبزادی صاحبہ کو اپنے قریب کے مکان میں منتقل کرانا چاہتے ہیں' میرے تمام مکانات موجود ہیں' حضرت فاطمہ کو بُلا لیجئے۔ میرا جان و مال اللہ اور اُس کے رسول پر قربان ہے' اور بخدا جو چیز آپ مجھ سے لیں گے مجھے اس کا آپ کے پاس رہنا میرے پاس رہنے سے زیادہ محبوب ہوگا"۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "تم نے سچ کہا' خدا تم کو برکت دے اور اپنی رحمت تم پر نازل کرے"۔ پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت حارث رضی اللہ عنہ بن نعمان کے مکان میں منتقل کرا لیا۔

ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے ایسا برتاؤ ہوا جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ناگوار ہوا۔ آپ کبیدہ خاطر رسولُ اللہ ﷺ کی خدمت میں گئیں۔ آپ کے پیچھے پیچھے حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی گئے اور ایسی جگہ کھڑے ہو گئے کہ آنحضرت ﷺ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی گفتگو سن سکیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے غصہ کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا "اے بیٹی! جو کچھ میں کہوں' اس کو غور و فکر سے سُنو اور عمل کرو۔ وہ کون سے میاں بیوی ہیں جن کے درمیان کبھی کوئی رنجش واقع نہ ہو اور یہ کیا ضروری ہے کہ مرد تمام کام عورت کی منشاء کے مطابق ہی کرے اور اپنی بیوی سے کچھ نہ کہے"۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اس مصلحانہ جواب کا اس قدر اثر ہوا کہ پھر انہوں نے کوئی ایسی بات نہ کی جس سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رنجیدہ خاطر ہوتیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے درمیان جب کبھی خانگی مُعاملات میں کوئی رنجش ہو جاتی تو اسی طرح آنحضرت ﷺ صُلح کرا دیتے اور آپ ﷺ کو ان دونوں کی مصالحت سے غیر معمولی مسرّت ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ ایسا ہی اتفاق پھر پیش آیا۔ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے

marfat.com

یہاں تشریف لے گئے۔ اس وقت آپ کے چہرہ مبارک پر کچھ آثار رنج و ملال کے نمایاں تھے۔ آپ نے اُن دونوں میں صُلح کرادی۔ جب باہر تشریف لائے تو چہرہ مُبارک بشاش تھا۔ لوگوں نے دریافت کیا "یا رَسُولَ اللہ! یہ کیا بات ہے، جب آپ گھر تشریف لے گئے تو چہرہ مُبارک متغیّر تھا اور اب بشاش ہے"۔ فرمایا "میں نے ایسے دو شخصوں میں مصالحت کرادی جو مجھے بہت محبوب ہیں"۔ چونکہ آنحضرت ﷺ دُنیاوی زینت و آرائش کو بہت ناپسند فرماتے تھے، اس لئے وہ ایسی چیزیں اولاد کو نہ خود دیتے تھے اور نہ دوسروں کو دینا پسند فرماتے تھے۔ چُنانچہ ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ایک سونے کا ہار دیا، جب آنحضرت ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا:

فاطمہ! یا تم لوگوں سے کہلوانا چاہتی ہو کہ رسُولَ اللہ ﷺ کی لڑکی آگ کا ہار پہنتی ہے۔

حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت سے ایک غُلام خرید لیا۔

ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کسی غزوہ سے واپس تشریف لائے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بطورِ خیر مقدم گھر کے دروازوں پر پردے لگائے اور امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کو چاندی کے کنگن پہنائے۔ جب آنحضرت ﷺ حسبِ معمول حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے تو یہ سب کچھ دیکھ کر واپس لوٹ گئے۔ حضرت فاطمہ واپسی کا سبب سمجھ گئیں۔ فوراً پردوں کو چاک کر ڈالا اور صاحبزادوں کے ہاتھوں سے کنگن اُتار دیئے۔ صاحبزادے روتے ہوئے آنحضرت ﷺ کے پاس گئے۔ آپ نے فرمایا "اگرچہ یہ میرے اہلِ بیت ہیں مگر میں نہیں چاہتا کہ دنیا کے کی نمائشی چیزوں سے آلودہ ہوں۔ صحابہ سے فرمایا: طلائی ہار کے عوض فاطمہ کیلئے عصیب کا ہار اور نقرئی کنگنوں کی جگہ ہاتھی دانت کے دو جوڑے کنگن خرید لاؤ"۔

ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ آپ، ہم دونوں

marfat.com

(حضرت فاطمہ، حضرت علی) میں کس کو زیادہ محبوب رکھتے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا "تم سے زیادہ فاطمہ رضی اللہ عنہا محبوب ہے اور فاطمہ سے زیادہ تم عزیز ہو"۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ وفات سے قبل آنحضرت ﷺ کے پاس میں بیٹھی ہوئی تھی کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں۔ ان کی رفتار آنحضرت ﷺ کی رفتار سے بہت مشابہ تھی۔ آنحضرت ﷺ نے "مرحبا یا بنتی" فرما کر اپنے دائیں یا بائیں جانب بٹھا لیا۔ پھر آپ نے اُن کے کان میں کچھ فرمایا، وہ رونے لگیں، پھر دوبارہ کان میں کچھ فرمایا، وہ ہنسنے لگیں۔ مجھے (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) بڑا تعجب ہوا اور مجھ سے نہ رہا گیا۔ میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پُوچھا کہ یہ کیا بات ہے؟ اس سے قبل میں نے ایک ہی وقت میں (خوشی و غمی) ہنسنے اور رونے کا اجتماع نہیں دیکھا جیسا کہ اس موقع پر دیکھا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ میں ہرگز اپنے باپ کا راز فاش نہ کروں گی۔ جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو گیا تو مَیں نے فاطمہ (رضی اللہ عنہا) سے پُوچھا کہ اُس روز رونے اور ہنسنے کا کیا سَبَب تھا؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: چونکہ آنحضرت ﷺ اس عالَم سے تشریف لے گئے اس لئے اب میں کہے دیتی ہوں کہ پہلی مرتبہ تو آپ نے یہ فرمایا تھا کہ جبریل (علیہ السّلام) سال میں ایک مرتبہ قُرآن شریف کا دَور کرتے تھے اب کی خلاف معمول سال میں دو بار دَور کیا۔ اس سے قیاس ہوتا کہ میری مَوت کا وقت قریب آگیا ہے اور تم میرے اہلِ بیت میں سب سے پہلے مجھ سے ملو گی۔ اس پر میں رونے لگی۔ پھر آپ نے فرمایا: کیا تم اس کو پسند نہیں کرتیں کہ تم دُنیا کی عورتوں کی سردار ہو، میں یہ سُن کر ہنسنے لگی۔

حضور نبی کریم ﷺ کو اپنی لاڈلی صاحبزادی سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کس قدر عزیز تھیں اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اَبُوجہل کی بیٹی کی

marfat.com

شادی کی پیشکش ہوئی تھی۔ اصحابِ تاریخ اس بارے میں لکھتے ہیں۔

ابنِ ہشام بن مغیرہ برادر ابُوجہل نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم فوراً ابنتِ ابی جہل سے نِکاح کرلو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ کو سخت ناگوار گزرا (اور صحیح یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کو بیان کیا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر یہ خُطبہ پڑھا' جس میں اپنی ناخوشی کا اظہار فرمایا۔

''آلِ ہشام علی بن ابی طالب (کرم اللہ وجہہٗ) سے اپنی لڑکی کا عقد کرنے کیلئے مجھ سے اجازت چاہتے ہیں' لیکن میں نہ دُوں گا۔ البتہ ابن (علی) ابی طالب میری لڑکی کو طلاق دے کر اُس کی لڑکی سے عقد کرسکتے ہیں۔ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے جس نے اس کو اذیت دی (گویا) اس نے مجھے اذیت دی (جس سے اُس کو دُکھ پہنچے گا' اس سے مجھے بھی تکلیف ہوگی)''

اور فرمایا ''میں حلال کو حرام اور حرام کو حلال نہیں کرنا چاہتا ہوں لیکن خُدا کی قسم! رسُول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی اور دشمنِ خُدا کی بیٹی دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتیں''۔

ایک مرتبہ اچانک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طبیعت کچھ ناساز ہوگئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کو تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا: بیٹی تم کیسی ہو؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا ''مجھے تکلیف ہے' لیکن اس تکلیف میں مزید اضافہ یہ ہے کہ میرے گھر میں کھانے کو کوئی چیز نہیں ہے''۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''بیٹی تم کو یہ پسند نہیں ہے کہ خواتینِ عالم کی سردار بنو''۔ انہوں نے عرض کیا: مریم بنتِ عمران کا کیا مرتبہ ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ اپنے زمانہ کی عورتوں کی سردار ہیں اور تم اپنے زمانہ کی' اور خُدا کی قسم! میں نے تمہاری شادی دُنیا کے ایک بہترین انسان سے کی ہے۔

marfat.com

سرورِ کائنات ﷺ کے وصال کے بعد حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا پر غم والم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا اور انہوں نے بے اختیار ہو کر فرمایا۔

میرے ابّا جان نے دعوتِ حق کو قبول کیا اور فردوسِ بریں میں داخل ہو گئے۔

آہ جبریل علیہ السلام کو ان کے انتقال کی خبر کون پہنچا سکتا ہے۔

پھر دُعا مانگی:

یا الٰہی! رُوحِ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کو رُوحِ محمد ﷺ کے پاس پہنچا دے۔ خُدایا مجھے حضور ﷺ کے دیدار سے مسرور کر دے۔ الٰہی بروزِ محشر شفاعتِ محمد ﷺ سے مایوس نہ فرما۔

آپ سے ایک مرثیہ بھی منسوب ہے۔ آپ نے شدت غم سے دوچار اپنے محبوب والد محترم کے وصال پر کہا۔ اس مرثیہ میں وہ کہتی ہیں۔

"آسمان غبار آلود ہو گیا۔ آفتاب لپیٹ دیا گیا۔ دُنیا میں تاریکی ہو گئی۔ نبی ﷺ کے بعد زمین نہ صرف غمگین ہے بلکہ فرطِ الم سے شق ہو گئی ہے۔ اُن پر قبیلہ مضر کے لوگ اور اہلِ یمن روتے ہیں۔ بڑے بڑے پہاڑ اور محلّات روتے ہیں۔ اے خاتم الرسل خُدا آپ پر رحمت نازل فرمائے"۔

جب آنحضرت ﷺ کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر صحابہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو تسلّی دینے لگے تو آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پُوچھا: کیا تم رسُول اللہ ﷺ کو دفن کر آئے؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا "تمہارے دل نے کیسے گوارا کیا کہ تم نے منوں خاک کے نیچے آنحضرت ﷺ کو دبا دیا"۔

آپ آنحضرت ﷺ کی قبر پر تشریف لے گئیں، وہاں روئیں اور ایک مُشتِ خاک قبر شریف سے لے کر آنکھوں سے لگائی اور یہ دو شعر پڑھے:

marfat.com

ترجمہ: کیا چاہیے اُس شخص کو جو خاک مزارِ مبارک آنحضرت ﷺ سونگھے،
لازم ہے اس پر پھر وہ تمام عمر کوئی خوشبو نہ سونگھے

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدہ عالم کی اور تین بہنیں جس طرح عین جوانی کی حالت میں گزر گئیں، اسی طرح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت ﷺ کی وفات کے چھ ماہ بعد انتقال ہو گیا۔

واقدی لکھتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ۳ رمضان ۱۱ھ میں ہوا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فضل رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے قبر میں اُتارا۔

حضرت اُمِّ سلمہ کہتی ہیں کہ جس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی، اُس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف نہیں رکھتے تھے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے مجھے بلایا اور فرمایا: پانی کا انتظام کرو، میں غسل کروں گی، صاف اور عمدہ کپڑے نکال دو، پہنوں گی۔ چنانچہ میں نے پانی کا انتظام کر دیا اور کپڑے نکال دیئے۔ آپ نے اچھی طرح غسل کیا اور کپڑے پہنے، پھر فرمایا: میرا بستر کر دو، میں لیٹوں گی۔ میں نے بستر کر دیا، وہ قبلہ رُو ہو کر لیٹ گئیں اور مجھ سے فرمایا: اب مفارقت کا وقت قریب ہے، میں غسل کر چکی ہوں، اس لئے مکرر غسل کی ضرورت نہیں اور نہ اب میرا بدن کھولا جائے، چنانچہ اس کے بعد ہی انتقال ہو گیا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو میں نے یہ واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے اُسی غسل پر اکتفا کیا اور اُن کو دفن کر دیا۔

سیّدۃ النساء حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مزاج میں انتہا کی شرم وحیاء تھی۔ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس سے فرمایا کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ عورت کا جنازہ کھلا ہوا قبرستان تک جائے، اس میں بے پردگی ہوتی

marfat.com

ہے اور مرد و عورت کے جنازے میں کوئی تفریق نہیں رہتی۔ مرد برا کرتے ہیں کہ عورت کا جنازہ کھلا ہوا لے جاتے ہیں' یہ مجھے بالکل پسند نہیں ہے۔ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے کہا: یا بنتِ رسولَ اللہ' میں نے حبش میں ایک بہترین طریقہ دیکھا ہے' آپ اگر حکم دیں تو وہ طریقہ پیش کروں۔ یہ کہہ کر کھجور کی چند شاخیں منگوائیں اور ان پر کپڑا تانا' جس سے پردے کی صُورت نکل آئی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یہ طریقہ پسند آیا اور بہت خوش ہوئیں' چنانچہ آپ کا جنازہ پردے میں قبر تک گیا' اور اسلام میں یہ پہلی خاتون ہیں جن کا جنازہ اس طریقہ سے اُٹھایا گیا۔ آپ کے بعد حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا کا جنازہ اسی طرح قبر تک گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ جب تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر گھر تشریف لائے تو بہت مغموم و محزون تھے اور شدّتِ غم والم میں یہ شعر پڑھے تھے:

(ترجمہ) ''میں دیکھتا ہوں' مجھ میں دُنیا کی بیماریاں بکثرت ہوگئی ہیں اور اہلِ دُنیا جب تک دُنیا میں ہیں' بیمار ہیں''

ہر یک جائی کے بعد دوستوں سے مفارقت ہونا ضروری ہے اور وہ زمانہ جو فراق کے سِوا ہوتا ہے' تھوڑا ہوتا ہے۔

رسُولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد فاطمہ رضی اللہ عنہا کی مفارقت اس بات کی دلیل ہے کہ دوست ہمیشہ نہیں رہتا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صاحبزادے کم سنی میں ہی انتقال کر گئے۔ آپ کی چار صاحبزادیاں تھیں۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا، سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا، سیدہ اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا اور خاتونِ جنّت سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا۔ اللہ تعالیٰ نے سیّدہ فاطمۃ الزہرا کو صاحبزادے بھی عطا کئے اور صاحبزادیاں بھی۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، حضرت

marfat.com

محسن رضی اللہ عنہ، سیدہ زینب رضی اللہ عنہا، سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ عنہا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے آپ کو اپنے جسم کا حصہ دار اپنے گوشت کا ٹکڑا قرار دیتے اور فرمایا کرتے کہ خدایا میں فاطمہ رضی اللہ عنہا سے راضی ہوں' تو بھی راضی ہو جا۔ جو فاطمہ سے محبت رکھے میں اسے پسند کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھ اور جو فاطمہ کو دکھ پہنچائے اس نے مجھے دکھ پہنچایا۔ خدایا اس پر غضب فرما۔

سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا عفت وعصمت کی پیکر تھیں' پارسائی کا مظہر تھیں' حیاو شرم کا پیکر تھیں۔ انہیں ہر لمحہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عزیز رہے یا حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ سے پوچھا ''مسلمان عورت کے اوصاف کیا ہیں''۔

انہوں نے عرض کیا ''ابا جان! عورت کو چاہیئے کہ خدا اور رسول کی اطاعت کرے۔ اولاد پر شفقت کرے' اپنی نگاہ نیچی رکھے' اپنی زینت کو چھپائے' نہ خود غیر کو دیکھے نہ غیر اس کو دیکھ پائے''۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ جواب سن کر مسرور ہوئے اور فرمایا کہ یہ عورت کی احسن تعریف ہے۔

ایک دفعہ سیدہ علیل تھیں لیکن علالت میں بھی دن رات عبادت میں مصروف رہیں۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ صبح کی نماز کے لئے مسجد گئے تو وہ نماز کیلئے کھڑی ہو گئیں۔ نماز سے فارغ ہو کر چکی پیسنے لگیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے واپس آ کر ان کو چکی پیستے دیکھا تو فرمایا: اے رسولِ خدا کی بیٹی' اتنی مشقت نہ اُٹھایا کرو' تھوڑی دیر آرام کر لیا کرو' کہیں زیادہ بیمار نہ پڑ جاؤ۔ فرمانے لگیں: خدا کی عبادت اور آپ کی اطاعت مرض کا بہترین علاج ہے' اگر ان میں کوئی موت کا باعث بن جائے تو اس سے بڑھ کر میری خوش نصیبی کیا ہوگی۔

؎ تیری نسلِ پاک سے ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا

marfat.com

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنتِ اسد

سرورِ ہر دو جہاں پر مثلِ مادر مہرباں
فاطمہ بنتِ اسدؓ جانِ نبی تھیں بے گماں
سرورِ عالم کو ہر پل دیکھ کر جیتی تھیں وہ
سرورِ عالم کے سر پر نورِ حق کا سائباں
مثلِ بو طالب انہیں سلطانِ بطحا تھے عزیز
وہ کہ تھیں ہر حال میں شاہِ عرب کی ہم زباں
اُلفتِ احمد کا اک دریا تھا دل میں موجزن
شاہِ دو عالم بھی اُن کو مانتے تھے اپنی ماں
حیدرِؓ کرار کی ماں فاطمہؓ کی ساس تھیں
اُن کے دل میں تھے عطا وجود کے چشمے رواں
قبر میں اُن کی تھے لیٹے سرورِ کونین خود
تاکہ اُن پر ہر گھڑی ہو رحمتِ ربِّ جہاں
پیرہن اپنا دیا سرکارؐ نے بہرِ کفن
تاکہ جنّت میں ہو اُن پر لُطفِ خالق بے کراں
اے رضؔا ہم خاکساروں کا اُنہیں پہنچے سلام
ہو بہار افزا لحد ان کی مثالِ گلستاں

(محمد اکرم رضا)

marfat.com

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنتِ اسد

حضرت فاطمہ بنتِ اسد کا شمار ان نامور اور معزز خواتین میں ہوتا ہے جو اسلامی تاریخ کا وقار ہیں۔ آپ حضور نبی کریم ﷺ کے حقیقی چچا حضرت ابوطالب کی بیوی تھیں۔ آپ ہمیشہ ہی سے نیک اور برگزیدہ خاتون تھیں اور مکّہ کی معزز خواتین میں عزّت و توقیر کی نگاہوں سے دیکھی جاتی تھیں۔ حضور نبی کریم ﷺ جب حضرت ابوطالب کی کفالت میں آئے تو حضرت فاطمہ بنتِ اسد نے آپ کو چچا سے بھی بڑھ کر پیار دیا۔ حتیّٰ کہ اپنی اولاد سے بڑھ کر عزیز جانتیں۔ سوتے جاگتے آپ کا خیال رکھتیں، جب تمام بچوں کو کھلانے بیٹھتیں تو اوروں میں سے کسی کو کھانا کم ملتا ہو مگر پیارے محمد ﷺ کا احساس کرتے ہوئے آپ کو جی بھر کر کھانا کھلاتیں۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ جب تک حضور اقدس ﷺ کھانا نہ کھا لیتے، دوسرے بچوں کو کھانا نہ دیتیں۔ آپ حضور ﷺ کے جدِّ امجد حضرت عبدالمطلب کی حقیقی بھتیجی تھیں۔ آپ کے مَراتب اور مناقب بے شمار ہیں۔ یہی کیا کم ہے کہ آپ رسولِ خدا کی انتہائی مشفق چچی، حیدرِ کرار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی والدہ اور نبی کریم ﷺ سے بے پناہ پیار کرنے والے چچا حضرت ابوطالب کی بیوی تھیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے کبھی آپ کے پیار واُلفت کو فراموش نہ کیا اور ہمیشہ انہیں "میری امی، میری امی" کہہ کر خطاب فرماتے۔

آپ سردارِ قریش ہاشم بن عبد مناف کی پوتی اور حضرت عبدالمطلب کی بھتیجی اور بہو تھیں۔ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی خوشدامن تھیں۔ حضرت فاطمہ کے والد اسد بن ہاشم، حضور ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب بن ہاشم کے سوتیلے بھائی تھے۔ اسد کی والدہ کا نام قیلہ بنتِ عامر تھا اور حضرت عبدالمطلب، سلمیٰ بنتِ عمرو بن زید نجاری کے بطن سے تھیں۔

marfat.com

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے قریش کے مُعزز ترین گھرانے بنو ہاشم میں ہوش کی آنکھیں کھولیں اور اسی میں پروان چڑھیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ بچپن ہی سے نہایت اعلیٰ اوصاف و خصائل کی مالک تھیں۔ چنانچہ حضرت عبدالمطلب کی نگاہِ گوہر شناس نے اُنہیں اپنی بہو بنانے کیلئے مُنتخب کر لیا اور اپنے فرزند عبد مناف (ابو طالب) سے اُن کا نکاح کر دیا۔ ان سے اللہ تعالیٰ نے انہیں چار فرزند اور تین لڑکیاں عطا کیں۔ لڑکوں کے نام طالب، عقیل، جعفر اور علی تھے اور لڑکیوں کے نام اُمِّ ہانی (اصل نام باختلاف روایت فاختہ، ہند یا فاطمہ) جمانہ اور ربطہ تھے۔ عَلَّامہ ابنِ عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے ''استیعاب'' میں لکھا ہے:

ھی اوّل ھاشمیہ ولدت لھا شمی

(یعنی یہ پہلی ہاشمی خاتون ہیں جن سے ہاشمی اولاد پیدا ہوئی)

کہا جاتا ہے کہ وہ شعر و شاعری میں بھی درک رکھتی تھیں۔ چُنانچہ یہ شعر اُن سے منسوب ہے جو اُنہوں نے اپنے فرزند عقیل رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا تھا:

؎ انت تکون ساجدٌ نبیل ...... اذا تھبّ شمال بلیل

بِعثت کے بعد رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوتِ حق کا آغاز فرمایا تو بنو ہاشم نے آپ کا سب سے زیادہ ساتھ دیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے فرزند حضرت علی کرم اللہ وجہہ، تو دعوتِ حق پر لبیک کہنے والے اوّلین نوجوان (لڑکے) تھے۔ خُود حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی اِبتدائے دعوت میں سعادت اندوزِ اسلام ہو گئیں۔ کچھ عرصہ بعد اُن کے دوسرے فرزند جعفر رضی اللہ عنہ بھی پرستارانِ حق میں داخل ہو گئے۔ علامہ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ''اُسدُ الغابہ'' میں لکھا ہے کہ ایک دن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مشغولِ عبادت تھے۔ حضرت ابو طالب نے انہیں دیکھا تو حضرت جعفر سے فرمایا ''بیٹے تم بھی اپنے ابنِ عم کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ''۔

marfat.com

جب حضرت ابوطالب نے وفات پائی تو نبی پاک ﷺ کیلئے رنج و آلام اور دُکھوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ اتنے عزیز چچا جو ہمیشہ نبی کریم ﷺ کو اُن کے دُشمنوں سے بچانے کیلئے سامنے آتے رہے اور کُھل کر فرمایا کرتے تھے: محمد (ﷺ) پر وار کرنے کیلئے پہلے مجھ سے اور آلِ ہاشم سے ٹکرانا پڑے گا۔ یہ محض الفاظ ہی نہیں تھے بلکہ حضرت ابوطالب کئی مرتبہ کُفارِ مکہ کے سامنے ڈٹ کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا: میری زندگی میں کوئی اسے ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ یہ آپ ہی کا حوصلہ تھا کہ فرمایا کرتے: اے بھتیجے! تم جو چاہے کرو میں کسی دُشمن کو تمہارے راستے میں نہیں آنے دُوں گا۔ جب اتنے پیارے چچا کا وصال ہو گیا تو نبی کریم ﷺ کو سخت دھچکا لگا۔ ڈھارس بندھانے والی زوجۂ حیات حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بھی خالقِ حقیقی سے جا ملی تھیں۔ اب کُفار کے حوصلے بڑھ گئے اور اُنہوں نے سمجھ لیا کہ اب محمد (ﷺ) کو ستانے اور ایذا دینے کیلئے ان کے سامنے کوئی روک ٹوک نہیں ہے۔ ایسے پُرآشوب دَور میں آپ کی چچی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنتِ اسد نے آپ کی بہت ڈھارس بندھائی۔ کئی بار آپ کے دُشمنوں کو کُھل کر اُن کے مُنہ پر بُرا بھلا کہا اور فرمایا "تم کیا سمجھتے ہو کہ پیارے چچا (ابوطالب) کے چلے جانے سے محمد (ﷺ) اکیلے رہ گئے ہیں، نہیں واللہ نہیں، اُن کا خُدا اُن کے ساتھ ہے، مَیں اُن کے ساتھ ہوں، آلِ ہاشم کی قوّت و دلگیری اور عبدالمطلب کی اولاد کی شجاعت و جانثاری ان کے ساتھ ہے"۔

آپ کی للکار کا خاطر خواہ اثر ہوتا اور کئی مرتبہ قریشِ مکہ اپنی ریشہ دوانیوں سے باز آ جاتے۔

حضرت ابوطالب اور حضرت فاطمہ، حضرت علی، حضرت جعفر (رضی اللہ عنہم) رحمتِ عالم ﷺ سے والہانہ محبّت کرتے تھے۔ فی الحقیقت حضرت عبدالمطلب کی وفات

marfat.com

کے بعد حضرت ابوطالب اور ان کی اہلیہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جس خلوص اور دلسوزی کے ساتھ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی سرپرستی کی اور نہایت نامساعد حالات میں بھی آپ کی حفاظت وحمایت میں جان کی بازی لگادی' تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

بعثت کے بعد جب اہل حق پر مشرکین قریش کے مظالم انتہا کو پہنچ گئے تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حبش کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ ۵ بعد بعثت اور ۶ بعد بعثت میں مسلمانوں کے دو قافلے یکے بعد دیگرے ارض مکہ کو الوداع کہہ کر حبشہ چلے گئے۔ ان مہاجرین میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے فرزند دلبند حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بھی تھے اور ان کے ساتھ ان کی اہلیہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس بھی تھیں ابن اسحاق کا بیان ہے کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ پہلی ہجرت حبشہ کے شرکاء میں سے تھے لیکن موسیٰ بن عتبہ نے مغازی میں لکھا ہے کہ وہ دوسری ہجرت کے مہاجرین میں سے تھے۔ بہرصورت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بڑے صبر اور حوصلے کے ساتھ اپنے فرزند اور بہو کی جدائی برداشت کی۔

سےۓ نبوت میں مشرکین قریش نے فیصلہ کیا کہ جب تک بنو ہاشم اور بنو مطلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کے لئے ان کے حوالے نہ کریں گے' کوئی شخص ان سے کسی قسم کا تعلق نہیں رکھے گا' نہ ان کے پاس کوئی چیز فروخت کی جائے گی اور نہ ان سے رشتہ ناتا کیا جائے گا اس فیصلہ کو معرض تحریر میں لاکر ہر قبیلہ کے نمائندے نے دستخط کئے یا انگوٹھا لگایا اور اسے درِ کعبہ پر آویزاں کر دیا۔ حضرت ابوطالب کو اس معاہدہ کا علم ہوا تو وہ ہاشم اور ان کے بھائی مطلب کی تمام اولاد و احفاد کو ساتھ لے کر شعب ابی طالب میں پناہ گزین ہو گئے۔ صرف ابولہب اور اس کے زیر اثر چند ہاشمیوں نے مشرکین کا ساتھ دیا۔ بنو ہاشم اور بنو مطلب مسلسل تین برس تک شعب ابی طالب میں محصور رہے مگر اُن کے پائے

marfat.com

استقلال میں لغزش نہ آئی۔ جب قریشِ مکّہ کے اپنے معاہدے کو دیمک نے کھا لیا تو معاہدہ خود بخود اپنا وجود کھو بیٹھا اور مسلمان اپنے گھروں کو لوٹ آئے۔

اب کفّار کی ریشہ دوانیوں نے نئے نئے رنگ اختیار کیے۔ مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جانے لگے۔ مسلمانوں کیلئے گھروں میں نماز پڑھنا بھی مُشکل ہو گیا۔ ان کا راستہ روکا جانے لگا۔ حتّیٰ کہ حضور محمد مصطفےٰ ﷺ کو شدید مصائب وآلام کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ مسلمان کا جذبۂ ایمانی تھا کہ وہ ہر دُکھ کو برداشت کر کے بھی سمجھتے تھے کہ یہ عین راحت ہے کیونکہ انہوں نے یہ آلام راہِ خُداوندی میں خوشنودیٔ مصطفےٰ ﷺ کی خاطر برداشت کیے۔ جب مسلمانوں پر کفّار کے مظالم حد سے بڑھنے لگے تو حضور ﷺ نے مسلمانوں کو حبشہ کی جانب ہجرت کا حکم دیا کیونکہ وہاں کا عیسائی حکمران نجاشی (جو بعد میں مسلمان ہو گیا) مسلمانوں کیلئے نرم گوشہ رکھتا تھا۔ اس ضمن میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنتِ اسد کے صاحبزادوں کو بھی ہجرت کے مراحل طے کرنے پڑے۔

حبشہ کی ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ کی جانب ہجرت کا مرحلہ آیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنتِ اسد حبشہ تو نہیں گئی تھیں مگر اب مدینہ کا سفر اُن کا انتظار کر رہا تھا۔

"جب عام مسلمانوں کو مدینہ کی طرف ہجرت کا حکم مِلا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئیں۔ ہجرت کے موقع پر اُن کے لختِ جگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ حضور پُرنور ﷺ انہیں اپنے بستر پر سلا کر سفرِ ہجرت پر روانہ ہوئے۔

ہجرتِ نبوی کے دو یا تین سال بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنتِ اسد کے فرزند دلبند جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نکاح رحمتِ عالم ﷺ کی لختِ جگر حضرت فاطمۃ الزہرا بتول رضی اللہ عنہا سے ہوا۔ اس موقع پر زوجِ بتول رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ ماجدہ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

marfat.com

کفی بنت رسول اللہ سقایۃ الماء والذھاب فی الحاجۃ

و یکفلک الداخل لطحن و العجن

(فاطمہ بنتِ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آتی ہیں، میں پانی بھروں گا اور باہر کا کام کروں گا اور وہ چکّی پیسنے اور آٹا گوندھنے میں آپ کی مدد کریں گے)

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنتِ اسد سے بڑی محبّت تھی۔ آپ اکثر اُن سے ملنے کیلئے تشریف لے جاتے اور اُن کے گھر آرام فرماتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی بار اُن کی شفقت، شرافت اور خصائلِ حمیدہ کی تحسین فرمائی۔ دُرِّ منثور میں ہے:

"یہی فاطمہ ہیں جن کے فضائل و مآثر کُتُبِ سِیَر میں مَذکُور ہیں"۔

مدینہ طیبہ میں آنے کے چار یا پانچ سال بعد حضرت فاطمہ بنت اسد انتقال فرما گئیں۔ یہ ایسی خبر تھی جس کو جنابِ رسُولِ اَقدس نے بڑے رنج والم سے سُنا۔ اُنہیں ایسے محسوس ہوا جیسے ایک مرتبہ پھر یتیم ہو گئے ہوں۔ آپ کی چشمانِ اقدس سے آنسوؤں کے دھارے پھوٹنے لگے۔ دل میں سیدہ فاطمہ بنتِ اسد کی یاد جلوہ گر ہونے لگی۔ اُن کی محبّتوں کی چاندنی جگمگانے لگی۔ آپ کے فِکر و نظر نے اس مَوت کو شِدّت سے محسوس کیا۔ بِلا تاخیر حضرت فاطمہ بنتِ اسد کے گھر روانہ ہو گئے اور مَوت کی آغوش میں جانے والی اس خاتونِ مُحترم کو مخاطب کر کے فرمایا:

"اے میری ماں! خُدا آپ پر رحم کرے۔ آپ میری ماں کے بعد ماں تھیں، آپ خُود بھُوکی رہتی تھیں مگر مجھے کھلاتی تھیں، آپ کو خُود لباس کی ضرورت ہوتی تھی لیکن آپ مجھے پہناتی تھیں"۔

اس کے بعد آپ نے غمزدہ اہلِ خانہ کو اپنی قمیص مُبارک مرحمت فرمائی اور وصیت کی کہ انہیں میری قمیص کا کفن پہناؤ۔

marfat.com

پھر آپ نے حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما (حِبّ النبی) اور حضرت اَبُوایّوب انصاری رضی اللہ عنہ (میزبانِ رسول) کو حکم دیا کہ جنّت البقیع میں جا کر قبر کھودیں جب وہ قبر کا اُوپر کا حِصہ کھود چکے تو سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم خود نیچے اُترے اور اپنے دستِ مُبارک سے لحد کھودی اور خُود ہی اس میں سے مٹی نکالی۔ جب یہ کام پُورا ہو گیا تو ساقیٔ کوثر صلی اللہ علیہ وسلم لحد کے اندر لیٹ گئے اور دُعا مانگی:

''اِلٰہی! میری ماں کی مغفرت فرما اور ان کی قبر کو وسیع کر دے''۔

یہ دُعا مانگ کر آپ قبر سے باہر نکلے تو شِدّتِ غم سے ریش مُبارک ہاتھ میں پکڑ رکھی تھی اور رُخساروں پر آنسو بہہ رہے تھے۔

حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے حضرت فاطمہ بنتِ اسد کی مَوت کو جس شِدّتِ الم کے ساتھ محسوس کیا اور جس طرح انہیں ان کی وفات کے بعد سفرِ آخِرت کی جانب روانہ کیا' یہ بہت کم لوگوں کا مُقدّر بنتا ہے۔ یہ حضرت فاطمہ بنتِ اسد کا کتنا بڑا اعزاز ہے کہ اپنی قمیص مُبارک اُتار کر اُنہیں کفن دیا۔ ایک روایت ہے کہ انہوں نے وفات سے پہلے خُود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کرم فرمائی کی درخواست کی تھی' جب آپ نے اَن کو اپنی قمیص کا کفن عطا کیا اور ان کی تدفین سے پہلے خُود اُن کی قبر میں اُتر کر لیٹ گئے تو لوگوں نے اس پر تعجّب کا اظہار کیا۔ اسی موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا:

''ابوطالب کے بعد ان سے زیادہ کسی نے میرے ساتھ اس قدر مہربانی نہیں کی' میں نے اپنی قمیص انہیں اس لئے پہنائی ہے کہ جنّت میں انہیں حلّہ ملے۔ قبر میں اس لئے لیٹا کہ شدائدِ قبر میں آسانی ہو''۔

حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے اس موقعہ پر یہ بھی اِرشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے ستّر ہزار فرشتوں کو فاطمہ بنت اسد پر درُود پڑھنے کا حکم دیا ہے''۔

marfat.com

کس قدر سعید قسمت ہیں حضرت فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ عنہا کہ جنہیں حضور نے اپنے لِباسِ مُبارک کا کفن عطا فرمایا' جس کے جسم سے ہمیشہ کیلئے حضُور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا لباسِ اطہر مَس ہو جائے اس کے مقام و مرتبہ کا کیا کہنا۔

اور یہ سعید بختی ہمیشہ وقت کا اعزاز بنی رہے گی کہ حضُور علیہ الصلوٰۃ والسّلام اپنی اس چچی کی قبرِ اطہر میں پہلے خُود لیٹے' قبر کی زمین پہلے حضُور صلی اللہ علیہ وسلم کے وجُود پاک سے مَس ہوئی اور پھر یہ بہشتی گوشۂ لحد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد کا مُقدّر بنا۔

............O............

زہے تیرا اعزاز اے فاطمہؓ
شہِ دیں کی ہم راز اَے فاطمہؓ
تری زندگی تھی محمدؐ پہ واری
تھی آقا کی دم ساز اے فاطمہؓ

marfat.com

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا

بڑی تُو نے عظمت ہے پائی حلیمہ
نبی جب کہ آقا کی دائی حلیمہ

تھے اَوروں کی قسمت میں اَوروں کے بچے
محمد سی رحمت تُو لائی حلیمہ

مُقدّر کی جانب سے حِصّہ ترا تھا
جو توقیر تُو نے ہے پائی حلیمہ

ترے جانور تیز تر بھاگتے تھے
حبیبؐ خُدا لے کے آئی حلیمہ

ترے گھر میں خُوشیاں اُتر آئیں یکدم
جو آقاؐ نے برکت دِکھائی حلیمہ

بنو سعد میں ہر طرف ہی کرم تھا
سعادت ترے گھر جو چھائی حلیمہ

شہِؐ دیں کی نسبت سے تَو مُحترم ہے
تری شان رب نے بڑھائی حلیمہ

رضؔا کے ہے لفظوں میں شانِ عقیدت
بہر سُو ہے تری بڑائی حلیمہ

(محمد اکرم رضؔا)

marfat.com

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا

حلیمہؓ تُو نے کیا کیا مرتبے ہیں پائے
کہ تیری گود میں سرکار ختم المرسلینؐ آئے
تری خُوش قسمتی ننھے محمدؐ نے چُنا تجُھ کو
تجھے اعزاز دینے کو شفیع المذنبینؐ آئے

شُرَفائے عرب میں دستور تھا کہ بچّوں کو ماں کے پاس نہ رکھتے تھے بلکہ اکثر پرورش کیلئے دُوسری عورتوں کو دے دیتے یا قُرب و جوار میں دے دیتے۔ وہ صحرائی قبیلوں کا انتخاب کرتے تا کہ اُن کا بچہ زمانے کے گرم و سرد سہہ کر کو آئندہ دَور میں بُلند کِردار ادا کر سکے۔ وہ دایا کا شجرہ نسب' خاندان' قبیلہ دیکھتے تا کہ اُن کے بچے میں کردار کی بُلندی' اور اِرادوں کی پختگی پیدا ہو۔ اُن کا کردار قابلِ توصیف ہو اور وُہ جوان' تنومند اور بہادُری و دلیری میں یکتا ہوں۔

جب چند سال گزُر جاتے تو بچوں کی پرورش کرنے والی عورتیں ان بچوں کو والدین کے سِپُرد کر دیتیں جہاں سے اُنہیں اکرامات و اِنعامات سے نوازا جاتا اور پھر وہ دُوسرے نومَولُود بچوں کا انتخاب کر کے اُنہیں ہمراہ لے جاتیں۔

حضُور محبوبِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس خاتون کی گود میں پرورش پائی تھی اُس کا نام حلیمہ سعدیہ تھا۔ خاوند کا نام حارث بن عبدالعزیٰ تھا۔ حضرت حلیمہ کا تعلّق قبیلہ بنو سعد سے تھا جو حلم اور شیرینیٔ بیان کی وجہ سے شُہرت رکھتا تھا۔ یہ قبیلہ فصاحت و بلاغت اور شانِ گویائی میں بھی عدیم النظیر تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ:

''اللہ نے مجھ کو تمام عرب میں سے بڑا فصیح بنایا ہے۔ ایک تو ہمارا قبیلہ

marfat.com

فصاحتِ بیان اور شوکتِ زبان میں یکتا ہے دُوسرے میری پرورش بنی سعد میں ہوئی ہے جس کی فصاحت و بلاغت عرب میں مشہور ہے"۔

حضرت محمد رسُولُ اللہ ﷺ نے پیدائش کے بعد سات دن تک والدہ ماجدہ کا دُودھ پیا۔ پھر حضرت ثویبہ نے چند دن دُودھ پلایا۔ اسی اثناء میں قبیلہ بنو سعد کی چند عورتیں، بچے لینے کیلئے مکّہ میں آ گئیں جن میں حضرت حلیمہ سعدیہ بھی تھیں۔ دُوسری سب عورتیں مالدار گھرانوں کے بچے لے کر چلیں لیکن حضرت حلیمہ کو کوئی بچّہ نہ مِلا۔ واپس جانے والی تھیں کہ معلُوم ہوا کہ سردارِ قریش حضرت عبدالمطلب کا ایک یتیم پوتا ہے۔ خاوند سے مشورہ کیا کہ یہ بچہ تو یتیم ہے باپ وفات پا چکا ہے، ہمیں کیا ملے گا۔ البتہ اس کے دادا نہایت عالی نسب اور عالی مرتبت ہیں اُن کا وقار اور دبدبہ ہے، شرافت اور نجابت اُن کے چہرے سے ٹپکتی ہے۔ بچہ بذاتِ خود انتہائی حسین و جمیل ہے، اُس کی ماں خود حُسن و جمال کی پیکر ہے، یقیناً ہماری محنت ضائع نہیں جائے گی۔ دونوں میاں بیوی نے آپس میں گفتگو کی اور حضرت حلیمہ فوراً جا کر بچے کو لے آئیں۔ حضرت آمنہ نے فرمایا "تم نہیں جانتیں کہ کتنی بڑی سعادت سمیٹ کر لے جا رہی ہو۔ یہ آنے والا وقت بتائے گا جب یہی بچہ تمہارے لئے خُوش بختیوں کے دروازے کھول دے گا"۔ حضرت حلیمہ کو ابھی کیا خبر تھی کہ جس بچے کو اُٹھا کر وہ لے کر آ رہی تھیں وہ دُنیا و دین کا سربراہ ہے۔ نبی آخر الزماں ہے اُسے دُودھ پلا کر وہ تاریخ ساز مقام حاصل کر لیں گی اور انہیں وہ نعمتیں عطا ہوں گی جو اس سے قبل کسی دایا یا پرورش کرنے والی کا مُقدّر نہیں بنیں۔

جب حلیمہ حضرت عبدالمطلب کے پاس پہنچیں تو انہوں نے فرمایا "تیرا نام کیا ہے؟"

انہوں نے کہا "حلیمہ"

فرمایا: تیرا قبیلہ کیا ہے؟

marfat.com

عرض کیا: میرا قبیلہ بنو سعد ہے۔

حضرت عبدالمطلب فرطِ مسرّت سے بولے:

حِلم اور سعد دونوں اکٹھے ہو گئے۔

پھر حضرت عبدالمطلب نے فرمایا ''حلیمہ! یہ میرا پوتا ہے' مَیں اس کا کفیل ہوں۔ تمہاری قوم کی عورتیں اسے دیکھ کر چھوڑ گئیں۔ شاید اُن کے دِل میں خدشہ ہو گا کہ اس یتیم کی رضاعت کا عِوضانہ ہمیں کیا مِلے گا۔ تُو اسے لے جا اور پھر دیکھ خُدا کے اِنعامات تجھ پر کس طَور نازل ہوتے ہیں؟

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: جب میں ننھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو لینے کیلئے اس کوٹھڑی میں گئی جہاں حضُور گہوارے میں پڑے تھے تو میں نے دیکھا کہ بہت سفید صُوف کا کپڑا آپ کے اُوپر اور سبز ریشمی پارچہ آپ کے نیچے ہیں اور آپ کا رُخ آسمان کی طرف ہے اور آپ سے کستوری کی خُوشبو آرہی ہے۔ مَیں نے اپنا ہاتھ بڑی نرمی کے ساتھ آپ کے سینے پر رکھا تو آپ مُسکرائے اور آنکھیں کھولیں' اُن سے نُورانی شعاعیں نکل کر آسمانوں کو روشن کرتی گئیں۔ مَیں نے دیکھ کر آپ کی آنکھوں کو بوسہ دیا اور آپ کو اُٹھا لیا۔ پھر مَیں نے آپ کو گود میں لے کر اپنا داہنا دُودھ آپ کے مُنہ میں دیا تو آپ نے جتنا چاہا پی لیا پھر مَیں نے آپ کا رُخ دُوسرے دُودھ کی طرف پھیرا تو آپ نے نہ پیا کیونکہ میرا ایک اور بچہ بھی دُودھ پیتا تھا۔ آپ کی طبیعت میں بچپن ہی سے عدل وانصاف کی جلوہ گری تھی اس لئے آپ نے رضاعی بھائی کا حِصّہ چھوڑ دیا۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس بچے' محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ہماری حالت ہی بدل گئی۔ میری چھاتیوں میں دُودھ کم تھا' میرا اپنا بیٹا روتا رہتا تھا مگر میری چھاتیوں میں اتنا دُودھ اتر آیا کہ دونوں نے خُوب خُوب پیا۔ ہماری اُونٹنی جس کے تھن

marfat.com

خشک ہو گئے تھے اُس کے تھن دُودھ سے بھر گئے اور اس کی کمزوری دُور ہو گئی۔ ہمارا مریل گدھا جو سارے قافلے کے پیچھے چلتا اس قدر تیز رفتاری سے چلا کہ سارے اہل قافلہ حیران رہ گئے۔ ہماری اُونٹنی دیکھتے ہی دیکھتے فربہ ہوتی گئی۔ اُس کے تھنوں سے ہم بار بار دُودھ پیتے تھے مگر وہ ختم ہونے ہی میں نہ آتا تھا۔ گھر پہنچے تو ہماری مریل بکریوں میں جان آ گئی' اُن کے جسم فربہ ہو گئے۔ خشک تھن دُودھ سے لبریز ہو گئے۔ گاؤں کے دُوسرے جانوروں کا دُودھ بدستور خشک تھا سب عورتیں میری طرف رشک کی نگاہوں سے دیکھتی تھیں کہ جسے ہم یتیم ہونے کی وجہ سے چھوڑ آئی تھیں' وہ تو حلیمہ سعدیہ کے پورے گھرانے کے لئے سراپا برکت و رحمت اور خُوش بختی کی علامت بن گیا ہے۔

حضرت حلیمہ مسرور و خُوش تھیں کہ اس قدر بڑی سعادت اُن کا مُقدّر بن چکی ہے۔ ہمارے جانور جہاں گھاس چرتے وہاں سُوکھی ہوئی گھاس بھی ہری ہو جاتی۔ سب گاؤں والے مجھ سے اجازت لے کر اپنے جانور بھی میرے جانوروں کے ساتھ چرانے لگے۔ خُدا کی قُدرت کہ جب اُن جانوروں کو اچھی خوراک ملی تو اُن کے تھنوں میں بھی دُودھ اُتر آیا۔

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ دو سال تک جب تک آپ دُودھ پیتے رہے ہم نے خیر و برکت سے گزارے اور اس اثناء میں ہمارے مال و متاع میں روز افزوں ترقی ہوتی گئی اور حضُور کی نشو و نما بھی حیرت انگیز تھی۔ وہ دو سال کی عُمر میں اپنے سے بڑے بچوں کے مقابلہ میں طاقتور و توانا اور قد و قامت میں دو بالا دکھائی دیتے تھے۔ ابھی دو ماہ کے تھے تو صحن خانہ میں ہر طرف پھرنے لگے۔ تین ماہ کے ہوئے تو پاؤں کے بل اُٹھ کھڑے ہوئے۔ چار مہینے کے ہوئے تو دیوار کے سہارے چلنے لگے۔ نَو ماہ کے ہوئے تو نہایت فصاحت سے گُفتگو فرمانے لگے۔ دس ماہ کے ہوئے تو لڑکوں کیساتھ تیر اندازی کرنے لگے۔ کوئی نشانہ خطا نہیں جاتا تھا"۔ (حجۃ اللہ علی العالمین)

marfat.com

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا اور اُن کے گھر والے اس بُلند نصیب بچے پر سو جان سے قُربان تھے اور نہایت محبت و شفقت سے حضُور ﷺ کی پرورش کرتے تھے' جب حضور ﷺ دو سال کے ہوئے تو حضرت حلیمہ اُنہیں لے کر سیدہ آمنہ کے پاس آئیں' وہ خوشی سے نہال ہو گئیں۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا ''سیّدہ! اس وقت مکّے کی آب و ہوا بہت خراب ہے' مجھے ڈر ہے' بچہ بیمار نہ ہو جائے۔ مجھے اسے واپس لے جانے دیں پھر جب حالات بہتر ہو جائیں گے تو بچے کے ہمراہ حاضرِ خدمت ہوں گی۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے بخوشی اجازت دے دی اور یہ حضُور ﷺ کو دوبارہ قبیلہ بنو سعد میں لے آئیں۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا حضُور ﷺ کو کھلاتے وقت جو لوری دیا کرتی تھیں اُس کا ترجمہ یُوں ہے:

''اے خُدا' اگر تُو نے ان کو میرے سپُرد کیا ہے تو ان کی حسبِ طلب مدد فرما۔ انہیں علم و بزُرگی کی بُلندی اور ارتقا نصیب فرما' انہیں شیاطین اور اُن کے شر سے محفوظ رکھ جیسا کہ ان کا حق ہے''۔

پانچ برس تک حضُور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے قبیلہ بنو سعد میں حضرت حلیمہ کے سایۂ رحمت میں پرورش پائی۔ حتّیٰ کہ واقعہ شقّ الصدر پیش کیا۔ ایک روز حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے دو بچے جو حضُور ﷺ کے ساتھ باہر کھیلنے یا بکریاں چرانے گئے تھے' دَوڑتے ہوئے ان کے پاس آئے اور کہا: دو سینہ پوش آدمی ہمارے قریشی بھائی کو پکڑ کر لے گئے اور قتل کر ڈالا۔ حضرت حلیمہ کی جان ہی نکل گئی' میاں بیوی دونوں بے تابانہ اس طرف دوڑے۔ دیکھا کہ حضُور ﷺ سلامت ہیں لیکن چہرۂ اقدس کی رنگت متغیّر ہے۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے حضُور ﷺ کو گلے لگا لیا اور پُوچھا: کیا ہوا تھا؟ حضُور نے فرمایا ''دو سفید پوش آدمی میرے پاس آئے' مجھے چت لٹا کر میرا سینہ چاک کیا۔ اس میں سے میرا

marfat.com

دِل نکالا اور پھر اُس میں سے کوئی چیز نکال لی پھر میرے دل کو سینے میں رکھ کر درُست کر دیا"

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے خاوند یہ سارا واقعہ سُن کر گھبرا گئے۔ حیران و پریشان ہو گئے کہ کہیں اس بچے کو شدید گزند ہی نہ پہنچ جائے۔ مشورہ کیا اور حضور ﷺ کو ساتھ لے کر مکّہ پہنچے۔ اس وقت حضور ﷺ کی عُمر پانچ سال اور دو دن کی تھی۔ اُنہوں نے نہ چاہتے ہوئے بھی کونین کی اس سب سے قیمتی دولت کو اُن کی امّی جان سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے سپرُد کر دیا۔ ساتھ ہی واقعہ شقّ الصدر بھی تفصیل سے بیان کیا۔ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے پُرسکون انداز میں فرمایا:

"تمہیں اندیشہ ہے کہ کوئی شیطان یا جن اس بچے کو گزند پہنچائے گا' ہرگز نہیں' میرا بیٹا دُنیا میں ایک عظیم الشان ہستی بننے والا ہے۔ یہ ہر آفت سے محفوظ رہے گا اور خدا اس کی ہر حالت میں حفاظت کرے گا"۔

پھر سیدہ نے حضور ﷺ کی پیدائش سے پہلے کے اور پیدائش کے وقت کے چند معجزات بیان کیے۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کا دل تو نہیں چاہتا تھا لیکن اس نعمت کو ان کی والدہ ماجدہ کے سپرُد کر کے واپس چلی آئیں۔ سردار قریش حضرت عبدالمطلب نے حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کو اتنا کچھ انعام و اکرام میں دیا کہ جس کا تصوّر بھی نہیں کر سکتی تھیں۔

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے پھر ایک عرصہ بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس شان سے دیکھا جب ان کا اسلام عالم عرب کا مُقدر بن چکا تھا اور اسلام کا پیغام عرب کے صدر سے بلند ہو کر دوسرے علاقوں تک پہنچ رہا تھا۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے لمبی زندگی پائی۔ شاید خُدا نے ان کو اس بچے کا ظاہری عروج بھی دکھانا تھا' جس کی انہوں نے برسوں پرورش کی تھی۔ ابنِ سعد نے محمد بن منکدر کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ ایک عورت حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اُسے دیکھا تو حضور ﷺ اُٹھ کھڑے

marfat.com

ہوئے۔آپ کے لبوں پر جاری تھا "میری ماں، میری ماں" پھر آپ نے اپنی چادر بچھائی اور اس پر اس خاتون کو احترام سے بٹھایا۔یہی حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا تھیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے پہلے بھی حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کو نوازتے رہے تھے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اپنے علاقہ میں قحط سالی کی شکایت کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو چالیس بکریاں اور سامان سے لدا ہوا ایک اونٹ عطا فرمایا۔اس طرح ایک مرتبہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے ان کو کئی اونٹنیاں مرحمت فرمائیں، جن کو لے کر وہ دعائیں دیتی ہوئی چلی گئیں۔

"اصابہ" میں رقم ہے کہ جب غزوہ حنین کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم "جعرانہ" میں تشریف فرما تھے تو حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر مبارک پر بٹھایا اور بے پناہ تکریم کی۔بہرحال یہ امر طے ہے کہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کئی بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور انعامات سے نوازی گئیں۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو اتنا نوازا کہ دوسرے پھر بچوں کی پرورش کرنے والی کوئی خاتون ان نوازشات کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔

قیاسِ غالب یہی ہے کہ حضرت حلیمہ شرفِ صحابیت اور قبولِ اسلام سے ضرور مشرف ہوئی ہوں گی۔بھلا کیسے ممکن ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حد درجہ محبت بھی رکھتی ہوں۔آپ کی ظاہری عظمت اور روحانی شوکت دیکھیں اور اسلام نہ لائیں۔وہ تو عالمِ بچپن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات سے بہرہ اندوز ہو چکی تھیں۔امام سہیلی لکھتے ہیں کہ ان کے خاوند حارث رضی اللہ عنہ حضور کی بعثت کے بعد ایک دفعہ مکہ آئے تو انہوں نے مشرکینِ مکہ کے بہکانے کے باوجود اسلام قبول کر لیا اور تازیست اس پر ثابت قدم

marfat.com

رہے۔ ظاہر ہے کہ حارث رضی اللہ عنہ کے قبولیت اسلام کے بعد حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے اسلام قبول کرنے میں کوئی شک ہی نہیں رہ جاتا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تو سراپا نور تھے۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے آپ کے بچپن کا خوب مشاہدہ کیا تھا اور وہ تمام برکات خوب سمیٹی تھیں جو آپ پر خدا کی طرف سے نازل ہوتی تھی۔ یہ کیا کم ہے کہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں:

"جب سے ہم آمنہ رضی اللہ عنہا کے لال کو گھر لائے ہیں' ہم رات کو چراغ جلانے کے محتاج نہیں رہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کا نور چراغ کی روشنی پر غالب تھا۔

مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا
باغ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا ہی کا ارشاد ہے:

"جس روز ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر آئے تو ہماری قوم کا کوئی گھر ایسا نہ تھا کہ جس سے کستوری کی خوشبو نہ آ رہی ہو اور اہل دیہہ کے دلوں میں آپ کی برکت کا اس قدر یقین ہوا کہ اگر کسی کو کوئی دکھ درد ہوتا تو آپ کا ہاتھ پکڑ کر جائے درد پر رکھ دیتا۔ آپ کے دست مبارک کی برکت سے فوراً شفا پاتا۔ اسی طرح اگر کسی کے اونٹ بکری کو کوئی بیماری ہو جاتی تو آپ کا ہاتھ لگانے سے فوراً آرام آ جاتا"۔

(حجۃ اللہ علی العالمین ص ۲۵۶)

معطر ہوا جس کی خوشبو سے گھر
یہ کس باغ سے پھول لاتی حلیمہ
بڑی تو نے توقیر پائی حلیمہ
کہ ہے تو محمد کی دائی حلیمہ

marfat.com

حضرت اُمِّ ایمن رضی اللہ عنہا

شہِ والا نے جن کو ماں کہا وُہ اُمِّ ایمن تھیں
وقار و عظمتِ ایمان تھیں، رحمت کا خرمن تھیں
خزاں کے ظُلم سے ہرگز کبھی مُرجھا نہیں سکتا
اَبَد تک جو مہکتا ہی رہا ہے ایسا گُلشن تھیں
جنابِ زیدؓ جیسے ضیغمِ اسلام کی زوجہ
رضائے مُصطفےٰؐ سے جو مہکتا ہے وُہ دامن تھیں
فدائے سرورِ کونین تھیں ہر آن، ہر لمحہ
لُٹائے روشنی عشقِ نبی کی ' ایسا خرمن تھیں
نبی پاک پر واری تھیں بچپن سے وُہ آخر تک
تصدّق اسمِ سلطانِ دوعالم پر ہمہ تن تھیں
زہے قسمت اُنہوں نے پرورش کی شاہِ والا کی
اسی خاطر سراپا محترم ' تھیں اور اَحسن تھیں
مُحبّانِ نبی اُن کو ادب سے یاد کرتے تھے
رضاؔ اعدائے احمد کی وُہ ہر حالت میں دُشمن تھی

(محمد اکرم رضاؔ)

marfat.com

حضرت اُمِّ ایمن رضی اللہ عنہا

حضرت اُمِّ ایمن رضی اللہ عنہا کو کئی اعزازات حاصل ہیں۔ صحابیہ ہونے کا شرف بے پناہ عزت وتوقیر اور عظمت کا حامل ہے' لیکن جس اعزاز پر آپ ہمیشہ فخر کرتی تھیں وہ یہ ہے کہ رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو اَمّی کہہ کر پکارا کرتے تھے کیونکہ سیّدہ آمنہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا (مادرِ رسُولِ مُحترم) کے وصال کے بعد حضرت اُمِّ ایمن نے آپ کی جی بھر کر خدمت کی۔ حضُور صلی اللہ علیہ وسلم اُن کو دیکھتے ہی فرمایا کرتے تھے ''اُمِّ ایمن میری ماں ہیں''۔ حضُور صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی طرف نظر کرتے تو فرماتے:

هٰذِهٖ بَقِيَّةُ اَهْلِ بَيْتِيْ

حضرت اُمِّ ایمن رضی اللہ عنہا نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر مُمکن طریق سے خدمت کی تھی۔ اس لئے انہیں حضُور صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت ناز تھا۔ رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اُن کے مکان پر تشریف لے جاتے۔ ایک دفعہ حضرت اُمِّ ایمن رضی اللہ عنہا نے شربت پیش کیا۔ آپ روزے سے تھے' اس لئے بہت ناراض ہوئیں مگر رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صُورتِ حال سے انہیں آگاہ کر کے امی امی کہہ کے منالیا۔

حضُور علیہ الصّلوٰۃ والسلام آپ سے مزاح بھی فرمالیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اُمِّ ایمن رضی اللہ عنہا نے آپ سے اُونٹ مانگا کیونکہ میرے پاس سواری کا کوئی جانور نہیں ہے' تو حضُور صلی اللہ علیہ وسلم نے مُسکرا کر فرمایا: اُونٹ کا بچہ پیش کر دیتا ہوں۔ آپ نے قدرے خفگی سے کہا: یَارَسُولَ اللہ! مجھے اُونٹ کا بچہ نہیں اُونٹ درکار ہے۔ حضُور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''امی! آپ کو اُونٹ کا بچّہ ہی ملے گا۔ مگر اُمِّ ایمن رضی اللہ عنہا نے کہا کہ مجھے بچے کی کیا ضرورت ہے' میں تو اُونٹ ہی لوں گی۔ اتنی دیر میں حضُور صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارا پا کر ایک غُلام اُونٹ لے کر آیا اور

marfat.com

اُس کی مہار اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کو تھمادی اور پھر فرمایا "امی ہر اُونٹ اُونٹ کا بچہ ہی ہوتا ہے"۔

حضرت اُمِّ ایمن رضی اللہ عنہا صورتحال کو سمجھ کر مسکرانے لگیں۔

حضرت اُمِّ ایمن رضی اللہ عنہا کا نام برکتہ تھا۔ والدہ کا نام ثعلبہ بن عمرو تھا جو حبش کے رہنے والے تھے۔ اُمِ ایمن حضُور صلی اللہ علیہ وسلم کی وَلادَت سے پہلے سنِ شعور کو پہنچ چکی تھیں اور بچپن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کے ساتھ کنیز کے طَور پر رہتی تھیں۔ حضرت عبداللہ فوت ہوئے تو حضرت آمنہ کی خدمت کرنے لگیں جب حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی وَلادَت ہوئی تو آپ حضرت آمنہ کی خدمت گیری پر مامُور تھیں۔ حضُور صلی اللہ علیہ وسلم ولادت کے بعد پانچ یا چھ برس تک حضرت حلیمہ سعدیہ کے پاس پرورش پاتے رہے، پھر انہوں نے آپ کو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے سپُرد کر دیا۔ کچھ عرصہ گزُرا تو حضرت آمنہ، حضرت اُمِّ ایمن رضی اللہ عنہا کے ہمراہ یثرب (مدینہ مُنوّرہ) تشریف لے گئیں۔ حضرت آمنہ خاندانِ بنونجار کے ہاں مُقیم ہوئیں جو حضُور کے دادا کا ننہال تھا۔ حضرت آمنہ نے مدینہ مُنوّرہ میں ایک مہینہ قیام کر کے اُمِّ ایمن کے ساتھ واپسی کی ٹھانی۔ مقام ابواء کے قریب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا اچانک بیمار ہو گئیں اور دارِ فانی سے کُوچ کر گئیں۔ ننھے حضُور صلی اللہ علیہ وسلم کتنے بڑے صدمے سے دوچار ہوئے ہوں گے اور آپ نے اور اُمِّ ایمن نے یہ صدمہ کیسے برداشت کیا ہوگا، خُدا ہی بہتر جانتا ہے۔ حضرت اُمِّ ایمن رضی اللہ عنہا نے بڑے صبر و حوصلہ سے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو وہیں سپردِ خاک کیا اور حضُور صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر حضرت عبدالمطلب کے پاس حاضِر ہوئیں، جنہوں نے آپ کو حضُور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی خدمت اور پرورش پر مامُور کر دیا۔ عَلاّمہ ابنِ سعد کی روایت کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا اور ننھے حضُور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ پر قیام کے دوران حضرت آمنہ ایک بات بطورِ خاص طور پر فرماتی رہیں۔ وہ فرماتی تھیں۔

marfat.com

"قیامِ یثرب کے دوران میں یہود کی ایک جماعت آکر ننھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کرتی تھی۔ ایک دن میں نے ایک یہودی کو یہ کہتے سُنا کہ یہ لڑکا آخری نبی معلوم ہوتا ہے اور یہی شہر ہے جہاں وہ ہجرت کر کے آئے گا"۔

جب آقا و مولا جوان ہوئے تو اُمِّ ایمن وراثۃً بطورِ کنیز آپ کے حصے میں آئیں مگر آپ نے آزاد فرما دیا۔ حضرت اُمِّ ایمن رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر عبید بن زید تھے جو یثرب کے خاندان حارث بن خزرج سے تعلق رکھتے تھے۔

عبید زمانۂ جاہلیت میں یثرب سے مکّہ آکر مقیم ہو گئے تھے' یہیں اُن کا نِکاح اُمِّ ایمن رضی اللہ عنہا سے ہوا۔ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بِعثت کے بعد وہ حضرت اُمِّ ایمن رضی اللہ عنہا کے ساتھ مُشرّف باسلام ہو گئے تھے کیونکہ بعض روایتوں میں ان کو صحابی اور انصاری بھی لکھا گیا ہے۔ نِکاح کے کچھ عرصہ بعد عبید اُمِّ ایمن کو ساتھ لے کر یثرب چلے گئے۔ وہاں ان کے صلب سے مشہور صحابی حضرت ایمن پیدا ہوئے۔ عبید بیٹے کی وَلادت کے بعد زیادہ عرصہ زندہ نہ رہے اور انہوں نے ہجرتِ نبوی سے کئی سال قبل یثرب میں ہی وفات پائی۔

جناب عبید کی وفات کے بعد حضرت اُمِّ ایمن اپنے خُورد سال فرزند ایمن کو ساتھ لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ نے اُن کی ہر طرح سے دِلجوئی فرمائی۔ ایک دن صحابہ کے مجمع میں اِرشاد فرمایا:

"اگر کوئی شخص جنّت کی عورت سے عقد کرنا چاہے تو وہ اُمِّ ایمن سے نکاح کرے"۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد سُن کر آپ کے محبوبِ خاص حضرت زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ نے حضرت اُمِّ ایمن سے نِکاح کر لیا۔ ۷ بِعثت میں حضرت اُمِّ ایمن کے بطن سے حضرت

marfat.com

اُسامہ بن زید پیدا ہوئے۔ اپنے جلیل القدر والد کی طرح انہیں بھی حب النبی بننے کا شرف حاصل ہوا۔

حضرت اُم ایمن ابتدائی دور ہی میں مسلمان ہو گئیں تھیں۔ اس لئے آپ کو السابقون الاوّلون ہونے کا شرف حاصل ہے۔ مکہ میں اس دور میں اسلام قبول کرنا اور اس کا اعلان کرنا خود کو مصائب کے حوالے کرنے کے مترادف تھا۔ جو مسلمان ہو جاتا اس پر ظلم وستم کے پہاڑ ٹوٹنے لگتے۔ ایسا ہی بدترین سلوک حضرت اُم ایمن کے ساتھ بھی ہونے لگا۔ ظلم وستم کی انتہاء ہونے لگی تو محبوب دو عالم ﷺ نے ۵ نبوی میں مسلمانوں کو حبشہ کی جانب ہجرت کی اجازت دے دی۔ جب مدینہ منورہ میں امن وراحت سے زندگی بسر کرنے کے اسباب پیدا ہو گئے تو آقائے رحمت نے مسلمانوں کو مدینہ کی جانب ہجرت کرنے کا حکم دے دیا۔

ابن سعد کے بیان کے مطابق حضرت اُم ایمن بھی ایسے ہی مہاجرین میں شامل تھیں۔ وہ چند سال حبش میں قیام کرنے کے بعد غزوۂ اُحد سے پہلے مدینہ منورہ واپس آئیں لیکن حافظ ابن عبدالبر' طبرانی اور بلاذری نے لکھا ہے کہ وہ ہجرت نبوی کے وقت مکہ ہی میں مقیم تھیں۔ چند ماہ بعد ان کے شوہر حضرت زید بن حارثہ (جوان سے پہلے ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے تھے) مکہ آئے اور اُم المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور حضور ﷺ کی دو صاحبزادیوں حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کے علاوہ حضرت اُم ایمن اور اپنے فرزند حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کو بھی اپنے ساتھ مدینے لے گئے۔

غزوۂ اُحد ۳ ہجری کے وقت اگرچہ حضرت اُم ایمن رضی اللہ عنہا کافی معمر تھیں لیکن ان کے دل نے گوارا نہ کیا کہ گھر میں بیٹھی رہیں۔ چنانچہ وہ ان خواتین میں شامل ہو گئیں جو مجاہدین کو پانی پلاتی تھیں اور مریضوں کی تیمارداری کرتی تھیں۔ اُحد کے بعد وہ غزوہ

marfat.com

خیبر میں شریک ہوئیں اور یہی خدمت انجام دی۔ بعض روایتوں میں ہے کہ ان کے صاحبزادے ایمن بھی اس جنگ میں اُن کے ساتھ شریک ہوئے اور بڑی بہادری سے لڑ کر شہید ہو گئے لیکن اکثر مورخین کے مطابق اُن کا نام غزوۂ اُحد کے شہداء میں نہیں ملتا۔

ابنِ اسحاق نے لکھا ہے کہ آپ کی شہادت غزوۂ حنین میں ہوئی۔

جنگِ موتہ میں حضور ﷺ نے انہیں لشکرِ اسلام کا سالار بنا کر بھیجا' وہ کفار سے بڑی بہادری سے لڑے اور مردانہ وار لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ حضرت محمد ﷺ نے ان کی شہادت کے غم کو بہت محسوس کیا۔ اُمِ ایمن کو تسلی دی' حضور ﷺ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت اُسامہ بن زید سے بہت پیار کرتے تھے اور وہ حِبِ رسُولُ اللہ (رسُولُ اللہ کے محبوب) مشہور رہے۔ آپ اپنے شہزادوں حضرت امام حسن اور امام حُسین رضی اللہ عنہما کی طرح حضرت اُسامہ سے بھی خصُوصی شفقت فرماتے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضور نے ایک زانو پر امام حُسین اور ایک پر اُسامہ کو بٹھا رکھا تھا اور فرما رہے تھے۔

''خدا! میں دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما''

بعض شرانگیزوں نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی شہادت سے پہلے مشہور کر لکھا تھا کہ اُسامہ زید کی صلب ہی نہیں۔ حضور سخت آزردہ ہوئے۔

اسی زمانے میں اتفاق سے ایک دن عرب کا مشہور قیافہ شناس مجرز حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ اپنے والد زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ سر سے پاؤں تک ایک چادر اوڑھے ہوئے لیٹے تھے۔ باپ اور بیٹے دونوں کے صرف پاؤں چادر سے باہر تھے۔ حضور ﷺ نے مجرز سے فرمایا ''ذرا بتاؤ تو ان پاؤں کا آپس میں کیا تعلق ہے؟'' مجرز نے پاؤں پر نظر ڈالی اور عرض کی ''یہ باپ اور بیٹا ہیں''۔ اس کا جواب سن کر حضور ﷺ کو بڑی مسرت ہوئی اور حاسدین کی زبان ہمیشہ کیلئے بند ہو گئیں۔

marfat.com

اب ۱۱ھ آپہنچا۔ حضور ﷺ کے وصال کے دن قریب آ رہے تھے، پھر بھی آپ نے جنگ موتہ کا بدلہ لینے کیلئے ایک لشکر تیار فرمایا جس میں حضرت صدیقِ اکبر، عمر فاروقِ اعظم، حضرت ابوعبیدہ بن الجراح، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ شامل تھے۔ حضور ﷺ کی رحمت نوازی نے اس لشکر کی قیادت حضرت اُسامہ بن زید کو عطا فرمائی۔ آپ نے لشکر کو الوداع کہا ہی تھا کہ حضور ﷺ کی علالت کی خبر عام ہو گئی۔

حضرت اُمِّ ایمن رضی اللہ عنہا خاندانِ ہاشمی کے بہت سے مرد اور عورتوں کا وقتِ آخر دیکھ چکی تھیں۔ حضور ﷺ کی بیماری میں کچھ ایسی علامات پائیں کہ انہیں یقین ہو گیا کہ اب حضور ﷺ اس دارِ فانی سے رُخصت ہو رہے ہیں۔ فوراً حضرت اُسامہ کے پیچھے آدمی دوڑایا کہ حضور ﷺ ہمیں داغِ مفارقت دے رہے ہیں۔ فوراً مدینہ آؤ۔ چنانچہ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ بعض دوست صحابہ کرام کے ہمراہ فوراً جُرف سے مدینہ واپس آ گئے اور حضور کے وصال کے بعد آپ کی تجہیز و تکفین میں شریک ہوئے۔

حضرت اُمِّ ایمن رضی اللہ عنہا کو حضور ﷺ کی رحلت سے سخت صدمہ پہنچا۔ فرطِ الم سے نڈھال ہو گئیں، ان کا رونا تھمتا ہی نہیں تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو ان کے پاس تشریف لے گئے اور تسلی دیتے ہوئے فرمایا "رسولِ اکرم ﷺ کیلئے خدا کے پاس بہتر چیز موجود ہے"۔ حضرت اُمِّ ایمن نے جواب دیا "یہ تو مجھے معلوم ہے، روتی میں اس لئے ہوں کہ وحیٔ الٰہی کا سلسلہ منقطع ہو گیا" یہ سن کر حضرت صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما پر رقت طاری ہو گئی اور دونوں رونے لگے۔

یہ روایت صحیح مسلم کی ہے، طبقات ابنِ سعد میں ہے کہ لوگوں نے حضرت اُمِّ ایمن رضی اللہ عنہا کو سمجھایا تو کہنے لگیں "یہ تو میں جانتی تھی کہ رسول اللہ سے مفارقت ہو گئی لیکن

marfat.com

رونا مجھے اس بات پر آتا ہے کہ اب وحی کا سلسلہ مُنقطع ہو گیا"۔

حضور ﷺ کے پاس انصار کے دیئے ہوئے بہت سے نخلستان تھے جب بنو قریظہ اور بنو نضیر پر غلبہ حاصل ہوا تو حضور ﷺ نے انصار کو اُن کے نخلستان واپس کرنا شروع کیے' اُن میں سے کچھ نخلستان حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بھی تھے' جو حضور ﷺ نے اُمِّ ایمن کو عطا کر دیئے تھے' جب حضُور نے یہ نخلستان حضرت انس رضی اللہ عنہ کو واپس لوٹائے اور وہ ان کا قبضہ لینے گئے تو حضرت اُمِّ ایمن اُن کے واپس دینے میں مُتردّد ہوئیں۔ حضُور ﷺ کو اطلاع ملی تو آپ نے ان باغات سے دس گُنا زیادہ عطا فرما کر اُمِّ ایمن کو راضی کر دیا۔

صاحبِ طبقات عَلّامہ ابنِ سعد کا بیان ہے کہ حضرت عثمان ذُوالنُّورین کے عہدِ خلافت میں کھجور کے درختوں کی قیمت بہت بڑھ گئی تھی۔ یہاں تک کہ ایک درخت ایک ہزار پر اُٹھتا تھا۔ اسی زمانہ میں ایک دن حضرت اُسامہ بن زید نے ایک درخت کی پیڑی کھوکھلی کر کے اُس کا مغز نکالا۔ لوگوں نے حیران ہو کر پُوچھا "یہ آپ کیا کر رہے ہیں کہ اتنے قیمتی درخت کو ضائع کرتے ہیں"۔ حضرت اُسامہ نے جواب دیا:

"میری ماں نے اس کی فرمائش کی تھی اور وہ جس چیز کا حکم دیتی ہیں' میں اس کی تعمیل کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں"۔

اس روایت سے مَعلُوم ہوتا ہے کہ حضرت اُمِّ ایمن' حضرت عُثمان کے عہدِ خلافت تک زندہ تھیں اور صحیح یہی ہے کہ انہیں کے دورِ خلافت میں انہوں نے بڑی طویل عُمر کے بعد وفات پائی۔ ان سے چند حدیثیں بھی مروی ہیں۔ راویوں میں حضرت انس بن مالک حنش بن عبد اللہ اور ابو یزید مدنی شامل ہیں۔

زمانہ کہیں سے کہیں سفر کر جائے اور حالات کی گردشیں وقت کو چاہے جس

marfat.com

طرف لے جائیں۔ یہ امر طے شدہ ہے کہ حضور ﷺ کی ذات مُبارک حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا کو بے پناہ عزیز تھیں۔ اُنہوں نے حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی وَلادَت کے وقت کا شانہء عبداللہ میں دایہ کی خدمات انجام دی تھیں۔ ننھے محمد رسُولُ اللہ ﷺ کو لوریاں دی تھیں۔ حضور ﷺ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ چلے گئے تو آپ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی شب و روز دل لگا کر خدمت کرتیں۔ ان کے خاوند حضرت عبداللہ وصال فرما چُکے تھے۔ یہ حضرت آمنہ کی خُوب خُوب دِلجوئی کرتیں۔ حضرت عبدالمطلب بھی آپ کو بہت عزیز جانتے تھے۔ باوجُودیکہ یہ کنیز تھیں انہیں ان کی خدمات اور عقیدت کی وجہ سے انہیں خاندان ہاشمی کا ایک فرد سمجھا جاتا تھا۔ پھر جب حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا حضرت محمد ﷺ کو واپس اُن کی امی کے پاس چھوڑ گئیں تو آپ پھر سے حضُور ﷺ پر دل و جان سے نثار ہونے لگیں۔ حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا نے نہ صرف حضور ﷺ کو گود وں کھلایا تھا اور آپ کی پرورش کی تھی بلکہ آپ کے والد' والدہ' چچا' دادا اور دُوسرے بزُرگوں کی آنکھیں بھی دیکھی تھیں۔ اس لئے حضور ﷺ ان کی محبّت میں کوئی کمی آنے نہیں دیتے تھے اور ان کی ہر فرمائش کو پُورا فرمایا کرتے تھے۔

حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا نہایت بہادُر اور شیر دِل خاتون تھیں۔ غزواتِ نبوی ﷺ میں کئی بار لشکرِ اسلام کے ساتھ گئیں' زخمیوں کو پانی پلاتیں' مجروحین کی امداد کرتیں' دُوسری چند صحابیات بھی ان معرکوں میں آپ کے ہمراہ ہوتیں۔ اُن کے ساتھ مل کر آپ زخمیوں کی مرہم پٹی کرتیں اور بعض اوقات نبی کریم ﷺ کے پیغام کو دُوسروں تک پہنچاتیں' چونکہ آپ نبی کریم ﷺ کو بے حد عزیز تھیں اور حضُور ﷺ آپ کو امی کہہ کر پُکارتے تھے' اس لئے دیگر صحابہ بھی آپ کی بہت زیادہ عزّت کرتے۔ آپ کو جتنے خُلَفائے راشدین کا زمانہ مُیسّر آیا' اُن سب نے آپ کو عزّت و توقیر سے نوازا۔

marfat.com

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنت عبدالمطلب

شہِ کونین کی پھوپھی فدا تھی شاہِ والا پر
محافظ دینِ احمدؐ کی فدائے رحمتِ داور
بہادر تھیں، شجاع و شیر دِل تھی، حُسنِ فطرت تھیں
شہِؐ کونین کی تھی ذات اُن کی فِکر کا محور
محمدؐ مصطفےٰ کو تھی محبت آپ سے بے حد
نوازا سرورؐ دیں نے دُعاؤں سے اُنہیں اکثر
ہیں خندق کی لڑائی میں ہویدا جُرأتیں اُن کی
جو سر کاٹا یہودی کا، تو ہیبت چھائی باطل پر
بہادر تھیں کہ اُن پہ غازیوں کو رشک آتا تھا
یہ تھیں جُرأت، دلیری اور شجاعت کی حسیں مظہر
اُنہوں نے اپنے بیٹے کو کچھ اس انداز سے پالا
حواری بن گئے حضرت زبیرؓ اسلام کے رہبر
رضاؔ سیرتِ صفیہؓ کی ہے شمع نُور کی صُورت
کہ اُن پر مہرباں ہر آن تھے کونین کے سرور

(محمد اکرم رضاؔ)

marfat.com

حضرت صفیہ بنتِ عبدالمطلب رضی اللہ عنہا

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سردارِ قریش حضرت عبدالمطلب کی صاحبزادی تھیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں۔ اُنہوں نے اپنے بھتیجے سے تمام زندگی بے پناہ محبت کی۔ ضرورت پڑی تو اُن پر جان بھی نچھاور کرنے سے دریغ نہ کیا۔ آپ نہایت ذہین، مُعاملہ فہم اور دُوراندیش خاتون تھیں۔ بہادری اور دلیری کے اوصاف خاندانی ورثہ تھے۔ تمام عرب میں آپ حسب ونسب، قول وفعل اور گُفتار وکِردار کے لحاظ سے مِثالی مقام رکھتی تھیں، خُوبصورت گُفتگو کرتی تھیں، لہجہ پُرجوش تھا، شاعری کا سلیقہ بھی رکھتی تھیں، کسی کا مرثیہ کہتیں تو آنسوؤں کا سمندر بپا ہو جاتا اور جب دشمن کو للکارتیں تو ایسا لگتا جیسے جُرأت وہمت مُجسّم ہو کر محوِ کلام ہیں۔

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

جُرأت وہمت اور غیرتِ اِسلامی کی تصویر تھیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام آپ سے بہت پیار کرتے تھے اور آپ کی رائے کو قدر ومنزلت کی نِگاہوں سے دیکھتے تھے۔ آپ کیلئے بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فقط جان سے عزیز بھتیجے نہ تھے بلکہ محبوبِ خُدا اور رسُولُ اللہ تھے۔ اس لئے آپ نے رشتے میں بزُرگ ہونے کے باوجود کبھی بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام میں کمی نہ آنے دی۔ اس عظیم خاتون کا شُمار جلیل القدر صحابیات میں ہوتا ہے۔

حضرت صفیہ ہالہ بنت وہیب (یا اہیب) بن عبدمناف بن زہرہ بن کلاب بن مرّہ کے بطن سے تھیں، جو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی والِدہ ماجِدہ آمنہ بنت وہب بن عبدمناف کی چچازاد بہن تھیں۔ اس رشتے سے وہ حضُور صلی اللہ علیہ وسلم کی خالہ زاد بہن بھی ہوتی

marfat.com

تھیں۔ شیرِ خُدا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہیدِ اُحد اُن کے حقیقی بھائی تھے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے
حضرت والدِ ماجد عبداللہ، حضرت عبدالمطلب کی ایک دُوسری بیوی فاطمہ بنت عمرو کے
بطن سے تھے۔ اس رشتے سے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں۔
اس لئے اُنہیں عمۃ النبی (رضی اللہ عنہا) کہا جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دُوسری پھوپھیوں، اُمِ حکیم
بیضا، امیمہ، عاتکہ، برّہ اور اروی کے اسلام کے بارے میں اہلِ سیَر میں اختلاف ہے لیکن
حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے اِسلام پر سب کا اِتفّاق ہے۔ ابنِ اثیر رحمۃ اللہ علیہ نے
"اُسدُ الغابہ" میں لکھا ہے "والصحیح انہ لم یسلم غیرھا" صحیح یہ ہے کہ اُن کے
سوا رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی پھوپھی نے اِسلام قبُول نہیں کیا۔

اگرچہ ابنِ سعد رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابنِ قیّم نے عاتکہ اور اروی کو بھی اِسلام
لانے والی خواتین میں شامل کیا ہے لیکن حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا یہ شرف پھر بھی باقی
رہتا ہے کہ وہ دعوتِ حق کے آغاز ہی میں سعادت اندوزِ ایمان ہوگئیں اور سابقون
الاولون کی اُس مُقدّس جماعت میں شُمار ہوئیں جس کو اللہ تعالیٰ نے کُھلے لفظوں میں جنت
کی بشارت دی ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کی وَلادَت کے زمانے میں بہت تھوڑا فرق
ہے اس لئے وہ قریب قریب حضُور کی ہم سِن تھیں۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نِکاح حارث بن حرب اُموی سے ہوا، جس سے
ایک لڑکا پیدا ہوا، اُس کے انتقال سے بعد عوام بن خویلد قرشی الاسدی کے عقدِ نکاح میں
آئیں جو اُمّ المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے۔ حواریٔ رسُول حضرت
زبیر رضی اللہ عنہ اُنہی عوام سے پیدا ہوئے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ابھی کمسِن ہی تھے کہ سایۂ پدری
سے محروم ہوگئے۔ اس وقت حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بالکل جوان تھیں لیکن اس کے بعد
اُنھوں نے ساری زندگی بیوگی کے عالم میں کاٹ دی۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے

marfat.com

اور لوگوں کو حق کی طرف بلانا شروع کیا تو حضرت صفیہ بنتِ عبدالمطلب نے بِلا تأمل اِسلام قبول کرلیا اور ان کے ساتھ اُن کے بیٹے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی جن کی عمر اس وقت سولہ سال تھی، مسلمان ہو گئے۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی تربیت عُمدہ طریق سے کی۔ اُن کی خواہش تھی کہ اُن کا فرزند بڑا ہو کر ایک نڈر اور بہادر سپاہی بنے۔ چنانچہ وہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے سخت محنت ومشقت کا کام لیتیں اور وقتاً فوقتاً زجر و توبیخ اور زدو کوب سے بھی گریز نہ کرتیں ۔حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے چچا نوفل بن خویلد ایک دن بھتیجے کو ماں کے ہاتھوں پٹتے دیکھ کر بے تاب ہو گئے اور حضرت صفیہ کو سختی سے ڈانٹا کہ اس طرح تو تم بچے کو مار ڈالو گی۔ نوفل نے بنو ہاشم اور اپنے قبیلے کے بعض دوسرے لوگوں سے بھی کہا کہ وہ صفیہ کو بچے پر سختی کرنے سے روکیں۔ جب اُن کی سخت گیری کا چرچا عام ہوا تو انہوں نے لوگوں کے سامنے عربی کا ایک شعر پڑھا جس کا ترجمہ یُوں تھا:

"جس نے یہ کہا کہ مَیں اس (زبیر بن العوام) سے عداوت رکھتی ہوں اس نے غلط کہا، مَیں تو اس کو عقلمند اور زِیرک بنانے کے لئے پیٹتی ہوں تا کہ یہ فوج کو شکست دے اور مالِ غنیمت حاصل کرے"۔

حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے "اِصابہ" میں لکھا ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو لڑکپن میں ایک جوان اور قوی آدمی سے مُقابلہ پیش آ گیا۔ اُنہوں نے ایسی ضرب لگائی کہ اس کا ہاتھ ٹوٹ گیا۔ لوگوں نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے شکایت کی تو انہوں نے معذرت کرنے کی بجائے لوگوں سے سوال کیا "تُم نے زبیر کیسا پایا، بہادر یا بُزدل؟"

غرض ماں کی تربیت کا یہ اثر ہوا کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بڑے ہو کر ایک دلاور صف شکن اور ضیغم شجاعت بنے۔ مبداء فیض نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو یُوں بھی فطرتِ

marfat.com

سعید سے نوازا تھا' ماں کی تربیت نے اُن کی خوبیوں کو اور بھی چمکا دیا اور اُن کے دل میں اسلام اور داعیٔ اسلام کی محبت کوٹ کوٹ کر بھر دی۔ رحمتِ عالم ﷺ سے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی والہانہ شیفتگی کا عجیب عالم تھا۔ بعثت کے ابتدائی زمانے میں ایک دن جب وہ افواہ سنی کہ حضور ﷺ کو نصیبِ دشمناں مشرکین نے گرفتار کر لیا ہے یا شہید کر دیا ہے تو ایسے بے قرار ہوئے کہ آؤ دیکھا نہ تاؤ' تلوار سونت کر برق رفتاری سے آستانۂ نبوی پر پہنچے۔ حضور کو وہاں بخیریت موجود پایا تو جان میں جان آئی اور چہرہ فرطِ بشاشت سے گلنار ہو گیا۔ حضور ﷺ نے اُن کی شمشیرِ برہنہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا "زبیر یہ کیا ہے؟"

عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان' مَیں نے سنا تھا کہ آپ کو دشمنوں نے گرفتار کر لیا ہے یا شاید آپ شہید کر دیئے گئے ہیں"۔

حضور ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا "اگر واقعی ایسا ہو جاتا تو تم کیا کرتے؟"

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے غضبناک انداز میں کہا "مَیں غیرت مند ماں کا بیٹا ہوں' خدا کی قسم مَیں کفّار کی اینٹ سے اینٹ بجا دیتا"۔

۵ بعثت میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو اپنے محبوب لختِ جگر کی عارضی جُدائی کا صدمہ سہنا پڑا۔ قبولِ اسلام کے بعد دُوسرے مسلمانوں کی طرح زبیر بھی کفّار کے جور و ستم کا ہدف بن گئے تھے' بالخصوص اُن کا چچا نوفل بن خویلد ان پر بڑا ظلم و ستم ڈھاتا تھا۔ چنانچہ حضور ﷺ کے ایما پر پندرہ بلا کشانِ اسلام کا ایک قافلہ رجب ۵ میں حبش کی طرف ہجرت کر گیا' اس میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ ماں پر اُن کی جُدائی سخت شاق تھی لیکن حضور نبی کریم ﷺ کے ایما اور بیٹے کی سلامتی کے خیال سے انہوں نے بڑے صبر اور حوصلے کے ساتھ فرزند عزیز کو کالے کوسوں دُور روانہ کر دیا۔ اُن مہاجرین راہِ

marfat.com

حق کو حبش میں ابھی تین ہی مہینے گزرے تھے کہ انہوں نے ایک دل خوش کن خبر سنی۔ یہ کہ مشرکینِ مکّہ نے اسلام قبول کرلیا ہے اور کفّار اور مسلمانوں میں صلح ہوگئی ہے مگر جب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور کئی دوسرے مسلمان خوشی و مسرّت کے جذبات لئے سرزمینِ مکّہ پر پہنچے تو انہیں یہ جان کر سخت مایوسی ہوئی کہ یہ سب افواہ تھی جس کا حقائق سے کوئی تعلق نہ تھا۔ جان بچانے اور کفّار کے ستم سے بچنے کیلئے مکّہ مکرمہ کے کسی سردار کی پناہ میں آنا ضروری تھا۔ حضرت زبیر بن العوام نے زمعہ بن الاسود کی پناہ حاصل کی۔ حضرت صفیہ کو پیارے بیٹے کے اچانک آجانے سے غیر معمولی فرحت و مسرّت کا احساس ہوا۔ اسی دَوران میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے تجارت کا پیشہ اختیار کرلیا جو کامیاب ہوا' اور اس کے ساتھ ہی ان کی شادی سیدنا صدّیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بڑی صاحبزادی حضرت اسماء بنتِ ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہا سے ہوگئی۔ اس رشتے کو سب نے بڑی پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھا۔

سلف روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارضِ مکّہ کو الوداع کہہ کر عازمِ مدینہ ہوئے تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ تجارت کے لئے شام گئے ہوئے تھے' جب وہ شام سے مکّے واپس آرہے تھے تو راستے میں سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی جو مکّے سے ہجرت کرکے مدینہ تشریف لے جارہے تھے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ (اپنے خسر) کی خدمت میں چند سفید کپڑے تحفۃً پیش کئے اور وہ یہی سفید کپڑے زیبِ تن فرماکر مدینے میں داخل ہوئے۔

مکّے واپس آنے کے تھوڑے ہی عرصے بعد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ حضرت صفیہ اور اہلیہ حضرت اسماء بنتِ ابی بکر صدّیق کے ہمراہ مدینے کی طرف ہجرت کی اور کچھ مدّت قباء میں قیام پذیر رہے۔ وہیں اھ میں (اور ایک دوسری روایت کے مطابق

marfat.com

۲ھ میں) حضرت اسماء کے بطن سے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ حضرت صفیہ کے اس پوتے کی وَلادَت تاریخِ اسلام میں بڑی اہمیت کی حامل ہے' اس لئے کہ اُن کی ولادت سے پہلے کئی ماہ تک کسی مہاجر کے ہاں اولاد نہیں ہوئی تھی اور یہودِ مدینہ نے مشہور کر دیا تھا کہ ہم نے مسلمانوں پر جادو کر دیا ہے اور اَن کا سلسلہ نسل مُنقطع کر دیا ہے ۔حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو مسلمانوں کو بے حد مسرّت ہوئی اور اُنہوں نے جوشِ انبساط میں اس زور سے نعرہ ہائے تکبیر بُلَند کئے کہ دشت وجبل گُونج اُٹھے۔ مسلمانوں کا یہ جوش وخروش اور خُوشی ومسرّت کے غیر معمولی جذبات دراصل اَن طعنوں کا جواب تھے جو مدینہ منوّرہ کے یہود اور مَنافِق مسلمانوں کو دے رہے تھے۔

حضرت صفیہ کو اپنے پیارے بھائی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب سے بہت زیادہ پیار تھا' جب غزوۂ اُحُد بپا ہوا تو مسلمانوں کی جیتی ہوئی جنگ تیر اندازی کے دستے کی غفلت کی بناء پر بے سُود ٹھہری۔ اس میں مسلمان سخت نُقصانات سے دو چار ہوئے۔ اس ضمن میں جنگ آزما خاتون حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے کُچھ مسلمانوں کو مدینے کی طرف آتے ہوئے دیکھا تو نیزہ ہاتھ میں لئے جوشِ غضب سے چلائیں کہ محبوبِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تو میدانِ اُحُد میں ہیں تم کِدھر جا رہے ہو۔ اس طرح وہ مسلمان پھر سے میدانِ اُحُد کی طرف پلٹے۔ آپ خُود بھی خواتینِ اسلام کو ہمراہ لے کر زخمیوں کی مرہم پٹی اور پیاسوں کو پانی پلانے کیلئے میدانِ اُحُد میں پہنچ گئیں۔

اُحُد کا میدان مسلمان شُہداء کی لاشوں سے لہو رنگ تھا۔ مسلمانوں کو ایک نُقصانِ عظیم سے دو چار ہونا پڑا۔ وہ یہ تھا کہ اسداللہ اور اسدالرسول حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب شہید ہو گئے تھے۔ اُنہوں نے کافروں کی ایک بڑی تعداد کو شہید کیا تھا مگر جُبیر بن مُطعم کے غُلام وحشی بن حرب نے برچھا مار اُن کو شہادت سے ہمکنار کر دیا تھا۔

marfat.com

اُبوسفیان کی بیوی نے میدانِ بدر میں اپنے خاندان کی مَوت کا بدلہ لینے کیلئے وحشی کو آمادہ کیا تھا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی المناک شہادت کے بعد ہندہ بنتِ عتبہ نے اپنے باپ عتبہ کی مَوت کا بدلہ لینے کیلئے سیّد الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی نعش پاک کا مثلہ کیا۔

اُن کے ناک اور کان کاٹ ڈالے۔ اُن کا سینہ چاک کر کے دل نکال کر چبانے لگی۔ وہ جوشِ انتقام میں اندھی ہوگئی تھی۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے انتہائی پیارے چچا جان کی لاش کی بے حُرمتی دیکھ کر شدید غمگین تھے۔ آنکھوں سے آنسو گر رہے تھے‘ دل غم میں ڈوبا ہوا تھا‘ ایسے عالم میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنتِ عبدالمطلب کو میدانِ جنگ کی طرف آتے دیکھا تو سوچا کہ اگر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی مثلہ شدہ لاش دیکھی تو اُن کے دل پر کیا گزرے گی اور معلُوم نہیں زبان سے شدّتِ غم میں کیا کچھ کہہ بیٹھیں۔ اس لئے آپ نہیں چاہتے تھے کہ حضرت صفیہ اپنے عظیم بھائی کی لاش کو اس عالم میں دیکھیں۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنی امی کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے جذبات سے آگاہ فرمایا تو وہ رُک گئیں اور فرمانے لگیں:

”مَیں جان چکی ہوں کہ میرے بھائی کی لاش بگاڑی گئی ہے۔ خُدا کی قسم مجھے یہ پسند نہیں مگر میں صبر وضبط کا مُظاہرہ کروں گی“۔

اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش دیکھنے کی اجازت دی۔ آپ لاش کے قریب گئیں‘ اپنے شیر دل اور شجاع بھائی کی کٹی پھٹی لاش دیکھی۔ دل بھر آیا‘ آنکھیں آنسوؤں سے تربتر ہوگئیں مگر زبان سے خاموش رہیں۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کیلئے دُعائے مغفرت مانگی اور اُن کی تدفین کیلئے دو چادریں حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو پیش کیں اور واپس مدینہ طیبہ لَوٹ آئیں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا محبوب بھائی کیلئے دُعائے مغفرت

marfat.com

مانگ کر اپنے آنسو ضبط نہ کر سکیں اور بے اختیار رونے لگیں۔ سرورِ عالم ﷺ نے انہیں روتے دیکھا تو آپ کی آنکھوں سے بھی سیلِ اشک رواں ہو گیا پھر آپ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو صبر کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

''مجھے جبریلِ امین نے خبر دی ہے کہ عرشِ معلّی پر حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کو اسداللہ اسدالرّسول (اللہ کا شیر اور رسول کا شیر) لکھا گیا ہے''۔

غزوۂ اُحد کے بعد حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے غزوۂ خندق میں شرکت کی اور اس میں اُس جرأت و پامردی کا مظاہرہ کیا کہ چشمِ فلک حیران رہ گئی۔ اس غزوہ میں حضور ﷺ نے مستورات کو بغرض حفاظت انصار کے ایک قلعہ فارع میں ٹھہرایا تھا۔ یہ قلعہ یہودِ بنو قریظہ کی آبادی کے قریب واقع تھا۔ یہود نے مسلمانوں کو جنگ میں مشغول دیکھا اور دیکھا کہ مسلمان پوری تندی کے ساتھ خندق کھودنے میں لگے ہوئے ہیں تو انہوں نے مسلمانوں کی جاسوسی کرنے کی ٹھانی۔ اس غرض سے انہوں نے ایک یہودی جاسوس کو حصارِ فارع کی طرف روانہ کیا کہ مسلمان مستورات کی باتیں سُنے تاکہ اندازہ ہو سکے کہ مسلمانوں کے جذبات اور حوصلہ مندی کا کیا عالم ہے۔ جب وہ یہودی جاسوس ''حصار فارع'' کے چکر لگا رہا تھا تو حضرت صفیہ نے اُسے دیکھ لیا۔ اپنی غیر معمولی ذہانت و فراست سے سمجھ گئیں کہ یہ یہودی جاسوس ہے اور کسی بُری نیّت ہی سے آیا ہے اور اس کی اس حرکت کے نتائج مسلمانوں کے حق میں خطرناک بھی ہو سکتے ہیں اور اگر اس نے یہودیوں کو بتا دیا کہ قلعہ میں فقط مسلمان عورتیں ہیں تو جنگ کا پانسہ پلٹ سکتا ہے۔

آپ نے قلعہ کے نگران مشہور شاعر حضرت حسّان رضی اللہ عنہ بن ثابت سے کہا کہ باہر نکل کر اس یہودی کو قتل کر دیں۔ حضرت حسّان رضی اللہ عنہ اتنے طاقتور نہیں تھے یا ان دنوں کسی بیماری نے انہیں کمزور کر رکھا تھا اس لئے کہنے لگے:

marfat.com

''مجھ سے یہ کام نہیں ہو سکتا میں اگر لڑنے کے قابل ہوتا تو یہاں نہ ہوتا بلکہ جنگ میں رسُولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ بشانہ کھڑا ہوتا''۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے جلدی سے اُٹھ کر خیمہ کی ایک چوب اُکھاڑی اور جا کر اس یہودی کے سر پر اس زور سے ماری کہ وہ تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے اس کے بعد اس یہودی کا سر کاٹ کر قلعے کے نیچے پھینک دیا۔ بنو قریظہ کے یہودیوں نے کہا کہ ضرور قلعہ کے اندر بھی مسلمانوں کی فوج موجود ہے۔ چُنانچہ انہوں نے حملے کا ارادہ ترک کر دیا۔ یہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنتِ حضرت عبدالمطلب کی مَعاملہ فہمی، دُور اندیشی، ایمانی استقامت اور دلیری و شجاعت ہی کا کمال تھا کہ مسلمان اندرونِ مدینہ ایک خطرہ سے دوچار ہونے سے بچ گئے۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنت حضرت عبدالمطلب نامور شاعرہ بھی تھیں۔ عرب کی سرزمین شاعری کے لحاظ سے بہت سازگار مَعلُوم ہوتی ہے۔ تاریخ میں درجنوں ایسے مردوں اور عورتوں کے نام مِلے ہیں جنہوں نے نظمیں بھی کہیں، پُر درد مرثیے بھی کہے اور جب آفتابِ نبوت نے اپنی جلوہ افروزیوں سے زمانے کو مُنوّر کر دیا اور بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں نعتوں کے گلاب بھی نَذر کیے۔

حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا کی شاعرانہ صلاحیتوں کا جائزہ لینے کیلئے وہ مرثیہ بطورِ مثال پیش کیا جا سکتا ہے جو انہوں نے اپنے والدِ گرامی کی وفات پر کہا تھا۔ تاریخ میں اَن کے مُتعدّد مرثیے ملتے ہیں جن سے ان کی خداداد شعری صلاحیتوں کا اندازہ ہوتا ہے اور ان کی فصاحت و بلاغت کے پھول کھلتے نظر آتے ہیں۔ حضرت عبدالمطلب کی وفات پر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے کہے گئے مرثیوں سے چند اشعار کا ترجمہ پیش ہے:

marfat.com

"رات کو ایک نوحہ کرنے والی کی آواز نے مجھے رُلا دیا
وہ ایک مردِ کریم پر نوحہ کناں تھی۔
اور اس حال میں میرے آنسو موتیوں کی طرح میرے گالوں پر بہنے لگے۔
افسوس ہے اس مردِ کریم کی موت پر
جو بیہودہ نہ تھا اور اُس کی بزرگی کا چرچا دُور دُور تک تھا
وہ عالی نسب، صاحبِ جُود وسخا اور قحط سالی میں لوگوں کیلئے ابرِ رحمت تھا۔
پس اگر انسان کو اپنی قدیم بزرگی کی وجہ سے دوام ہوتا
(لیکن دوام کی کوئی صُورت نہیں)
تو وہ مردِ کریم اپنی قدیم شرافت اور فضیلت کی بناء پر بہت زمانے تک زندہ رہتا"

جب حضُور نبی کریم ﷺ نے وصال فرمایا تو انہیں ایسا لگا جیسے قیامت ٹوٹ پڑی ہو۔ آپ کو حضُور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے بے پناہ محبّت تھی۔ آپ کے نزدیک مدینہ طیّبہ آپ ہی کے دَم سے آباد تھا۔ حضُور ﷺ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو حد درجہ احترام ومحبّت سے نوازتے تھے۔ آپ کی کسی بات کو ردّ نہ کرتے۔ آپ کی اولاد کو بھی اپنی محبتِ خاص سے حِصّہ وافر عطا کرتے۔ قریبی رشتہ داری بھی تھی اور عشق وعقیدت کا اَنمٹ رشتہ بھی تھا۔ اس لئے حضُور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام جب اس دُنیا سے پردہ فرما گئے تو آپ کو یُوں لگا جیسے پُوری دُنیا اندھیر ہوگئی۔ شدّتِ الم سے آپ کی زُبان سے رنج والم کی ترجمانی کرنے والے اشعار ٹپک پڑے، جن میں سے چند کا ترجمہ نذرِ قارئین ہے:

یارسُولَ اللہ! آپ ہماری اُمید تھے
آپ ہمارے مُحسن تھے، ظالم نہ تھے
آپ رحیم تھے، ہدایت کرنے والے اور تعلیم دینے والے تھے

marfat.com

آج ہر رونے والے کو آپ پر رونا چاہیئے
رسُولَ اللہ پر میری ماں، خالہ، چچا اور ماموں قُربان ہوں
پھر میں خوَد اور میرا مال بھی
کاش! اللہ ہمارے آقا کو ہمارے درمیان رکھتا
تو ہم کیسے خُوش قسمت تھے
لیکن حکمِ الٰہی اَٹل ہے
آپ پر اللہ کا سلام ہو اور آپ جنّاتِ عدن میں داخِل ہوں
ایک اور مرثیہ کا مطلع ہے:
''اے آنکھ رسول اللہ کی وفات پر خُوب آنسو بہا''

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے ۷۳ سال عمر پائی اور حضرت عُمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں وفات پائی۔ جنّت البقیع میں دفن ہوئیں، حافِظ ابنِ حجر نے ''اصابہ'' میں ایک شعر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے متعلّق نقل کیا ہے جس سے ان کی بلاغت، قُدرتِ کلام کا اظہار ہوتا ہے۔ اس شعر میں جنابِ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کہتی ہیں:
''آج آپ پر وُہ دن آیا ہے جس میں آفتاب سیاہ ہو گیا ہے حالانکہ اس سے پہلے وہ روشن تھا''۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا حضرت عبدالمطلب کی بیٹی تھیں۔ ماں کا نام ہالہ بنت وہب تھا جو رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی خالہ تھیں۔ گویا حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ایک طرف تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھُوپھی تھیں اور دُوسری طرف خالہ زاد بہن۔ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ حضرت صفیہ کے حقیقی بھائی تھے۔

غرض حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنت عبدالمطلب بہترین بیٹی، بہترین ماں، بہترین

marfat.com

مُنظّمہ اور اوصافِ حَسنَہ سے آراستہ خاتون تھیں۔آپ کو اپنے خاندانی وقار پر بڑا ناز تھا مگر جب حلقہ بگوشِ اسلام ہوئیں تو ان کی تمام تر عزت وتوقیر اور وقار کا معیار فقط محبّتِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے وابستہ ہو کر رہ گیا۔تمام زندگی اپنے بیٹے حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہیں مگر اُن کا دل فقط اور فقط خوشنودیٔ رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے دھڑکتا تھا۔

......O......

خُدا کی رحمتیں دائم ہوں اس خاتونِ والا پر
سدا راضی رہے جن سے نبی سیّد و سرور
ہمیشہ آپ کا کِردار مثلِ شمع روشن ہو
لحد اُن کی شہِ دیں کی شفاعت کی رہے مظہر

marfat.com

حضرت اُمّ الفضل رضی اللہ عنہا لبابۃ الکبریٰ

محبّت شاہِ عالم کی شعارِ زندگی اُن کا
بہت ہی لُطف فرماتے تھے اُن پر سرورِ بطحا
جنابِ حضرت عباسؓ کی بیوی تعالیٰ اللہ
سدا خلّاقِ عالَم نے کرم تھا اُن پہ فرمایا
بہت مشغول رہتی تھیں عبادت میں ریاضت میں
مگر کُفّار پر تھیں سخت اِیمانی جلالت میں
دل و جاں میں بسا رکھی تھی چاہت شاہِ والا کی
کرم بار ان پہ ہوتی تھی عنایت حق تعالیٰ کی
اُنہی کے اُسوۂ پُر نُور سے ہر سُو اُجالا ہے
ہر اک دن کا عمل تبلیغِ ایماں کا حوالا ہے
یہ خُوش بختی کہ امّی تھیں یہ ایسے پیارے بیٹوں کی
کہ جن کے فیض سے تھی دین کی دُنیا مہک اُٹھی
اُنہی کے کارناموں سے یہ بزمِ حق مزیّن ہے
مہکتا اے رضا اُن سے وفاداری کا گُلشن ہے

(محمد اکرم رضا)

marfat.com

حضرت اُمُّ الفضل لبابۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

اسلام کے فروغ اور اس کی اشاعت میں صحابہ کرام کے ساتھ ساتھ اہم کردار صحابیاتِ عُظّام کا ہے۔ یہ کہنے کو تو خواتین تھیں مگر ان کی جراَتِ ایمانی' حوصلہ مندی اور استقلالِ دین کے جوہر مردوں سے کسی طور کم نہ تھے۔ اس لئے تذکارِ سیرت میں ان بلند مرتبہ خواتین اسلام کے کارنامے بھی اہلِ ایمان کو ذوق وشوق کی نعمت سے بہرہ ور کر رہے ہیں۔ ان نامور خواتین میں سے ایک اہم نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب کی اہلیہ حضرت اُمّ الفضل لبابۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا ہے۔

حضرت لبابہ بنتِ حارث جو بالعموم اپنی کنیت ''اُم الفضل'' سے مشہور ہیں' نہایت بلند رتبہ صحابیات میں شمار ہوتی ہیں۔ کبریٰ ان کا لقب ہے اس لئے سیرت نگاروں نے ان کا نام لبابۃ الکبریٰ بھی لکھا ہے۔ ان کا تعلق بنو ہلال سے تھا۔

آپ کی شادی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عَمِ محترم سیّدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ اس حوالے سے آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چچی لگتیں اور آپ عام نوعیت کی رشتہ دار خاتون نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے حوالے سے بہت سے معاملات میں حضور کے چچا یعنی اپنے خاوند حضرت عباس رضی اللہ عنہ پر سبقت لے جایا کرتی تھیں۔ ان کی حقیقی بہن حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بنت حارث کو اُم المومنین بننے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس لحاظ سے اُم الفضل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سالی بھی لگتی ہیں۔ حضرت اُم الفضل کی ایک اخیافی بہن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس کی شادی حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے ہوئی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے۔ آپ کی ایک تیسری بہن سلمیٰ کی شادی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے چچا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ گویا آپ کئی نسبتوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

marfat.com

رشتہ دار تھیں۔ لوگ ان پر اور ان کی والدہ ہند بنت عوف پر رشک کیا کرتے تھے کہ حضور ﷺ کا رشتہ داری کے لحاظ سے کوئی عورت اُن کے ہم پلّہ نہیں۔

حضرت اُمّ الفضل رضی اللہ عنہا کا شمار "السّابقون الاوّلون" میں ہوتا ہے۔ یہ بھی آپ کا عظیم اعزاز ہے۔ حضور ﷺ پر سب سے پہلے خواتین میں ایمان لانے کا مرتبہ آپ کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو حاصل ہے۔ اہم کُتبِ سیرت اور مُمتاز تذکرہ نِگاروں کے بقول حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد اسلام قبول کرنے والی شخصیت حضور ﷺ کی چچی اُمّ الفضل ہیں۔ قبولِ اسلام کے بعد آپ مسلسل مکّہ میں ہی قیام پذیر رہیں اور مدینہ منورہ کی جانب آپ نے اپنے خاوند حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ہجرت کی۔ یہ ہجرت فتح مکّہ کچھ عرصہ پہلے ہوئی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کافی عرصہ اپنا اسلام خُفیہ رکھا۔ اس بہانے وہ حضور ﷺ کو مکہ کے حالات سے باخبر رکھتے تھے۔ حالانکہ مشرکین حضرت عباس رضی اللہ عنہ پر کڑی نظر رکھتے تھے اور انہیں طعنے بھی دیتے رہتے تھے۔ حضرت اُمّ الفضل رضی اللہ عنہا اس مُعاملہ میں اپنے خاوند سے بھی بڑھی ہوئی تھیں۔ اُن کا اِسلام خُفیہ نہیں تھا۔ بڑی بہادُر اور دبدبے والی خاتون تھیں۔ جب بھی موقعہ ملتا قریش سے غضبناک لہجے میں گُفتگو فرماتیں۔ حضور ﷺ اپنی چچی کی خُود مجبّت سے اچھی طرح آگاہ تھے۔

حضرت اُمّ الفضل رضی اللہ عنہا نہایت عبادت گزار، پرہیز گار اور خُدا ترس خاتون تھیں۔ ہر دو شنبہ اور پنج شنبہ کو پابندی سے روزہ رکھا کرتی تھیں اور اس کا اِنعام بھی آپ کو کتنا عظیم عطا ہوا کہ حضُور رحمتِ دو عالم ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ اُمّ الفضل رضی اللہ عنہا، میمونہ رضی اللہ عنہا، سلمیٰ رضی اللہ عنہا اور اسماء رضی اللہ عنہا چاروں مومنہ بہنیں تھیں۔

آپ کی جُراَتِ ایمانی کے حوالے سے یہ واقعہ داستانِ عشق وعقیدت کا سنہرا

marfat.com

باب ہے۔آپ کی اسلام کے حوالے سے عقیدت وابستگی کا اظہار ہوتا ہے۔

غزوۂ بدر (رمضان المبارک ۲ ہجری) میں قریش کی ذلت آمیز ہزیمت کی خبر مکّہ معظمہ پہنچی تو وہاں گھر گھر صفِ ماتم بچھ گئی۔ بد بخت ابولہب کی حالت تو دیکھی نہ جاتی تھی۔ فرطِ الم نے اس کو اتنا نڈھال کر دیا کہ چلتے ہوئے قدم لڑکھڑاتے تھے۔ اسی حالت میں وہ لڑائی کے حالات دریافت کرنے کیلئے گھسٹتا گھسٹتا اپنے بھائی عباس بن عبدالمطلب کے گھر پہنچا جو مشرکین کے ساتھ مسلمانوں سے لڑنے گئے تھے اور لڑائی میں شکست کھانے کے بعد مسلمانوں کے قیدی بن چکے تھے۔ وہ حضرت عباس کے گھر جا کر ان کے غلام ابورافع کے قریب بیٹھ گیا جو تیر سازی میں مصروف تھے۔ اتنے میں کسی نے کہا وہ دیکھئے ابوسفیان بن حارث (حضور ﷺ کے عم زاد بھائی اور ابولہب کے بھتیجے جو ابھی مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تھے) بدر سے ابھی ابھی واپس آئے ہیں۔ ان سے لڑائی کے حالات معلوم کرنے چاہئیں۔ ابولہب نے انہیں آواز دی ”بھتیجے ذرا یہاں میرے پاس تو آؤ“۔ وہ آئے تو ابولہب نے پوچھا ”برادرزادے! کہو وہاں کیا گزری؟ ابوسفیان کہنے لگے:

”واللہ مسلمانوں کے سامنے ہماری بے بسی کا یہ عالم تھا جیسے مُردہ غسّال کے سامنے بے بس ہوتا ہے۔ انہوں نے جس کو چاہا تہ تیغ کر دیا جس کو چاہا اسیر بنا لیا۔ ایک عجیب نظارہ ہم نے یہ دیکھا کہ ابلق گھوڑوں پر سوار سفید پوش آدمیوں نے مار مار کر ہمارا بھرتا بنا دیا' معلوم نہیں یہ کون تھے؟“

ابورافع نے فوراً کہا ”وہ فرشتے تھے“

یہ سُن کر ابولہب بھڑک اُٹھا اور ابورافع کے مُنہ پر زور سے ایک طمانچہ رسید کر دیا۔ ابورافع بھی سنبھل کر اس سے گتھم گتھا ہو گئے لیکن کمزور تھے۔ ابولہب نے انہیں

marfat.com

زمین پر دے مارا اور بے تحاشا پیٹنا شروع کر دیا۔ حضرت اُمِّ الفضل قریب ہی بیٹھی تھیں۔ یہ منظر دیکھ کر انہیں سخت غصہ آیا۔ فوراً اپنی جگہ سے اُٹھیں۔ ایک لٹھ ہاتھ میں آ گیا اور اسے اس زور سے ابولہب کو مارا کہ اس کا سر پھٹ گیا' خون پھوٹنے لگا۔ اُمِّ الفضل رضی اللہ عنہا نے اس پر ہی بس نہیں کی' گرجدار لہجے میں ابولہب سے مخاطب ہو کر کہنے لگیں:

بے حیا بے شرم! اس کا آقا (حضرت عباس) یہاں موجود نہیں ہے اس لئے تو کمزور سمجھ کر انہیں مارتا ہے۔ یہ بھول گیا کہ میں اپنے خاوند سے زیادہ زبردست ہوں۔

ابولہب اپنی بھاوج اُمِّ الفضل رضی اللہ عنہا کے غُصے کو پہچانتا تھا۔ اس میں ان میں مُقابلہ کرنے یا ان پر ہاتھ اُٹھانے کی ہمت ہی نہ پڑی۔ آہستہ آہستہ وہاں سے کھسک گیا

اس سے مَعلُوم ہوتا ہے کہ اُمِّ الفضل رضی اللہ عنہا میں زبردست غیرتِ ایمانی تھی۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا چکی تھی۔ ابولہب اور دوسرے کُفّار بھی آپ کے اسلام سے آگاہ تھے مگر حضرت عبّاس کے مقام و مرتبہ اور ہاشمیوں کے جذبۂ غیرت کی بِناء پر وہ اس خاتونِ محترم سے کبھی بھی کچھ کہہ نہ سکے جبکہ حضرت اُمّ الفضل رضی اللہ عنہا کو جب بھی موقعہ ملتا تھا تو کفّارِ مکّہ کو خوب خوب کھری کھری سُناتی تھیں۔

بعض رِوایتوں میں رَقم ہے کہ ابولہب کے حضرت اُمّ الفضل رضی اللہ عنہا سے پٹنے اور بے آبرو ہونے کا واقعہ چاہ زمزم کی چہار دیواری کے اندر پیش آیا۔ اس کے قریب ہی حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما کی رہائش گاہ تھی۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس چچی سے بہت پیارا تھا۔ آپ ان کے حق میں اکثر دعائیں فرمایا کرتے تھے۔ اگر دوپہر کا وقت ہوتا تو چچی کے گھر میں ہی آرام فرمانے لگتے۔ حضرت اُم الفضل رضی اللہ عنہا حضور رسُولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سرِ اقدس اپنی گود میں رکھ لیتیں۔ آپ کے بالوں سے گرد یا تنکے وغیرہ دُور فرماتیں اور پھر آپ کے بالوں میں کنگھی کرتیں

marfat.com

ایک بار حضرت اُم الفضل رضی اللہ عنہا نے خواب میں دیکھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اقدس کا کوئی حصہ ان کے گھر میں ہے۔ انہوں نے اپنا خواب پیارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سنا دیا۔ نبی اکرم اقدس نے جواب سن کر ارشاد فرمایا:

"چچی جان! اس کی تعبیر یہ معلوم ہوتی ہے کہ ربّ العالمین میری لختِ جگر سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو فرزند عطا کرے گا اور آپ اس کو اپنا دودھ پلاؤ گی"۔

اس خواب کو دیکھے ہوئے کچھ ہی عرصہ گزرا تھا کہ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت امام حسین (رضی اللہ عنہ) پیدا ہوئے۔ اور پھر ایسا ہی ہوا جیسے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ اُم الفضل رضی اللہ عنہا نے ہی انہیں دودھ پلایا اور امام حسین رضی اللہ عنہ کی کفالت اپنے ذمے لے لی۔ اسی بناء پر آپ خاندانِ رسالت مآب میں عزّت وتکریم کی نگاہوں سے دیکھی جاتی تھیں۔ ایک دن اُمّ الفضل رضی اللہ عنہا امام حسین رضی اللہ عنہ کو گود میں اٹھائے بارگاہِ رسول میں حاضر ہوئیں۔ آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے لاڈلے نواسے کو گود میں اٹھایا او. انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں پیشاب کر دیا۔ حضرت اُمّ الفضل رضی اللہ عنہا نے انہیں فوراً آغوشِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے اٹھالیا اور ننھے حسین رضی اللہ عنہ کو ڈانٹا کہ تم نے اتنی بڑی خطا کر دی۔

آقائے عالی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی گوارا نہ تھا کہ اُمّ الفضل رضی اللہ عنہا ننھے امام حسین رضی اللہ عنہ کو ڈانٹیں۔ آپ نے انہیں ڈانٹنے سے منع کیا اور ارشاد فرمایا:

"اُمّ الفضل رضی اللہ عنہا تم نے اچھا نہیں کیا کہ ننھے حسین کو ڈانٹ دیا۔ اس سے میرے دل کو تکلیف پہنچی ہے"۔

حضرت اُمّ الفضل رضی اللہ عنہا نے معذرت کا اظہار کیا۔ رسولِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوایا اور کپڑوں کو صاف فرمایا اور پیشاب آلود حصّہ دھو دیا۔

marfat.com

اُمِّ الفضل رضی اللہ عنہا کو ایک عظیم سعادت عطا ہوئی ۔ حجۃ الوداع کا موقع تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے حج کیلئے فرمایا اور اپنے ہمراہ لے کر چلے' عرفہ کا دن تھا بعض لوگوں نے خیال کیا کہ رسولِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم روزے سے ہیں۔ حضرت اُمِّ الفضل رضی اللہ عنہا کو ایک تدبیر سوجھی تا کہ لوگوں کو حقیقت کا علم ہو جائے۔ انہوں نے ایک پیالہ دودھ آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ پی لیا۔ اس سے لوگوں کا شک دور ہو گیا

حضرت اُمِّ الفضل رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضرت عباس کی سات اولادیں ہوئیں ۔ چھ بیٹے فضل' عبداللہ' عبید اللہ' معبد' قثم عبدالرحمن اور ایک بیٹی ام حبیبہ۔ یہ تمام اولادیں جنہیں آپ نے جنم دیا نہایت قابل تھیں۔ خاص طور پر آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے علم و فضل' شریعت اور فقہ میں بہت بلند مرتبہ حاصل کیا اور اُمتِ اسلام کے چند منتخب ترین محدثین میں شامل ہوئے' انہیں حبر الامت بھی کہا جاتا ہے۔

حضرت اُمِّ الفضل رضی اللہ عنہا نہایت خوش بخت اور سعید قسمت خاتون تھی کہ اس وقت اسلام قبول کیا جب بڑے بڑوں کے قدم لڑکھڑا جاتے ہیں۔ تمام زندگی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے غیر معمولی عشق و عقیدت کا مظاہرہ کیا۔ رسولِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی رحمت بے کراں سے بارہا نوازا۔ آپ اسلام کا وقار تھیں' دین کا اعزاز تھیں' شوکتِ اسلام کی للکار تھیں' صحابیات تو ایک طرف جلیل القدر صحابہ کرام بھی آپ کی خدماتِ عالیہ' عشقِ رسالت مآب اور فروغ دین کیلئے کاوشوں پر رشک کیا کرتے تھے۔

marfat.com

حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنتِ علی (کرم اللہ وجہہٗ)

شوکت علم و عمل تھیں سیّدہ عالی مقام
اُن پہ نازل تھا خُدائے پاک کا لُطفِ تمام
فاطمہؓ کے دل کی ٹھنڈک ' راحتِ مَولا علیؓ
تھیں پیامِ جُرأتِ ایمان بہرِ خاص و عام
وُہ خطیبہ ' وُہ فصیحہ ' عالمِ کامل تھیں وہ
دُشمنانِ دین کے حق میں وہ تیغِ بے نیام
گفتگو اُن کی بہاروں کی طرح سے دِل نشیں
عِلم اُن کا تھا مِثالِ سبزۂ نازک خرام
کربلا میں دِل کے ٹکڑے ہر طرف بکھرے ہوئے
آنسوؤں میں ڈُوب کر آرام تھا اُن پر حرام
جب فضائے دہر میں ہوتی تھیں وہ محوِ خطاب
وقت کی نبضیں بھی رُک جاتی تھیں بہرِ احترام
اے رِضاؔ اُمّ المصائب جان تسلیم و رضا
کر رہی ہیں ایک نُورانی لحد میں اب قیام

(محمد اکرم رِضاؔ)

marfat.com

حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنتِ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

خوشی اور غم دو ایسی کیفیات ہیں جن کی بدولت انسان کی عظمت کا تصور کیا جا سکتا ہے۔ تاریخ ہمیشہ اُنہی مردوں اور خواتین کو یاد رکھتی ہے جو موت کے سامنے سینہ سپر ہونے کا حوصلہ رکھتی ہیں' جو مصائب و آلام کی یورش میں پرچم حق و صداقت کو بلند تر رکھنے کا ہنر جانتی ہیں۔ جن کی آواز میں شمشیر کی کاٹ اور لہجے میں ایمان کی فیصلہ کن قوت ہوتی ہے۔ یہی وہ شخصیات ہیں جو حقائق کا سامنا کرتیں اور دینِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حالات کی بلندیوں پر فروزاں کرنے کا خداداد جوہر رکھتی ہیں۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بنت علی رضی اللہ عنہ بھی جرأتِ ایمانی کی شمشیر اور ایمان کی روشن تصویر تھیں۔ آپ کا نام زینب ہے اور کنیت اُم الحسن۔ یہ وہی شیر دِل خاتون ہے جو واقعہ کربلا کے بعد سرزمینِ کربلا سے دمشق کے دربارِ خلافت تک جرأت و عزیمت کا مظاہرہ کرتی رہی۔ واقعہ کربلا کے بعد آپ کی کنیت اُم المصائب مشہور ہے۔ آپ شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں۔ والدہ سیدۃ النساء العالمین حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا تھیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کے نانا' تاریخِ اسلام کی خاتونِ اوّل حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا آپ کی نانی محترمہ تھیں۔ اہلِ سیر نے آپ کے متعلق القاب رقم کیے ہیں شریکۃ الحسین' ناموس الکبریٰ' صدیقہ' شجاعہ' فصیحہ خطیبہ ' فاضلہ' نائب الزہرا' وغیرہ۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بنت علی رضی اللہ عنہ خوش بخت تھیں کہ آپ سے آپ کے نانا جان حضور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ پیار کرتے تھے لیکن اس پیار کی دُنیا کے اس گلستان پر اس وقت خزاں آئی جب ۱۱ ہجری میں محبوبِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس کائنات سے رُخصت ہونے لگے۔ آپ نے اپنی لختِ جگر سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ

marfat.com

اپنے بچوں کو بُلا لاؤ۔ سیدہ رضی اللہ عنہا نے تعمیلِ ارشاد کی اور اپنے تمام بچوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئیں۔ بچوں نے اپنے شفیق نانا کو بے چین دیکھا تو بے اختیار رونے لگے۔ ان میں سے ایک چھ سالہ بچی کو تو اتنا صدمہ ہوا کہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مُبارک پر اپنا سر رکھ دیا اور سسکیاں بھرنے لگی۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچی کی پیشانی چُومی اور اپنا دستِ شفقت اُس کے سر پر پھیر کر دلاسا دیا۔ یہ وہی بچی تھی جو چھ سال پہلے شیرِ خُدا حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ اور سیّدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر پیدا ہوئی تھی تو رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ مُنوّرہ میں موجود نہیں تھے۔ تین دن بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو سیدھے سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ اس بچی کو گود میں لیا اور بہت دیر تک روتے رہے، پھر دہن مُبارک میں کھجور چبائی اور لعاب مُبارک بچی کے مُنہ میں ڈالا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچی کا نام "زینب" تجویز کیا اور فرمایا "یہ ہم شبیہِ خدیجہ ہے" چھ سال بعد آج یہی زینب رضی اللہ عنہا اپنے شفیق نانا سے ہمیشہ کیلئے بچھڑ رہی تھی۔ چھ سال کی معصوم جان کیلئے یہ ایک بہت بڑا سانحہ تھا لیکن اسے کیا خبر تھی کہ آئندہ زندگی میں اس پر اس قدر قیامتیں ٹوٹنے والی ہیں کہ اس کی کُنیت ہی "اُمّ المصائب" مشہور ہو جائے گی۔ یہی زینب رضی اللہ عنہا جنہیں زینب رضی اللہ عنہا کبریٰ بھی کہا جاتا ہے، تاریخِ اسلام کی وہ مہتم بالشان شخصیت ہیں کہ جن کے عِلم و فضل، فِکر و عمل، جُرأت و دلیری، بے خوفی و جُرأت آزمائی، تسلیم و رِضا، صبر و استقلال کا ایک زمانہ گواہ ہے۔ یہ زمانہ آگے کی منزلوں کی جانب محوِ سفر رہے گا مگر سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کی فضیلت اور مقام و مرتبہ کو زیادہ سے زیادہ سربلندی و سرفرازی عطا ہوتی رہے گی۔ آپ جمادی الاولیٰ ۵ ہجری میں پیدا ہوئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان کا نام زینب رکھا اور اپنا لعابِ دہن اُن کے مُنہ میں ڈالا۔ حضرت زینب کے مُقدر کا کیا کہنا کہ آپ کو نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوشِ تربیت مُیسّر آئی اور حیدرِ کرار

marfat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسے شجاع نے آپ کو آگے بڑھنا سکھایا اور پھر سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے حُسنِ تربیت کا کیا کہنا جن کا گھر سادات کی رحمتوں کا خزینہ تھا۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنی اولاد کی تربیت کے مُعاملہ میں بہت سخت تھیں۔

ایک دن عہدِ طفلی میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا قُرآنِ پاک کی تلاوت کر رہی تھیں کہ بے خیالی میں سر سے اوڑھنی اُتر گئی۔ حضرت سیّدۃ النساء نے دیکھا تو اُن کے سر پر اوڑھنی ڈالی اور فرمایا ''بیٹی اللہ کا کلام ننگے سر نہیں پڑھتے''۔

ایک دن حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا میں معصومانہ لڑائی ہو گئی۔ سیدۃ النساء نے اُنہیں کلام مجید کی آیات پڑھ کر سُنائیں اور فرمایا:

''بچو لڑائی سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتا ہے''۔

دونوں بچے خوفِ خُدا سے کانپ اُٹھے اور عہد کیا کہ آئندہ کبھی نہ لڑیں گے، سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا بہت خُوش ہوئیں اور اُنہیں سینے سے لگا لیا۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے بے حد محبّت فرماتے تھے۔ کئی مرتبہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرح وہ بھی حضُور صلی اللہ علیہ وسلم کے دوشِ مُبارک پر سوار ہوئیں۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کیلئے مکّہ معظمہ تشریف لے گئے تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں۔ اس وقت اُن کی عُمر پانچ سال کی تھی اور یہ اُن کا پہلا سفر تھا۔

۱۱ ہجری میں جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وقتِ وفات قریب آیا تو حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے فرمایا ''اپنے بچوں کو بُلاؤ''۔ وہ سب بچوں کو حضُور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئیں۔ اپنے شفیق نانا کو بے چین دیکھ کر سب بچے رونے لگے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے حضُور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک پر اپنا سر رکھ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی پیشانی چُومی اور اپنا دستِ شفقت اُن کے سر پر پھیر کر دلاسا دیا۔

marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے وقت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی عمر تقریباً ۶ برس تھی۔ ۶ ماہ بعد شفیق والدہ سیدہ بتول رضی اللہ عنہا نے بھی وفات پائی۔ ان حادثوں نے ننھی زینب رضی اللہ عنہا کو سخت صدمہ پہنچایا۔ شفیق نانا اور جاں نثار ماں کی جدائی سے حیدرِ کرار رضی اللہ عنہ کے سارے بچے غم والم کی صورتیں بن گئے۔ شیرِ خدا، بابِ علم نے بچوں کی تعلیم و تربیت کا کام خود سنبھالا اور کچھ مدت کے بعد ان کی نگرانی کیلئے اُم البنین بنتِ خزام کلابیہ سے نکاح کر لیا۔ بابِ علم جب خود معلم ہوں تو تلامذہ شاگردوں کی خوش نصیبی کا کیا ٹھکانا۔ تھوڑی ہی مدت میں سارے بچوں کے دل و دماغ علم و حکمت کے خزانوں سے معمور ہو گئے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے بھی اپنے جلیل القدر باپ کے علم اور دیگر اوصاف سے خوب استفادہ کیا۔ حتیٰ کہ زہد و تقویٰ، عقل و فراست، حق گوئی و بے باکی، عفت و عصمت اور عبادت و شب بیداری میں مثل حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ہو گئیں۔ دراز قد اور متناسب الاعضاء تھیں۔ چہرہ مبارک پر اپنے نانا کا جلال تھا اور حرکات و سکنات اور چال ڈھال میں وقار حیدری نمایاں تھا۔ مورخین متفق ہیں کہ علم و فضل میں قریش اور بنو ہاشم کی کوئی لڑکی آپ کے برابر نہ تھی۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بے مثال خطیب تھے۔ مجمع پر چھا جانے کی قوت رکھتے تھے۔ آپ کے ایک ایک جملے میں کئی کئی نکات پنہاں ہوتے تھے۔ بولتے تو ایسا لگتا کہ جیسے موتی رول رہے ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو خود افصح الفصحاء تھے۔ حضرت علی کی خطابت، حسنِ بیان، اور قدرتِ لسان پر فخر کرتے تھے۔ حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اس معاملہ میں آپ کا دوسرا روپ تھیں۔ جس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خطباتِ دلپذیر کتابوں اور تقریری مجموعوں کی زینت ہیں، اسی طرح کی خطیب بیٹی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے خطباتِ عالیہ بھی تاریخ کا اعزاز ہیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے خطبات دل و جان کے ٹکڑے ہیں؛

marfat.com

جن کے مُطالعہ سے اہلِ دُنیا کی کج ادائی‘ دُنیا کی فنا پذیری اور مطلب پرستوں کی شیطانی کاوشیں سامنے آجاتیں اور پھر آپ کے خَطبات میں واقعہ کربلا کی جانب اشارے ملتے ہیں تو دلوں کی دُنیا زیر و زبر ہونے لگتی ہے۔

سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کے سِنِ بلوغ کو پہنچنے سے قبیلہ کندہ کے اشعث بن قیس نے پیغامِ نکاح بھیجا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انکار کیا تو آپ کے بھتیجے‘ جعفر طیار بن ابی طالب کے بیٹے‘ عبداللہ اپنے چچا جان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کی خواہش ظاہر کی۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خُود حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی پرورش و تربیت فرمائی تھی اور حضُور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ‘ ان کے نگران و سرپرست تھے۔ وہ بڑے پاکیزہ اخلاق کے حامل تھے اور سیرت و صُورت میں جوانانِ قریش میں امتیازی حیثیت رکھتے تھے۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اُن کی درخواست قبول فرمالی۔ اس کے بعد خاندان کے چند بزرگ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر مسجد میں آگئے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نہایت سادہ طریق سے اپنی لختِ جگر کا نکاح حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے پڑھا دیا۔ یہ واقعہ حضرت عُمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کا ہے۔ اس وقت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کی عُمر بہ اختلاف روایت گیارہ یا تیرہ سال کی تھی۔ نکاح کے بعد خاندان کی عورتیں انہیں حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے گھر خُود پہنچا آئیں۔ دوُسرے دن اُنہوں نے دعوتِ ولیمہ کی۔ مہر کی رقم کے بارے میں موَرخین میں اختلاف ہے۔ بعض نے ۴۸۰ درہم لکھا ہے اور بعض نے چالیس ہزار۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی ازدواجی زندگی بے مثال تھی۔ میاں بیوی میں نہایت درجہ کی ہم آہنگی تھی۔ گھر میں ملازماؤں کے ہوتے ہوئے بھی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا گھر کا سارا کام کاج خُود کرتیں۔ حضرت عبداللہ کا کہنا تھا کہ ”زینب بہترین

marfat.com

گھر والی ہے؟" حضرت عبداللہ امیر بھی تھے اور فیاض بھی۔ مجال ہے کوئی ان کے در سے خالی ہاتھ چلا جائے۔ اس طرح وہ لوگ بھی ان کی سخاوت سے فائدہ اُٹھا لیتے تھے جو اس کے اہل نہیں ہوتے تھے۔ ایسی ہی سخاوت کا دلکش ایمان آفریں نظارا دیکھا تو ایک دن امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے کہا:

اے ابنِ عم تم بہت اسراف سے کام لیتے ہو اور غیر مستحق لوگوں کو بھی اپنی کمائی میں شریک کر لیتے ہو"۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: جانِ برادر کیا کروں، سائل کو دیکھ کر دل قابو میں نہیں رہتا۔ اللہ نے مجھے دولت اسی لئے دی ہے کہ اس کے بندوں میں بانٹوں"

خاوند کے گھر میں دولت کی ریل پیل حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے مزاج میں کوئی تغیر پیدا نہ کر سکی اور وہ بدستور صبر و قناعت، سادگی اور جفاکشی کا پیکر بنی رہیں۔

اپنے لختِ جگر کے علم و فضل سے شیرِ خدا رضی اللہ عنہ بھی مطمئن تھے۔ اُن کے زمانہ خلافت میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا قیام بھی کوفہ ہی میں رہا۔ کوفہ کی خواتین اکثر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر قرآنِ حکیم کے معانی و مطالب پُوچھا کرتیں۔ ایک دفعہ آپ چند عورتوں کے سامنے قرآنِ پاک کی تفسیر بیان فرما رہی تھیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، تشریف لے آئے اور اپنی لختِ جگر کی تقریر سُنتے رہے۔ جب بیان ختم ہوا تو شیرِ خُدا نہایت مسرور ہوئے۔ فرمایا "جانِ پدر میں نے تمہارا بیان سُنا اور مجھے بہت خُوشی ہوئی کہ تم کلام الٰہی کے مطالب اتنے عُمدہ طریقے سے بیان کر سکتی ہو"۔

۲۷ ہجری میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ، نے اپنے عہدِ خلافت میں کوفہ کو اپنا مستقر بنایا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ جعفر رضی اللہ عنہ بھی کوفہ تشریف لے آئے۔ کوفہ میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا نہایت تندہی سے درس و تدریس اور وعظ و ہدایت کا

marfat.com

کام سرانجام دیتیں۔ کوفہ کی اکثر خواتین ان کے پند و نصائح سے مُستفیض ہوتیں۔ ان کے علم و فضل اور فصاحت و بلاغت کا گھر گھر چرچا پھیل گیا۔ اسی اثناء میں وہ دردناک حادثہ پیش آیا جس نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے عظیم المرتبت باپ کے سایہ سے ہمیشہ کیلئے محروم کر دیا۔

خوارج مُدّت سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلاف سازشیں کر رہے تھے۔ ایک شخص عبدالرحمٰن ابن ملجم کو انہوں نے خُفیہ طَور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کیلئے مقرّر کیا۔ اس نے ایک تلوار زہر میں بُجھائی اور کوفہ آ کر شیرِ خُدا پر حملہ کی تاک میں رہنے لگا۔ ۱۷ رمضان المبارک ۴۰ ہجری کا دن تھا۔ شیرِ خُدا رضی اللہ عنہ فجر کی نماز کیلئے مسجِد میں تشریف لائے۔ عین سجدہ کی حالت میں بدبخت خارجی ابنِ ملجم نے اُن پر قاتلانہ حملہ کیا۔ زہر آلود تلوار سے امیر المومنین شدید زخمی ہو گئے۔ ابنِ ملجم گرفتار کر لیا گیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اُسے دیکھ کر فرمایا:

"اے دشمنِ اِسلام! تُو نے امیر المومنین کو اپنی تلوار سے زخمی کر دیا ہے"

اس شیطان نے جواب دیا: "امیر المومنین کو نہیں تمہارے باپ کو"

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے کہا: "انشاء اللہ ان کا کچھ بھی نہیں بگڑے گا"۔

شیطان خارجی ابن ملجم نے کہا "تو پھر رونے کی کیا بات ہے' سُن لو میں نے اپنی تلوار کو کئی روز زہر پلایا ہے"۔

اس زہر آلود تلوار کے زخم سے شیرِ خُدا حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ (۲۱ رمضان المبارک ۴۰ ہجری) حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو شدید صدمے سے دوچار ہونا پڑا۔ ۵۰ ہجری میں انہیں اپنے بڑے بھائی سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت کا صدمہ سہنا پڑا۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی زندگی کا

marfat.com

اہم ترین دَور شروع ہوا۔ واقعہ کربلا میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شرکت اُن کا کِردار اور حادثہ کربلا سے بعد کی تفصیلات کو تاریخ کے سینکڑوں صفحات نے اپنے دامن میں سمیٹا ہوا ہے۔ وہ مصائب و آلام کے ایسے طوفانوں سے گزریں جنہیں قلمبند کرتے ہوئے قلم کانپتا ہے اور سینہ شق ہوتا ہے۔ تمام مؤرخین متفق ہیں کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے زیادہ یکے بعد دیگر کسی نے اتنی تکلیفیں نہیں اُٹھائیں۔

۵۶ ہجری میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے یزید کیلئے اہلِ مدینہ سے بیعت لینی چاہی۔ معدودے چند لوگوں کے سِوا تمام اہلِ مدینہ نے بیعت کر لی۔ ان بیعت نہ کرنے والوں میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے چنداں تعرض نہ کیا۔

۶۰ ہجری میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے وفات پائی اور حضرت امام حُسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں یزید کیلئے وصیت چھوڑی کہ "میرے بعد اہلِ عراق تمہارے مُقابلہ میں کھڑے ہوں اور تم ان کو مغلُوب کر لو تو درگزر سے کام لینا کیونکہ وہ قرابت دار، بڑے حق دار اور رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز ہیں"۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بنی اُمیہ کے مُخالفین میں سب سے زیادہ بااثر شخصیتوں کے مالک تھے۔ یزید نے تخت نشین ہوتے ہی حاکم مدینہ ولید بن عتبہ کو تاکیدی حکم بھیجا کہ عبداللہ اور حسین (رضی اللہ عنہما) سے فی الفور میری بیعت لو۔ ولید نے انہیں بیعت کے لئے بُلایا لیکن حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے عُذر کیا اور مہلت چاہی۔ ولید رضامند ہو گیا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے واپس آکر اپنے بھائی محمد بن حنفیہ سے مشورہ کیا۔ انہوں نے مکہ جانے کا مشورہ دیا۔

چُنانچہ آپ اپنے عزیز و اقارب اور اہل و عیال کو ساتھ لے کر راتوں رات

marfat.com

عازمِ مکہ ہوئے۔ ان سے پہلے حضرت عبداللہ بن زبیر بھی خُفیہ طَور پر مکّے چلے گئے تھے۔
مکّہ پہنچ کر حضرت امام حُسین رضی اللہ عنہ نے شعب ابی طالب میں قیام فرمایا۔ اس وقت انہیں اہلِ کوفہ کی طرف سے بُلاوے پر بُلاوا آنا شروع ہو گئے۔ بے شُمار خطوط اور پیغامات امام حُسین رضی اللہ عنہ کو مَوصُول ہو رہے تھے جن میں اہلِ کوفہ انہیں کُوفہ پہنچنے کی دعوت دے رہے تھے اور حلف اُٹھا اُٹھا کر التجائیں کر رہے تھے کہ آپ کوفہ تشریف لا کر اپنی خلافت کیلئے بیعت لیجئے۔ ہم فاسِق وفاجِر یزید کی بیعت نہیں کریں گے۔

حضرت امام حُسین رضی اللہ عنہ نے اپنے چچازاد بھائی حضرت مُسلِم بن عقیل کو کُوفہ روانہ کیا کہ وہ صُورتحال کا جائزہ لے کر ہمیں لکھیں۔ حضرت مسلم بن عقیل کو کوفہ میں حیرت انگیز پذیرائی ملی جب بے شُمار مسلمانوں نے انہیں نائب امام حسین رضی اللہ عنہ سمجھ کر ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو قاصد روانہ کیا کہ یا امام تشریف لے آیئے۔

جب مسلم بن عقیل کے قاصد عبداللہ بن سنان کے ذریعے امام حُسین رضی اللہ عنہ کو اہلِ کُوفہ کی عقیدت کا حال مَعلُوم ہوا تو اُنہوں نے مکّہ سے سفر کی تیاری شروع کر دی۔
حضرت عمرو بن عبدالرحمٰن، حضرت عبداللہ ابنِ عباس، حضرت عبداللہ بن عُمر اور دُوسرے بہی خواہوں نے اُنہیں بہت روکا لیکن اُنہوں نے فرمایا "دعوتِ حق دینے سے میں باز نہ رہوں گا اور جو لوگ حق کے متلاشی ہیں اُنہیں مایوس نہ کروں گا۔ مجھے خونریزی پسند نہیں، میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے کعبہ کی بے حُرمتی ہو۔ مشیتِ ایزدی کے سامنے میرا سرخَم ہے اور میں کُوفہ ضرور جاؤں گا۔ اس کے بعد ۸ ذالحجہ ۶۰ ہجری کو آپ رضی اللہ عنہ اہلِ بیت اور مُعتقدین کے ہمراہ مکّہ سے کوفہ کی طرف چل پڑے۔ چھوٹی بچی صُغریٰ بیمار تھیں۔ انہیں آپ نے اُمّ المومنین حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کیا۔

ذی الحجہ ۶۰ ھ میں سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اہلِ کوفہ کی دعوت پر

marfat.com

اپنے اہل و عیال اور جاںنثاروں کی ایک مختصر جماعت کے ساتھ مکّہ سے کُوفہ کا عزم کیا تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا بھی اپنے دو نوخیز فرزندوں کے ہمراہ اس مقدّس قافلے میں شامل ہو گئیں۔ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما اگرچہ خُود اس قافلے میں شریک نہ ہو سکے لیکن انہوں نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور اپنے بچوں کو امام حُسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ جانے کی اجازت دے دی۔ ۱۰ محرم الحرام ۶۱ ھ کو کربلا کا دِلدوز سانحہ پیش آیا جس میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی آنکھوں کے سامنے اُن کے بچے، بھتیجے، بھائی اور ان کے مُتعدد ساتھی شامی فوج سے مردانہ وار لڑتے ہوئے ایک ایک کر کے شہید ہو گئے۔ اس موقعہ پر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے جس حوصلے، شجاعت اور صبر و استقامت کا مُظاہرہ کیا، تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

کہا جاتا ہے کہ نو اور دس محرم کی درمیانی شب کو حضرت امام حُسین رضی اللہ عنہ کی تلوار صاف کی جانے لگی تو انُہوں نے چند عبرت انگیز اشعار پڑھے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا قریب ہی تھیں، یہ اشعار سُن کر اُن پر رِقّت طاری ہو گئی اور زُبان پر یہ الفاظ جاری ہو گئے۔

"اے کاش! آج کا دن دیکھنے کیلئے میں زندہ نہ ہوتی، ہائے میرے نانا، میری ماں، میرے باپ اور میرے بھائی حسن سب مجھ کو داغِ مفارقت دے گئے۔ اے بھائی اللہ کے بعد ہمارا سہارا اب آپ ہی ہیں، ہم آپ کے بغیر کیسے زندہ رہیں گے؟"

امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: زینب صبر کرو۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے روتے ہوئے عرض کی: میرے ماں جائے، آپ کے بدلہ میں، میں اپنی جان دینا چاہتی ہوں۔

امام حُسین رضی اللہ عنہ اپنی پیاری بہن کی دلدوز باتیں سُن کر اشکبار ہو گئے لیکن مومنانہ شان سے فرمایا:

marfat.com

"اے بہن صبر کرو، خُدا سے تسکین حاصل کرو، خُدا کی ذات کے سوا ساری کائنات کیلئے فنا ہے۔ ہمارے لئے ہمارے نانا خیر الخلائق کی ذاتِ اقدس نمونہ ہے۔ تم انہیں کے اُسوۂ حَسَنہ کی پیروی کرنا۔ اے بہن تمہیں خدا کی قسم ہے کہ اگر میں راہِ حق میں کام آجاؤں تو میرے ماتم میں گریبان نہ پھاڑنا، چہرہ کو نہ نوچنا اور بَین نہ کرنا"۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سمیت بہتّر (۷۲) نفوسِ قُدسی ایک طرف تھے اور ہزاروں اشقیا پر مشتمل فوج دُوسری طرف۔ لڑائی سے پہلے جناب امام حُسین رضی اللہ عنہ اور ان کے چند ساتھیوں نے نہایت دلدوز تقریریں کیں جن میں دُشمنوں کو ترغیب دی کہ وہ اپنی عاقبت خراب نہ کریں لیکن سِوائے ایک مردِ مومن حضرت حُر بن یزید تمیمی کے ان بدبختوں پر کوئی اثر نہ ہوا۔ (بعض روایتوں کے مُطابق حُر بن یزید کا بیٹا بھی امام حُسین رضی اللہ عنہ کے جھنڈے تلے آکر اپنی عاقبت سنوار گیا) جس وقت امام حسین رضی اللہ عنہ تقریر فرما رہے تھے شدّتِ الم سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور دُوسری خواتین اہلِ بیت کی چیخیں نکل گئیں۔ آپ نے حضرت عبّاس اور حضرت علی کو انہیں خاموش کرانے کیلئے بھیجا اور فرمایا "میری عُمر کی قسم! ابھی ان کو بہت رونا ہے"۔

اس کے بعد مبارزت شروع ہوئی۔ دونوں طرف سے ایک ایک آدمی میدان میں نکلتا اور اپنے حریف سے لڑتا۔ حسینی فوج کے کچھ مجاہدین نے جامِ شہادت پیا اور بہت سے عراقی بھی جہنّم واصل ہوئے۔ اس کے بعد عام لڑائی شروع ہوئی۔ حضرت حُر بن یزید اور دُوسرے جان نثارانِ اہلِ بیت پا مردی سے لڑے۔ دُشمنوں کی صفیں درہم برہم کر دیں لیکن دونوں جماعتوں کی تعداد میں کوئی نسبت ہی نہیں تھی۔ خاندانِ اہلِ بیت کے افراد اور جانثار ایک ایک کر کے نہایت بہادری کے ساتھ جامِ شہادت نوش کرنے لگے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت قاسم رضی اللہ عنہ، حضرت عبّاس رضی اللہ عنہ، حضرت حُر رضی اللہ عنہ جیسے

marfat.com

فرزندانِ اسلام خلعتِ شہادت پہن چکے تھے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے نوخیز فرزندوں حضرت عون رضی اللہ عنہ اور حضرت محمد رضی اللہ عنہ کو رزم گاہ میں بھیجنے کیلئے سیّدنا امام حُسین رضی اللہ عنہ سے اجازت چاہی۔ انہوں نے اجازت دینے میں تامل کیا لیکن حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اس قدر اصرار کیا کہ وہ بادل ناخواستہ انہیں میدانِ جنگ میں بھیجنے پر مجبور ہو گئے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے دونوں لال اس شان سے لڑے کہ شجاعت بھی آفرین پکار اُٹھی۔ آخر شامیوں نے اُنہیں نرغے میں لے کر تلواروں اور نیزوں کا مینہ برسا دیا اور دُودمانِ ہاشمی کے دونوں نونہال جامِ شہادت پی کر خلدِ بریں میں پہنچ گئے۔ دُکھیاری زینب رضی اللہ عنہا اور مَظلوم ماموں رضی اللہ عنہ کے قلب و جگر کے ٹکڑے اُڑ گئے لیکن آسمان کی طرف نظر کی اور خاموش ہو گئے۔

حضرت عون و محمد کی شہادت کے بعد خانوادۂ نبوّت کے باقی نوجوان بھی ایک ایک کر کے شہید ہو گئے۔ حضرت عبّاس بن علی رضی اللہ عنہ پہلے ہی شہید ہو چکے تھے۔ اب سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ تنہا رہ گئے۔ زین العابدین علی بن حسین بیمار تھے اور لڑنے کے قابل نہیں تھے۔ اُن کو اللہ اور حضرت زینب کے سپُرد کیا اور سب کو خُدا حافظ کہہ کر سبطِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آخری سفر پر روانہ ہوئے۔ پیاس کا غلبہ تھا' اپنے جگر کے ٹکڑوں اور جانثاروں کی شہادت سے سخت دِل فگار تھے لیکن آخر حیدرِ کرار کے فرزند تھے۔ اس قیامت کا حملہ کیا کہ دشمن کی صفیں اُلٹ کر رکھ دیں۔ جس طرف رُخ کرتے۔ دشمن بادل کی طرح چھٹ جاتے۔ شامی بار بار حملہ کرتے لیکن جونہی شمشیرِ حسینی چمکتی' بھاگ کھڑے ہوتے۔ آپ لڑتے لڑتے زخموں سے چُور چُور ہو گئے لیکن اللہ رے ہیبت کہ کوئی تنہا سامنے آنے کی جُرأت نہ کرتا تھا۔ جمگھٹے بنا کر ہر طرف سے تیروں' تلواروں خنجروں اور نیزوں کی بارش کر رہے تھے۔ حصین بن نمیر نے ایک نیزہ پھینکا جو گلوئے مُبارک میں پیوست ہو گیا اور دہن مُبارک سے خُون کا فوارہ پھوٹ پڑا۔ اپنے چلّو میں تھوڑا سا خُون لے کر آسمان کی

marfat.com

طرف اُچھالا اور فرمایا:

''مَولا! جو کچھ تیرے محبوبؐ کے نواسہ کے ساتھ کیا جارہا ہے' تمھی سے اس کی فریاد کرتا ہوں''۔

جلیل القدر بھائی کی عاشقِ زار بہن زینت دل پر ہاتھ رکھے آفتابِ امامت کی حالت دیکھ رہی تھیں' جب اُنھیں خون کی کلیاں کرتے دیکھا تو دوڑی ہوئی رزمگاہ کے قریب ایک ٹیلہ پر کھڑی ہو کر پکاریں۔

''اے عمرو بن سعد کیا قیامت ہے؟ ابو عبداللہ قتل کیے جا رہے ہیں اور تم دیکھ رہے ہو''۔

عمرو بن سعد کی آنکھوں پر لالچ نے پردہ ڈال دیا تھا لیکن قرابت دار تھا۔ فرطِ ندامت سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی طرف سے مُنہ پھیر لیا۔

جنابِ امام کی حالت اب لحہ بہ لحہ غیر ہوتی جا رہی تھی۔ دُشمنوں نے ہر طرف سے گھیر لیا تھا۔ زرعہ بن شریک تمیمی نے ہاتھ اور گردن پر تلوار چلائی۔ سنان نے نیزہ مار کر آپ کو زمین پر گرا دیا۔ پھر سنان ابن انس (اور بعض روایتوں کے مُطابق شمر ذی الجوشن) نے اس گردن پر خنجر پھیر دیا' جس پر رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بوسے دیا کرتے تھے۔ شہادت کے وقت جنابِ امام حُسین رضی اللہ عنہ کے جسم مُبارک پر تیس زخم تلوار کے' ۳۳ زخم نیزہ کے اور لاتعداد زخم تیروں کے تھے۔

سنگدل شامیوں کا دل ابھی تک ٹھنڈا نہ ہوا تھا۔ انھوں نے سیّدۃ النساء رضی اللہ عنہا کے لال کا سر مُبارک نیزہ پر چڑھایا اور تمام شہیدانِ راہِ حق کے مُقدّس جسموں کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کیا۔ سیدۃ النساء کے لال کا سرِ اقدس نیزے پر چڑھایا اور پھر اہلِ بیت کے خیموں کا رُخ کیا۔ ایک بدبخت نے چاہا کہ حضرت زین العابدین کو بھی جو علیل تھے' شہید کر دے لیکن حضرت زینب رضی اللہ عنہا اُن کے سامنے کھڑی ہو گئیں اور فرمایا ''خُدا کی

marfat.com

قسم جب تک میں زندہ ہوں اس بیمار کو کوئی قتل نہیں کر سکتا"۔

ان کا عزم دیکھ کر وہ بد بخت اپنے ارادہ سے باز آ گیا۔ ۱۲ محرم الحرام ۶۱ ہجری میں جملہ خواتین، بچوں اور امام زین العابدین کو اونٹوں پر باندھ کر یزیدی فوج کوفہ کی طرف لے چلی۔ شہداء کے لاشے ابھی میدانِ کربلا میں بے گور و کفن پڑے تھے۔ جب رنج والم کے ماروں کا قافلہ ان شہیدوں کے سر کٹے اور چاک چاک پامال شدہ جسموں کے پاس سے گزرا تو الم رسیدگانِ اہلِ بیت کی نظروں سے طوفانِ اشکبار بپا ہو گیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی فضاؤں کو چیرتی ہوئی رنج والم سے ڈوبی صدائے دردناک اُبھری۔

"اے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم آیئے دیکھئے آپ کے حُسین رضی اللہ عنہ کا خُون آغشتہ لاشہ چٹیل میدان میں پڑا ہے۔

اس کا جسم ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا ہے۔

آپ کی لڑکیاں رسیوں میں جکڑی ہوئی ہیں۔

آپ کی ذرّیت قتل کر کے گرم ریت پر بچھا دی گئی ہے اور اس پر خاک اُڑ رہی ہے۔

اے میرے نانا! یہ آپ کی اولاد ہے جسے ہنکایا جا رہا ہے۔

ذرا حُسین رضی اللہ عنہ کو دیکھئے اُس کا سر کاٹ لیا گیا ہے۔

اور میری چادر چھین لی گئی ہے"۔

حضرت زینبِ کُبریٰ رضی اللہ عنہا کا یہ نوحہ سُن کر دوست دُشمن روتے تھے۔ جب اسیرانِ حق کا لُٹا ہوا قافلہ کُوفہ میں داخل ہوا تو ذلیل کُوفی ہزاروں کی تعداد میں انہیں دیکھنے کیلئے جمع ہو گئے۔ بدعہد اور دغا باز کُوفیوں کے ہجوم کو دیکھ کر شیرِ خُدا کی بیٹی بے اختیار ہو گئی بازارِ کُوفہ میں اُنہوں نے بآوازِ بُلند پُکارا۔

marfat.com

"لوگو اپنی نظریں نیچی رکھو! یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لُٹی ہوئی اولاد ہے"۔

اس کے بعد آپ نے اہلِ کُوفہ کے سامنے ایک عبرت انگیز خُطبہ دیا۔ سارا مجمع بالکل ساکت ہو گیا۔ یُوں نظر آتا تھا جیسے شعلے لپک رہے ہوں، بجلی کڑک رہی ہو، طُوفانوں نے ادھر کا رُخ کر لیا ہو، لفظوں نے انگاروں اور فقرات نے رنج والم کے شہپاروں کا رُوپ اختیار کر لیا ہو۔ کوئی بشر گرج رہا ہے یا بُلبُلِ شوریدہ سر کی صدائے دردناک دلوں پر قیامت ڈھا رہی ہے۔ یہ خطاب تھا یا آسمانوں سے نازل ہونے والا صحیفہ دردناک، سیّدہ کے جذبات اپنی قُوّت لُٹا رہے تھے۔

"اے کوفیو! اے مکّارو! اے عہد شکنو! اپنی زبان سے پھر جانے والو! خُدا کرے تمہاری آنکھیں ہمیشہ روتی رہیں، تمہاری مِثال ان عورتوں کی سی ہے جو خُود ہی سُوت کاتتی اور پھر اُسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہیں۔

تم نےُ خود ہی میرے بھائی سے رشتۂ بیعت جوڑا اور پھر اپنے خبثِ باطنی کی وجہ سے توڑ ڈالا۔ تمہارے دلوں میں کھوٹ اور کینہ ہے۔ تمہاری فطرت میں جھُوٹ اور دغا ہے۔ خوشامد اور شیخی خوری اور عہد شکنی تمہارے خمیر میں ہے۔ تم نے جو کچھ آگے بھیجا ہے وہ بہت بُرا ہے۔

تم نے خیر البشر کے فرزند کو، جو جنّت کے جوانوں کے سردار ہیں، قتل کیا ہے، خُدا کا قہر تمہارا انتظار کر رہا ہے۔

آہ کُوفہ والو! تم نے ایک بہت بڑے جُرم کا ارتکاب کیا جو مُنہ بگاڑ دینے والا اور مصیبت میں مُبتلا کر دینے والا ہے۔

یاد رکھو! تمہارا رب نافرمانوں کی تاک میں رہتا ہے۔ اس کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔

marfat.com

اس خطبہ کو سُن کر اکثر کوفیوں کے ضمیر نے ان پر لعنت بھیجی، روتے روتے ان کی گھگھی بندھ گئی۔ خدام بن کثیر جو عرب کے فصیح ترین آدمیوں میں شمار ہوتا تھا، وہ بھی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا خُطبہ سُننے والوں میں شامل تھا۔ خُطبہ سُن کر وہ اُن کے زورِ بیان اور فصاحت و بلاغت سے دنگ رہ گیا اور بے ساختہ کہنے لگا: واللہ اے علی کی بیٹی! تمہارے بُڈھے سب بُڈھوں سے، تمہارے جوان سب جوانوں سے، تمہاری عورتیں سب عورتوں سے اور تمہاری نسل سب نسلوں سے بہتر ہے جو حق بات کہنے میں کسی سے نہیں ڈرتی"۔

دُوسرے دن ابنِ زیاد نے دربار منعقد کیا۔ اسیرانِ اہلِ بیت کو اس کے سامنے پیش کیا گیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا بہت خستہ حالت میں تھیں۔ ابنِ زیاد نے پُوچھا "یہ عورت کون ہے؟" ایک خادمہ نے کہا: زینت بنت علی رضی اللہ عنہا ہیں۔

ابنِ زیاد نے کہا: خُدا کا شُکر ہے جس نے تمہیں رُسوا اور تمہاری جدّتوں کو جھٹلایا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے نہایت بے باکی سے جواب دیا:

"خدُا کا شُکر ہے جس نے اپنے رسُول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ہمیں عزّت بخشی، انشاء اللہ فاسق رُسوا ہوں گے اور جھُٹلائے جائیں گے"۔

ابنِ زیاد نے کہا: تُم نے دیکھا تمہارے بھائی اور اس کے ساتھیوں کا کیا حشر ہوا؟

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے انہیں درجۂ شہادت پر فائز کیا، عنقریب وہ اور تم داورِ محشر کے سامنے جمع ہوں گے، اُس وقت تمہیں پتہ چل جائے گا کہ کس کا کیا حشر ہوتا ہے؟

ابنِ زیاد جھلاّ کر بولا: بنی ہاشم کے سب سے سرکش آدمی کے قتل سے میرا دِل ٹھنڈا ہو گیا ہے۔

marfat.com

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ابنِ زیاد کے اس طرح اظہار مسرت کرنے پر بڑا دکھ ہوا۔ اُن کا آبگینۂ دِل حوادثِ کربلا سے ٹوٹ چکا تھا' بے اختیار رو دیں اور فرمایا "خُدا کی قسم! تو نے ہمیں اپنے گھروں سے نکالا' ہمارے ادھیڑوں کو قتل کیا' ہماری شاخوں کو کاٹا' ہماری جڑوں کو اکھاڑا' اگر اسی سے تمہارا دل ٹھنڈا ہونا تھا تو ہو گیا"۔

ابنِ زیاد سے کوئی جواب بن نہ پڑا' اب اس کی نظر حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ پر پڑی پوچھا: لڑکے تم کون ہو؟

انہوں نے جواب دیا: "علی بن حسین رضی اللہ عنہ"

ابنِ زیاد نے عمر بن سعد سے پوچھا "اسے کیوں نہیں قتل کیا؟"

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ابنِ زیاد کو شرم دلائی کہ کیا ابھی تمہارا کلیجہ ٹھنڈا نہیں ہوا اور اپنے بیمار بھتیجے سے چمٹ گئیں کہ اگر مارنا ہے تو پہلے مجھے مار دے۔ ابنِ زیاد نے زندگی کی رعایت دے دی اور حکم دیا کہ شہداء کے سروں اور اسیرانِ اہلِ بیت کا قافلہ فوج کے نرغہ میں یزید کے پاس دمشق پہنچایا جائے۔

طویل سفر کی صعوبتیں برداشت کرنے کے بعد اسیرانِ اہلِ بیت دمشق پہنچے تو تین چار دنوں کے بعد اُنہیں یزید کے دربار میں پیش کیا گیا۔ ایک سُرخ رنگ شامی نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنتِ حُسین رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کر کے کہا:

"امیر المومنین یہ لڑکی مجھے دے دیجئے"۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا تڑپ اُٹھیں اور بولیں "خُدا کی قسم! یہ لڑکی نہ تجھے ملے گی ہے اور نہ یزید کو جب تک کہ اللہ کے دین کو ترک کرنے کا اعلان نہ کر دے۔ پیغمبر خاندان میں کسی کو تُو یا تیرا بادشاہ ہرگز لونڈی نہیں بنا سکتا"۔

شامی نے دوبارہ یہی سوال کیا لیکن یزید نے اسے روک دیا۔ جب امام حسین

marfat.com

رضی اللہ عنہ کا سرِ اقدس یزید کے سامنے پیش کیا گیا تو خواتینِ اہلِ بیت رونے لگیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے سرِ اقدس کی طرف مُخاطب ہو کر کہا:

"اے حُسین! اے محمد مُصطفٰے کے دِل بند! اے دوشِ پیمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے سوار! اے فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے لختِ جگر! اے جنّت کے جوانوں کے سردار! یزید نے پُوچھا یہ عورت کون ہے؟ تو بتایا گیا کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی اور امام حُسین رضی اللہ عنہ کی بہن زینب ہے۔

یزید نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے مخاطب ہو کر کہا: کیا تمہارا بھائی یہ نہیں کہتا تھا کہ مَیں یزید سے بہتر ہوں اور میرا باپ یزید کے باپ سے بہتر تھا"۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے دلیری سے جواب دیا: بے شک میرا بھائی سچ کہتا تھا

یزید نے کہا: میری عُمر کی قسم! حُسین کے نانا میرے دادا سے بہتر تھے۔ حُسین کی ماں میری ماں سے بہتر تھیں' رہا میرا باپ اور حُسین کا باپ تو سب کو مَعلُوم ہے کہ خُدا نے کس کے حق میں فیصلہ دے دیا"۔

اس پر حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے یزید اور اُس کے اہلِ دربار کو مُخاطب کر کے ایک دردناک تقریر کی' اُنہوں نے حمد وثناء کے بعد فرمایا:

"اے زید! گردشِ افلاک اور ہجومِ آفات نے مجھے تجھ سے مخاطب ہونے پر مجبور کر دیا ہے۔ یاد رکھ ربُّ العزّت ہم کو زیادہ عرصہ اس حال میں نہ رکھے گا' ہمارے مقاصد کو ضائع نہیں کرے گا' تُو نے ہمیں نقصان نہیں پہنچایا اپنے آپ کو پہنچایا ہے۔ تیرے آدمیوں نے دوشِ نبوت کے سوار' اس کے بھائیوں' فرزندوں اور رُفقاء کو نہایت بے دردی سے ذبح کر دیا۔ تُو نے پردہ نشین اہلِ بیت کی بے حُرمتی کی۔ تُو اس وقت شہیدانِ کربلا کو دیکھ سکتا تو اپنی ساری دولت وحشمت کے بدلے اُن کے پہلو میں کھڑا ہونا پسند کرتا۔

ہم عنقریب اپنے نانا حضرت محمد رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ان

marfat.com

مصائب کو بیان کریں گے جو تیرے بیدرد ہاتھوں سے ہمیں پہنچے ہیں' اور یہ اس جگہ ہوگا جہاں اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی جمع ہوں گے۔ ان کے چہروں کے خون اور جسموں کی خاک صاف کی جائے گی۔ جہاں ظالموں سے بدلہ لیا جائے گا۔ حُسین رضی اللہ عنہ اور اُن کے ساتھی مرے نہیں اپنے خالِق کے پاس زندہ ہیں اور وہی ان کیلئے کافی ہے۔ وہ عادلِ حقیقی انبیاء کی اولاد اور اُن کے ساتھیوں کو قتل کرنے والوں سے ضرور بدلہ لے گا۔ وہی ہماری اُمّید گاہ ہے اور اُسی سے ہم فریاد کرتے ہیں"۔

حیدرِ کرار رضی اللہ عنہ کی بیٹی کی گرج سُن کر یزید اور اُس کے درباری سکتے میں آ گئے۔ یزید کو خوف محسوس ہوا کہ کہیں لوگ خاندانِ رسالت کی حمایت میں میرے خلاف نہ اُٹھ کھڑے ہوں۔ اُس نے خواتینِ اہلِ بیت کو اپنے خاص حرم سرا میں ٹھہرایا اور جہاں تک ہو سکا' اُن کی دل جوئی کی کوشش کی۔ چند دن بعد اُس نے حضرت نعمان بن بشیر انصاری رضی اللہ عنہ کے زیرِ حفاظت قافلۂ اہلِ بیت کو مدینہ مُنوّرہ روانہ کر دیا۔ جب قافلہ چلنے لگا تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

"محملوں پر سیاہ چادریں ڈال دو تاکہ دیکھنے والوں کو پتہ چل جائے کہ یہ سیّدۃ النساء رضی اللہ عنہا کی دِل فگار اولاد ہے"۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے جہاں تک بن پڑا' ان مصیبت زدہ مسافروں کی مدد کی اور راستے میں اُنہیں کوئی تکلیف نہ ہونے دی۔ جب یہ قافلہ کربلا پہنچا تو وہاں بزرگ صحابی حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ اور بنو ہاشم کے کچھ لوگ مدینہ مُنوّرہ سے آئے ہوئے تھے۔ اُنہیں دیکھ کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے فرطِ الم میں پُکارا:

"اے بنی ہاشم! تُمہارا چاند غروب ہو گیا۔ اے میرے نانا کے صحابی تُو نے جس بچے کو کبھی اپنے آقا کے دوش مُبارک پر سوار کیا تھا اُس کا جسمِ اطہر گھوڑوں کے سموں

marfat.com

سے پامال ہو گیا"۔

اس کے بعد اس قدر روئیں کہ غش آ گیا۔ اس موقع پر موجود دوسرے سب لوگ بھی شدتِ غم سے رونے لگے۔ قافلہ مدینہ پہنچا تو ان محترم خواتین نے حضرت نعمان بن بشیر کو اس اچھے سلوک پر اپنی چوڑیاں اُتار کر بھیجیں اور فرمایا کہ ہم لُٹے ہوئے مسافروں پر اور کچھ نہیں کہ تیری خدمت کا عوض نہ دے سکیں۔ نعمان نے محبتِ اہلِ بیت میں ان چوڑیاں کو لینے سے بصد احترام انکار کر دیا۔

اس دن سارا مدینہ منورہ سوگوار تھا۔ ہزاروں لوگوں نے روتے ہوئے ان لُٹے ہوئے مسافروں کی پیشوائی کی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے روضۂ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مخاطب ہو کر عرض کیا:

"اے میرے مقدس نانا جان! میں آپ کے فرزند اور اپنے بھائی حسین کی شہادت کی خبر لائی ہوں۔ آپ کی اولاد کو رسیوں میں با[illegible]ے کر۔ بے پردہ کوفہ اور دمشق کی گلیوں میں پھرایا گیا"۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے الفاظ سے لوگوں کی چیخیں نکل گئیں۔ پھر وہ اپنی ماں سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے مزار پر حاضر ہوئیں اور اس درد سے روئیں کہ پتھروں کا کلیجہ بھی پانی ہوتا تھا۔ اس کے بعد وہ اپنے خاندان کے دوسرے لوگوں سے ملیں، انہیں اپنی رودادِ غم سنائی اور سب کو صبر کی تلقین کی۔

کربلا سے واپس لوٹنے تک کبھی مسکراہٹ ان کے لبوں تک نہ آئی۔ آپ ہمیشہ مصائبِ کربلا بیان کرتیں اور رُلاتیں۔ ان مصائب نے ان کے قلب و جان کو پارا پارا کر دیا تھا۔ ایک روایت کے مطابق انہوں نے ۶۲ ہجری میں مدینہ منورہ میں ہی انتقال فرمایا۔ آپ کی وفات سے کربلا کی زندہ داستان دُنیا سے اُٹھ گئی۔ دُوسری روایت

marfat.com

کے مُطابِق حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے شوہر حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے ساتھ شام چلی گئیں۔ وہاں پہنچ کر بیمار ہوئیں اور انتقال کر گئیں۔

ایک اور روایت کے مطابق سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا مدینہ مُنوّرہ میں کربلا کے شہیدوں کے مصائب بیان کرتیں، دُنیا کی بے ثباتی اور حالات کی بے وفائی پر خُون کے آنسُو بہاتیں۔ اُن کا اندازِ خطابت اس قدر دِلکش، درد انگیز، پُر جوش اور اثر آفریں ہوتا تھا کہ لوگوں کی چیخیں نکل جاتیں اور ہر سُو طوفانِ اشک جاری ہو جاتا۔ لوگوں میں اہلِ بیت کریم سے ہمدردی اور محبّت کا جذبہ ٹھاٹھیں مارنے لگتا تھا۔ اہلِ بیت کی اس خطیبۂ عظیم کا خطاب کیا تھا ایک بحرِ بے کراں تھا جو کناروں سے اُچھلتا دُور دراز کے علاقوں کو بھی سیراب کرنے لگتا تھا۔ سیّدہ زینب بنتِ علی رضی اللہ عنہا کی خطابت حضُور نبی کریم اور سید علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خطابت کا امتزاج تھی۔ جب لوگوں کے اندر حُبِّ اہلِ بیت کا جذبہ شِدّت سے ٹھاٹھیں مارنے لگا تو مدینہ کے گورنر نے یزید کو ان مُعاملات سے آگاہ کیا۔ اُس نے انہیں کسی اور شہر میں بھیجنے کا حکم بھیج دیا۔ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کسی صُورت بھی نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم کے قُرب سے دُوری گوارا کرنے کو تیار نہیں تھیں مگر بہت سے ہمدردوں اور اہلِ بیت سے خُصُوصی محبّت رکھنے والوں نے سمجھایا کہ مصلحت سے کام لیں، کہیں ایک اور کربلا نہ بپا ہو جائے۔ چُنانچہ اُنہوں کے سمجھانے پر سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا حضرت سکینہ و فاطمہ بناتِ حضرت امام حسین کو ساتھ لے کر مصر چلی گئیں۔ وہاں کے امیر حضرت مسلمہ بن مخلد انصاری نے اُن کی غیر معمولی تعظیم کی۔ ایک خُوبصورت اور بڑے مکان میں ٹھہرایا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا زندگی کے آخری ایّام تک سیّدنا امام حُسین رضی اللہ عنہ اور سرزمین کربلا کے دُوسرے شہداء کے حالات سے دل و نِگاہ کو اشکبار کر دیتیں۔ ایک سال بعد ۶۳ ھ میں اہلِ بیت کی عظیم خطیب اور تعلیماتِ اسلام کی نامور عالِمہ اس کائنات سے

marfat.com

دارِ فانی کی طرف کُوچ کر گئیں۔ مدینہ مُنوّرہ میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی قبر کا کوئی نشان نہیں۔
البتہ دمشق اور قاہرہ دونوں مقامات پر اُن کے مزار مَوجُود ہیں۔ شُہداءِ اہلِ بیت سے عقیدت رکھنے والے اصحابِ ایمان اُن پر حاضری دے کر رُوحانی سکون کی دولت حاصل کرتے ہیں۔

...........O...........

مُحتَرم قارئین! سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا بنتِ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ، کا تذکرہ قدرے طویل ہو گیا۔ ہم نے لاکھ چاہا کہ سانحہ کربلا سے آنکھ بچا کر آگے گُزر جائیں مگر ایسا ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی تو پہچان ہی سانحہ کربلا ہے۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بہت بڑی خطیبہ، فصیحہ اور دلوں میں گُداز پیدا کرنے والی سحر بیان مُقرّرہ تھیں۔ مگر اَن کے خُطبات تعلیماتِ اسلامی اور دُوسرے موضوعات پر مُشتمل تھے، ان خُطبات نے حیرت انگیز دلیری و شجاعت، ایمان افروز استقامت اور باطل قُوتوں کے سامنے شمشیر براں بنا کر سینہ سپر ہونے والی محبّت کی استطاعت اور شان عطا کی۔ ان کا تعلّق سانحہ کربلا سے ہے۔ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کا واقعہ کربلا سے تعلّق اوّل سے آخِر تک ہے۔ امام حُسین رضی اللہ عنہ تو خلعتِ شہادت سے سرفراز ہو کر خُدا کے حضور سجدۂ نیاز پیش کر کے سُرخرو ہو گئے۔ اس سے آگے جو کچھ ہے وُہ مُحسنۂ اِسلام سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا بنتِ علی رضی اللہ عنہ کے کِردار کی لازوال چمک ہے جس نے سانحہ کربلا کو لحہ لحہ خُون روتی اور رُلاتی ہوئی قُوّتِ بیان کے ساتھ تاریخ کی زینت بنا دیا۔ اس لئے کیسے ممکن تھا کہ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا بنتِ علی رضی اللہ عنہ کا ذِکر چھڑتا اور کربلا کی لہو رنگ داستان سامنے نہ آتی۔ سرزمینِ کربلا اور سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا دونوں ہی وقت کے اُفق پر اُبھرنے والے لہو رنگ حقائق ہیں۔

تھی داستاں دراز بھی اور دل گُداز بھی
لیکن کہاں یہ دل کہ دیا جائے اس کو طُول

marfat.com

حضرت سمیّہ بنتِ خباط رضی اللہ عنہا

شوکتِ اِسلام کی پہلی شہیدہ مرحبا
نقش ہے تاریخ پر اس کا پیامِ دِل رُبا
اپنے خُون سے دی گواہی عظمتِ اِسلام کی
ہے عمل ہر ایک اُس کا نُورِ ایماں جاں فزا
حضرت یاسرؓ کی بیوی اور ماں عمّار کی
اُس کا خاوند بھی ہوا سُلطانِ عالَم پر فدا
جان دینا دین کی خاطر نہیں آسان کام
ہے یہ لُطفِ جاوداں اور ہے یہ قُدرت کی عطا
ہوں سمیہؓ پر اَبَد تک ہم غُلاموں کے سلام
وُہ ہے زِندہ آج بھی، بُوجہل ذِلّت کی صدا
صبر کر اے آلِ یاسر خُلد ہے تیرے لئے
سرورِ دیں نے ستم ہوتے جو دیکھے تو کہا
اے رِضاؔ زِندہ حقیقت ہے یہی ہر دَور میں
قافلے حق کے چلیں گے اس کے رستے پر سدا

(محمد اکرم رِضاؔ)

marfat.com

اسلام کی شہیدۂ اوّل

حضرت سمیّہ بنت خباط رضی اللہ عنہا

حضور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا اقرار کرنا اور زندگی کے آخری سانس تک اسے عملی طور پر نباہنا بہت مشکل کام ہے۔ عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نعرہ لگانا آسان ہے مگر اس پر عملی طور پر مظاہرہ کرنا آگ اور خون کے سمندر سے گزرنے کے مترادف ہے۔ آج کا دَور تو آج کا دَور ٹھہرا جب آج سے چودہ صدیاں قبل محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اِسلام اور اپنی نبوّت کا اعلان فرمایا تھا تو وہی لوگ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو امین' صادِق' اعلیٰ ترین کردار کا پیکر کہتے نہیں تھکتے تھے' یک بیک آپ کے دُشمن ہو گئے۔ جس زُبان سے نکلنے والے الفاظ کو وہ سچائی اور صداقت کی میزان سمجھتے تھے' اُسی زُبانِ اقدس سے نکلنے والے الفاظ ان کیلئے نا قابلِ برداشت ہو گئے۔ مٹی اور پتھر کے سینکڑوں اصنام نے اُن کی عقلوں پر جہالت' تعصب اور باطل شناسی کی مُہر لگا دی تھی۔ وہ اندر سے محسوس کرتے تھے کہ مُحمّد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زُبان حق و صداقت کے الفاظ کے علاوہ کچھ اور ادا کر ہی نہیں سکتی مگر اپنا قبائلی وقار' انا پسندی اور بُتوں کے ساتھ اُن کی دیرینہ وفاداری اُنہیں حضور علیہ الصّلوٰۃ السّلام کے کلمہ حق کو قبول کرنے سے روک رہے تھے۔ اب اُن کے پاس ایک ہی حربہ تھا کہ امن و سلامتی کے علمبردار اور اُس کے چاہنے والوں پر ظُلم و ستم کے پہاڑ توڑے جائیں۔ خُدا کی توحید و سربُلندی کا نعرہ لگانے والے پر زندگی گزارنی محال کر دی جائے۔ کفر و شرک کے اندھیروں میں آفتابِ نُور روشن کرنے والے پر زندگی حرام کر دی جائے اور وہ اہلِ ایمان جو مُحمّد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر لبیک کہہ کر اُن کی دعوت کو قبول کر رہے ہیں اُن پر زندگی کی ایک ایک سانس دشوار کر دی جائے۔

ہمارا اسلام شوق پہنچے اُن فرزندانِ عزیمت کو جنھوں نے ہر مشکل گھڑی میں

marfat.com

حامیٔ بے کساں، معینِ عاصیاں ﷺ کا ساتھ چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ کا دامانِ اسلام تھام لیا، خدا کی وحدانیت اور رسالتِ محمدی علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا اقرار کر لیا تو پھر ان کے قدم راہِ استقامت میں کبھی ڈولنے نہ پائے۔ وہ اس حقیقت کی تفسیر بن چکے تھے۔

قدم آگے کو اُٹھے ہیں وہ واپس پھر نہیں سکتے
بُلندی عشقِ احمد ﷺ کی مِلی ہے گِر نہیں سکتے

اِسلام قبول کرنے والے "السّابقون الاوّلون" میں جہاں حضرت صِدّیقِ اکبر، حضرت علی، حضرت زید بن حارثہ، حضرت خدیجۃ الکبریٰ، حضرت عثمان، حضرت عُمر فاروقِ اعظم (رضوان اللہ علیہم اجمعین) جیسے سر بُلند نفوس اور عظیم شخصیات کے اسمائے گرامی سامنے آتے ہیں وہاں ایک ایسے گھرانے کا تصوّر بھی اُبھرتا ہے جو تین افراد پر مشتمل تھا۔ حضرت یاسر، حضرت سمیہ اور حضرت عمار بن یاسر۔ یہ گھرانہ بھی اوّلین مسلمانوں میں سے تھا۔ کفّار جہاں دُوسرے مسلمانوں کو ستاتے تھے، ایذائیں دیتے، وہاں ان کے قبیلوں سے کئی مرتبہ خائف بھی ہو جاتے تھے کہ کہیں ان کی خاندانی حمیّت جوش میں نہ آ جائے اور وہ ہم سے بدلہ لینے پر نہ تُل جائیں۔ اس لئے اُن سے کبھی بھی نرمی اور درگزر بھی کر لیا کرتے مگر یہ مختصر سا گھرانہ تو انتہائی غریب افراد کا تھا، اس لئے اُبوجہل جیسے سفاک اور اُس کے دُوسرے ساتھیوں کا غُصّہ اس خاندان پر نکلتا۔ خُوب خُوب ستاتے جاتے، بلکہ اُن کے ساتھ جو مظالم روا رکھے گئے اُن کا تصوّر کر کے قلبِ ہستی کپکپا اُٹھتا ہے۔ بُوڑھے حضرت یاسر رضی اللہ عنہ، عُمر رسیدہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا اور اُن کے جوان بیٹے ظُلم وتشدّد کی بھینٹ چڑھے ہوئے تھے۔

نبی کریم ﷺ سے اپنے چاہنے والوں کی پریشان حالی پوشیدہ نہیں تھی۔ وہ سب کے محرم راز تھے، سب کے دلوں میں بستے، اس لئے سب کی خبر رکھتے تھے۔ ان تک

marfat.com

یہ بات پہنچی کہ حضرت یاسر رضی اللہ عنہ ' حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا ' حضرت عمار رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ پر ظلم وستم کی انتہا کردی گئی ہے۔ اسی زمانے میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن بنو مخزوم کے محلے سے گزرے تو آپ نے دیکھا کہ کفارِ قریش نے ایک ضعیف العمر خاتون کو لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ میں زمین پر لٹا رکھا ہے اور پاس کھڑے ہو کر قہقہے لگا رہے ہیں' ساتھ ہی اس خاتون سے مخاطب ہو کر کہہ رہے ہیں "محمد کا دین قبول کرنے کا مزہ چکھو"۔

مظلوم خاتون کی بے بسی دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم آبدیدہ ہو گئے اور اُن سے مخاطب ہو کر فرمایا "صبر کرو تمہارا ٹھکانا جنّت میں ہے"۔

راہِ حق میں ظلم سہنے والی یہ خاتون جن کو سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر کی تلقین فرمائی اور جنّت کی بشارت دی' حضرت سمیہ بنتِ خباط تھیں۔

حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا بنتِ خباط کا شمار نہایت بُلند پایہ صحابیات میں ہوتا ہے۔ انہوں نے راہِ حق میں اپنے ضعف اور کبر سنی کے باوجود زہرہ گداز مظالم جھیلے' یہاں تک کہ اپنی جان بھی اسی راہ میں قربان کردی اور اسلام کی سب سے پہلی شہید ہونے کا مُہتم بالشّان شرف حاصل کیا۔

حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کون تھیں' حضرت یاسر رضی اللہ عنہ کون تھے' کہاں کے رہنے والے تھے' کس طور مکہ معظمہ میں آئے اور کس طور سُلطانِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغامِ اسلام نے انہیں اس درجہ متاثر کردیا تھا کہ وہ ہر ستم کو سہنے کیلئے تیار ہو گئے تھے۔ یہ اسلامی مساوات تھی جس نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ ' حضرت خبیب رضی اللہ عنہ اور ان کی طرح حضرت یاسر رضی اللہ عنہ اور حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو بھی یہ احساس دلایا تھا کہ فقط اسلام ہی وہ ضابطۂ حیات ہے جس کے دامن میں پناہ لے کر وہ مقتدر انسانوں کی صف میں کھڑے ہو سکتے ہیں۔ تاریخ کا مُطالعہ ہمیں آگاہ کرتا ہے کہ

marfat.com

حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کے آباؤ اجداد میں صرف ان کے باپ "خباط" کا نام معلوم ہے۔ان کا وطن اور خاندان کون سا تھا اور وہ کب اور کیسے مکہ پہنچیں؟ کُتبِ سِیَر ان سُوالوں کا کوئی جواب نہیں دیتیں' صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ وہ ایّامِ جاہلیت میں مکّہ کے ایک رئیس ابُوحذیفہ بن المغیرہ مخزومی کی کنیز تھیں۔ یہ بعثتِ نبوی سے تقریباً پینتالیس سال پہلے کا ذکر ہے۔اسی زمانے میں یمن سے ایک قحطانی النسل شخص یاسر بن عامر اپنے ایک مفقودالخبر بھائی کی تلاش کرتے ہوئے مکّہ میں وارد ہوئے اور یہیں مستقل اقامت اختیار کر کے ابوحذیفہ بن المغیرہ کے حلیف بن گئے۔اس نے حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت یاسر بن عامر سے کر دی۔اُن کی صلب سے حضرت سمیہ کے دو بیٹے پیدا ہوئے۔حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ۔ یہ وہ زمانہ تھا جب رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بچپن اور جوانی کی منزلیں طے کر رہے تھے۔قیاس یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ اقدس کا یہ سارا دَور حضرت یاسر رضی اللہ عنہ، حضرت سمیہ' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے سامنے گزرا اور اُنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم ترین شخصیت اور اعلیٰ سیرت و کردار کا نہایت گہرا اثر قبول کیا۔ کیونکہ بعثت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوتِ حق کا آغاز فرمایا تو اس سارے خاندان نے کسی تامل کے بغیر اس پر لبیک کہا۔اس وقت ابُوحذیفہ مخزومی کا انتقال ہو چکا تھا اور حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا اس کے ورثاء کی غلامی میں تھیں۔ یہ اہلِ حق کیلئے بڑا پُر آشوب زمانہ تھا۔مکّہ کا جو شخص اسلام قبول کرتا' مُشرکینِ قریش کے غیظ و غضب اور لرزہ خیز جور و تشدّد کا نشانہ بن جاتا' مُشرکین اس مُعاملے میں اپنے قریب ترین عزیزوں کا بھی لحاظ نہیں کرتے تھے۔ حضرت یاسر رضی اللہ عنہ اور ان کے لڑکے غریب الوطن تھے اور حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو بھی ابھی بنو مخزوم نے آزاد نہیں کیا تھا۔ان بے چاروں پر ظُلم و ستم کے پہاڑ توڑنے میں مُشرکین کو کوئی چیز مانع نہیں تھی۔اُنہوں نے اس بے کس خاندان پر

marfat.com

ایسے ایسے مظالم ڈھائے کہ انسانیت سر پیٹ کر رہ گئی۔ حضرت یاسر رضی اللہ عنہ اور حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا دونوں بہت ضعیف اور کبیر السن تھے مگر اُن کی قوتِ ایمانی اور استقامت کا یہ عالم تھا کہ مُشرکین ان کو طرح طرح کی دردناک تکلیفیں دیتے تھے اور شرک پر مجبور کرتے تھے۔

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت کے بعد دعوتِ حق کا آغاز فرمایا تو وہی قُریشِ مکہ جن کی زبانیں آپ کو امین امین کہتے نہیں تھکتی تھیں وہ نہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خُون کے پیاسے بن گئے بلکہ جو شخص بھی دعوتِ حق پر لبیک کہتا اُس پر بے تحاشا ظُلم و ستم ڈھانا شروع کر دیتے تھے۔ اس میں مرد یا عورت کی کوئی تخصیص نہ تھی۔

لیکن ان کے قدم جادۂ حق سے ایک لمحہ کیلئے بھی نہ ڈگمگاتے تھے۔ یہی حال ان مظلوموں کا بھی تھا۔ ان مظلوموں کو لوہے کی زرہیں پہنا کر تپتی ہوئی تپتی ریت پر لٹانا اور اُن کی پُشت کو آگ کے انگاروں سے داغنا اور پانی میں غوطے دینا کُفّار کا روز کا معمول بن گیا تھا۔ ایک مرتبہ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس مقام سے گُزرے جہاں ان مظلوموں کو عذاب دیا جا رہا تھا۔ آپ کو اس پر سخت دُکھ ہوا اور آپ نے فرمایا: صبر کرو اے آلِ یاسر رضی اللہ عنہم تمہارے لئے جنت کا وعدہ ہے"۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر پُوری طرح آشکارا ہو چکا تھا کہ اس خاندان پر ڈھائے جانے والے مظالم کی نظیر نہیں ملتی۔ حضرت ابُوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے کئی غلاموں کو آزاد کرا چکے تھے۔ ہو سکتا ہے سلمان مالی طور پر اس حیثیت کے نہ ہوں کہ ان بیچاروں کو آزادی دلا سکتے ہوں یا پھر ابُوجہل اور اس کے شقی القلب رُفقاء نے اسے اپنی انا اور جاہلی عزت کا مسئلہ بنا لیا ہو کہ ہم نے ہر صُورت غریب بُوڑھے لاچار اور کمزور ماں باپ اور ان کے جوان بیٹوں کی زندگیوں سے کھیل کر ان کی لاشوں کو مسلمانوں کیلئے مقامِ عبرت بنانا ہے۔ اس لئے وہ کسی قیمت پر بھی آلِ یاسر کو آزاد کرنے پر تیار نہ ہوتے تھے۔۔۔۔

marfat.com

رحمت پناہِ بے کساں ﷺ نے تو جس کو جہاں بھی ظُلم و تشدّد کی چکّی میں پِستا دیکھا' خُود کوشش کی یا صحابہ کے تعاوُن سے انہیں آزادی دلانے میں کامیاب رہے۔ یہاں مُعاملہ زیادہ ہی سخت تھا۔ مَظلُوم بھی انتہائی غریب و مفلس اور کمزور تھے اور ظالم و جابر بھی اپنے جبر و ستم کی آخری حدوں کو آزما رہے تھے۔ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اُنہیں دیکھے بغیر بھی نہیں رہ سکتے تھے اس لئے ہر بار انہیں صبر کی تلقین کرتے اور جنّت کا مُژدہ سُناتے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت یاسر رضی اللہ عنہ، حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا اور ان کے بچوں کو مُبتلائے مصیبت دیکھا تو آپ نے فرمایا "صبر کرو' الٰہی آلِ یاسر رضی اللہ عنہ کی مغفرت فرمادے اور تو نے ان کی مغفرت کر ہی دی"۔ بُوڑھے یاسر رضی اللہ عنہ یہ ظُلم سہتے سہتے ایک دن جاں بحق ہو گئے لیکن مُشرکین کو پھر بھی اس خاندان پر رحم نہ آیا اور اُنہوں نے حضرت سمیہ اور ان کے بچوں پر ظُلم کا سلسلہ برابر جاری رکھا۔

اسی طرح ظلَم کرنے اور ظُلم سہنے کا عمل جاری رہا۔ یُوں محسوس ہو رہا ہے کہ ابو جہل ظُلم و تشدّد اور وحشیانہ سفا کی کو آخرِی منزل تک پہنچانے پر تلا ہوا تھا۔ اس نے ظُلم و ستم کا ہر حربہ آزما کر دیکھ لیا تھا کہ یہ نحیف و نزار غلام بُوڑھے بھی اِسلام کو چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہیں۔ اُسے حیرت تھی کہ مُحمد ﷺ نے ان کو کون سا نشہ پلا دیا ہے کہ ان کو اپنی جان کی معمولی سی پرواہ بھی نہیں ہے اور یُوں لگتا ہے کہ مَوت ان کیلئے موت نہیں بلکہ حقیقی زندگی کا پیام ہے۔

کشادِ درِ دل سمجھتے ہیں اس کو...... ہلاکت نہیں موت ان کی نظر میں

ایک دن حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا دن بھر سختیاں سہنے کے بعد شام کو گھر آئیں تو ابو جہل نے ان کو گالیاں دینی شروع کر دی اور پھر اس کا غُصہ اس قدر تیز ہوا کہ اپنا برچھا حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو کھینچ مارا۔ وہ اسی وقت زمین پر گر گئیں اور اپنی جان جانِ آفرین

marfat.com

کے سپرد کر دی۔ ایک روایت میں ہے کہ ابُو جہل نے تیر مار کر حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کے فرزند حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو بھی شہید کر دیا۔ اب صرف حضرت عمار رضی اللہ عنہ باقی رہ گئے تھے۔ اُن کو اپنی والدہ کی مرگِ بے کسی پر سخت صدمہ ہوا' روتے ہوئے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور یہ واقعہ سُنا کر عرض کی:

یا رَسُولَ اللہ! اب تو ظُلم کی انتہاء ہو گئی

حضُور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو صبر کی تلقین کی اور فرمایا:

"اے اللہ! آلِ یاسر کو دوزخ سے بچا"

حضرت عمار رضی اللہ عنہ تو بیٹے تھے اس لئے ان کو والدہ کی مظلومانہ شہادت کبھی نہیں بھول سکتی تھی لیکن سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ابُو جہل کی شقاوت اور حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کی مرگِ بے کسی یاد رہی' چنانچہ غزوۂ بدر (رمضان المبارک ۲ھ) میں ابُو جہل جہنّم واصل ہوا تو حضُور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمّار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو بُلا کر فرمایا:

قَدْ قَتَلَ اللّٰهُ قَاتِلَ اُمِّكَ

وہ وقت بھی کتنا عبرت آفریں تھا جب حضرت یاسر رضی اللہ عنہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ کا قاتل اور حضرت عمّار بن یاسر رضی اللہ عنہ پر تشدُّد کا ہر حربہ آزمانے والا ابُو جہل خُود مَوت کے بے رحم جبڑوں میں جا رہا تھا۔ یہی ابُو جہل تھا جس نے نجانے کتنے حق پرستوں کی زندگیوں کا چراغ گُل کیا تھا اور آج میدانِ بدر میں ایک ہزار مسلح کُفّار کو لے کر حضُور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اور آپ کے جانفروشوں کی زندگیوں کے چراغ گُل کرنے کے ساتھ ساتھ مدینہ مُنوّرہ کی اینٹ سے اینٹ بجانے پر تُلا ہوا تھا۔

اِسلام اور کُفر کی زبردست معرکہ آرائی کے بعد حضرت معاذ اور معوذ رضی اللہ عنہما نے مکہ کے اس فرعون کو شدید زخمی کر کے بے دست و پا کر کے زمین چاٹنے پر مجبور کر دیا تھا۔

marfat.com

اب وہ اپنے بہتے ہوئے خون میں ڈوب کر اپنے وجود کی سانسوں کو ختم ہوتا ہوا محسوس کر رہا تھا۔ اتنے میں حضرت معاذ اور معوذ رضی اللہ عنہما نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابو جہل کی ہلاکت کا مژدہ سُنایا۔ آپ نے خدا کا شکر ادا کیا جس نے ظلم و تکبّر کے پیکر کو موت کی تلخیاں چاٹنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس دوران میں صحابیٔ رسول فقیہ الامت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو کمزور جثے کے مالک تھے ابو جہل کی زرّہ اور سامانِ جنگ بطور مالِ غنیمت حاصل کرنے کیلئے اُس کے قریب پہنچے۔ اُس کی تلوار اُٹھائی اور اسی کے سینے پر چڑھ بیٹھے' موت کے مُنہ میں جانے والے اس شیطان نے پھر بھی اکڑ کر کہا۔

"او چرواہے تجھے پتہ ہے تُو کس کے سینے پر بیٹھا ہے"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا "او ظالم اپنا انجام دیکھ تو ذِلّت و رُسوائی کی موت مر رہا ہے۔ اِسلام سُرخرو ہو چکا اور محمد رسولُ اللہ فاتح ہیں"۔

یہ سُنتے ہی آخری دردناک کراہ ابو جہل کے سینے سے نکلی اور کہا:

"میرا سر میرے گلے سے رگڑ کر کاٹنا تا کہ جب سروں کی گنتی ہو تو مکّے کے سردار کا سر سب سے بُلند ہو"۔

کہ جس کو دیکھنے والے کہیں سردار کا سر ہے
بڑے ہی گردن افراز و سپہ سالار کا سر ہے

ابو جہل مِٹ چکا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عمّار رضی اللہ عنہ بن یاسر کو دیکھا جن کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور اپنے ماں باپ یاد آ رہے تھے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے آنسو پونچھتے ہوئے کہا:

"اللہ نے تمہاری ماں کے قاتل سے بدلہ لے لیا ہے"

حضرت سمیہ کی شہادت ہجرت نبوی سے کئی برس قبل واقع ہوئی تھی اس لئے تمام مورخین اسلام نے انہیں اسلام کی اوّلین شہیدہ قرار دیا ہے۔

marfat.com

حضرت فاطمہ بنتِ خطاب رضی اللہ عنہا

فاطمہ بنتِ خطاب کی زندگی
روشنی روشنی ، بندگی بندگی
اُن کا انداز ہر ایک نُورِ یقیں
اُن کی ہر اک ادا آگہی آ گہی
راہِ اِیمان میں، راہِ ایقان میں
اُن کی ہر اک ادا مِثلِ شمع جلی
تربتر خُون میں آپ کو دیکھ کر
ابنِ خطاب کو دیں کی دولت مِلی
پاک دل پاک خُو نیک دل، باصفا
اُن کا کِردار گُلزارِ حق کی کلی
یہ فدا تھیں دل و جاں سے اِسلام پر
ضَوفِگن اُن کے دل میں تھا عشقِ نبیؐ
نام اُن کا رِضاؔ شوکتِ دینِ حق
اُن کا اِیمان تھا سربسر چاندنی

(محمد اکرم رضاؔ)

marfat.com

حضرت فاطمہ بنتِ خطاب رضی اللہ عنہا

اسلام کا اعلان ہوتے ہی مکہ میں مسلمانوں پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ بُت پرستوں کی سرزمین پر جیسے زلزلہ آ گیا ہو۔ حضور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانِ توحید و رسالت سے، ظالم و جابر بُت پرستوں نے مسلمان کو دن رات ستانا اور انہیں ظلم وتشدد کا نشانہ بنانا شروع کر دیا۔ مسلمانوں حرم بیت اللہ میں آتے تو اُن پر قیامت توڑی جاتی۔ خاص طور پر پیغمبرِ اسلام حضور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحشت و بربریت کا نشانہ بنایا جاتا، آپ پر پتھر پھینکے جاتے، حالتِ سجدہ میں آپ پر گندگی پھینکی۔ ان کے بقول پیغمبرِ اسلام اپنے نئے دین کے ذریعہ انہیں گمراہ کررہے تھے۔ غریب اور نادار مسلمان خاص طور پر ان کے مظالم کا نشانہ بنتے تھے کیونکہ ان میں سے بعض تو اُن کے غُلام ہوتے اور بعض اس قدر غریب کہ ان کے خلاف بول بھی نہیں سکتے تھے۔

لیکن چشم فلک یہ منظر دیکھ کر حیران تھی کہ وہ جتنا زیادہ مسلمانوں کو ستاتے تھے، اسلام ماننے والوں کی تعداد اتنی ہی زیادہ بڑھ رہی تھی۔ خود مکہ کے بڑے بڑے روساء کے گھروں میں کوئی کوئی فرد اسلام قبول کر رہا تھا۔ ان میں مرد بھی تھے اور عورتیں بھی۔ یہ ایسا نشہ تھا کہ جس کی تاثیر حیرت انگیز تھی۔ اسلام قبول کرنے والی ہستیوں میں حضرت فاطمہ بنتِ خطاب رضی اللہ عنہا بھی تھیں، جن کے بھائی عمر ابنِ خطاب حضور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت اور مسلمانوں کو ایذا دینے کے شب و روز بہانے سوچا کرتے تھے۔

حضرت اُم جمیل فاطمہ بنتِ خطاب رضی اللہ عنہا کا شُمار نہایت جلیل القدر صحابیات میں ہوتا ہے لیکن تعجب ہے کہ کُتبِ سِیَر میں اُن کے بہت ہی کم حالاتِ زندگی ملتے ہیں۔ حسب و نسب کے بارے میں اتنا کافی ہے کہ وہ قُریش کے خاندان بنو عدی میں سے تھیں اور سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں، سلسلہ نسب یہ ہے:

marfat.com

فاطمہ بنت خطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن رباح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی بن فہر بن مالک۔

کعب بن لوی پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا سلسلۂ نسب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب سے مل جاتا ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت سعید بن زید (بن عمرو بن نفیل) سے ہوئی جو اصحاب عشرہ مُبشرہ میں سے ایک ہیں۔ دونوں میاں بیوی کو اللہ تعالیٰ نے فطرتِ سعید سے نوازا تھا۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بِعثت کے بعد جونہی دعوتِ حق کا آغاز فرمایا۔ حضرت سعید اور حضرت فاطمہ بِلا تامل آگے بڑھے اور دینِ حق کے حلقہ بگوش بن گئے۔ ان سے پہلے صرف گِنتی کے چند سعید الفطرت اصحاب شرفِ اسلام سے بہرہ ور ہوئے تھے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا سے پہلے صرف چھبیس آدمی ایمان لائے تھے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ستائیسویں مسلمان تھیں اور حضرت سعید رضی اللہ عنہ اٹھائیسویں مسلمان تھے۔ اس طرح دونوں میاں بیوی کو "السابقون الاوّلون" میں بھی امتیازی حیثیت حاصل ہے۔

جس زمانے میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سعادت اندوزِ اسلام ہوئیں اُن کے نامور بھائی عُمر بن الخطاب دینِ حق کی مُخالفت میں پیش پیش تھے۔ یہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا استقلال اور اخلاص فی الدّین ہی تھا جس نے ایک دن ان کو عُمر بن الخطاب سے فاروقِ اعظم بنا دیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی کتابِ زندگی کا یہ سب سے تابناک باب ہے اور بہت سے اربابِ سِیَر نے اُسے بڑی تفصیل کے ساتھ قلمبند کیا ہے۔ تاہم کچھ ایسی روایات بھی ہیں جن میں حضرت عُمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قبولِ اِسلام کے واقعہ کو ایک دُوسری صُورت میں پیش کیا گیا ہے۔ اس میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ذکر نہیں آیا لیکن مشہور روایت وہی ہے جسے ابنِ اسحاق، ابُویعلیٰ، بزار، طبرانی، بیہقی، دارقطنی اور کئی دُوسرے اہلِ

marfat.com

سیر نے تواتر کے ساتھ نقل کیا ہے اگرچہ تفصیلات میں تھوڑا بہت اختلاف ہے لیکن واقعہ کی صُورت قریب قریب یکساں ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ۶ بعدِ بعثت میں ایک دن حضرت عمر علی الصباح شمشیر بدست گھر سے یہ ارادہ کر کے نکلے کہ آج شمع رسالت ﷺ کو بُجھا کر دم لیں گے۔

مشہور روایت ہے کہ جب سرورِ عالَم ﷺ کے شجاع چچا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب دولتِ ایمان سے بہرہ ور ہو گئے تو مُشرکینِ قریش کے پندار پر سخت ضرب لگی۔ انہوں نے مُشتعل ہو کر ایک اجتماعِ عام کیا جس میں ابُوجہل نے اعلان کیا کہ جو شخص محمد (ﷺ) کو قتل کرے گا میں اسے سو سُرخ اُونٹ (جو بہت گراں بہا ہوتے تھے) اور چالیس ہزار درہم نقد بطورِ انعام دُوں گا۔

حضرت عُمر رضی اللہ عنہ بھی اس اجتماع میں مَوجُود تھے۔ انُہیں اِنعام کا لالچ تو نہیں تھا لیکن اپنی زور آوری اور طاقت پر بڑا ناز تھا۔ ابُوجہل کی اشتعال انگیز تقریر سُن کر جوش میں آ گئے اور باآوازِ بُلند کہا:

"مجھے لات وعزیٰ کی قسم جب تک میں محمد (ﷺ) کو قتل نہ کرلوں گا' زمین پر نہ بیٹھوں گا"۔

جامع ترمذی میں ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کے بعد سرورِ دوعالَم ﷺ کے دل میں شدید خواہش پیدا ہوئی کہ اللہ تعالیٰ قریش کے دوستونوں عمرو بن ہشام (ابُوجہل) اور عمر بن الخطاب میں سے کسی ایک کو دولتِ اسلام سے بہرہ ور کر دے چُنانچہ آپ نے دُعا مانگی:

اللھم اعزّ الاسلام باحد الرجلین اما ابن ھشام واما عمر ابن الخطاب

(الٰہی! اسلام کو ابنِ ہشام یا عمر بن الخطاب سے عزّت دے)

marfat.com

یہ دعا فوراً اجابت پر پہنچی اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب کو اسلام کا دست و بازو بنانے کیلئے چُن لیا۔ اس واقعہ (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دُعا مانگنے) کے دوسرے ہی دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کا عزم کر کے گھر سے نکلے۔ راستے میں اِتّفاق سے اُن کے قبیلہ بنو عدی کے ایک صاحب حضرت نُعَیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ مل گئے۔ وہ خُفیہ طَور پر دولتِ اسلام سے بہرہ مند ہو چکے تھے۔ اُنہوں نے پُوچھا:

''عُمَر یہ آج شمشیر بکف کدھر چلے ہو''۔

حضرت عمر: ''آج اپنے دین سے مُنحرف ہو جانے والے اس شخص کو قتل کرنے جاتا ہوں جس نے قریش کی جمعیت کو پارہ پارہ کر ڈالا ہے' ہم سب کو احمق قرار دیا ہے۔ ہمارے معبودوں کی مُذمّت کی ہے اور ہمارے دین میں کیڑے ڈالے ہیں''۔

حضرت نُعَیم: عُمَر یہ بڑا خطرناک کام ہے' خُدا کی قسم تُم سخت غلط فہمی میں مُبتلا ہو' اگر تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کرنے میں کامیاب ہو گئے تو کیا بنو عبد مناف تُمہیں زمین پر چلنے پھرنے کیلئے زندہ چھوڑ دیں گے؟

حضرت عُمر (رضی اللہ عنہ) نے کہا ''مجھے کسی کا خوف نہیں ہے۔ معلُوم ہوتا ہے کہ تُم نے بھی اپنا آبائی مذہب ترک کر کے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دین اختیار کر لیا ہے۔ کیوں نہ پہلے تُمہیں ہی اس کا مزہ چکھا دوں''۔

حضرت نُعَیم نے کہا: تم مجھ کو تو بعد میں مزہ چکھانا پہلے اپنے گھر والوں کی تو خبر لو۔

حضرت عُمر بولے: ''میرے کون سے گھر والے''

حضرت نعیم رضی اللہ عنہ بولے: ''تمہاری بہن فاطمہ رضی اللہ عنہا اور بہنوئی سعید بن زید رضی اللہ عنہ جو دونوں مسلمان ہو چکے ہیں' میری نسبت تُم پر اُن کا زیادہ حق ہے''۔

حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) یہ سُن کر جوشِ غضب سے بے قرار ہو گئے۔ پلٹ کر حضرت

marfat.com

فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر پہنچے۔ وہاں اس وقت سادس الاسلام حضرت خباب بن اَلارت بھی مَوجُود تھے۔ اُن کے پاس ایک صحیفہ تھا جس میں سورۂ طٰہٰ لکھی ہوئی تھی۔ وہ دروازہ اندر سے بند کر کے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور اُن کے شوہر حضرت سعید رضی اللہ عنہ کو اس کی تعلیم دے رہے تھے۔ حضرت عُمر (رضی اللہ عنہ) نے اُن کی آواز سُن لی اور زور سے دروازہ کھٹکھٹایا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سمجھ گئیں کہ یہ عُمر ہیں۔ اُنہوں نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ کو گھر کے پچھلے حِصّے میں دھکیل دیا اور قُرآنِ پاک کے اجزاء کو جلدی سے کہیں چُھپا کر دروازہ کھول دیا۔

حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے گھر میں داخِل ہوتے ہی پُوچھا:

''یہ کیسی آواز تھی جو ابھی میں نے سُنی ہے''۔

حضرت فاطمہ اور حضرت سعید نے کہا: ''تُم نے کُچھ نہیں سُنا''۔

حضرت عُمر سخت غضب ناک ہو کر بولے۔

''نہیں میَں نے سُنا ہے' خُدا کی قسم میں سُن چکا ہوں کہ تم دونوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دین اختیار کر لیا ہے''۔

یہ کہہ کر وہ اپنے بہنوئی (حضرت سعید بن زید) سے لپٹ گئے' اُن کے لمبے بال پکڑ کر زمین پر دے مارا اور پھر بے تحاشہ پیٹنا شروع کر دیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا شوہر کو بچانے کیلئے اُٹھیں تو اُنہیں بھی مارا۔ پھر حضرت سعید رضی اللہ عنہ پر ایک لکڑی سے وار کیا چاہتے تھے کہ حضرت فاطمہ آگے آ گئیں' وار اُن کے سر پر پڑا اور اُس سے خُون کے فوارے چھُوٹنے لگے۔ اسی حالت میں شوہر کے ساتھ ہم زبان ہو کر بولیں:

''ہاں ہم نے اِسلام قبُول کر لیا ہے۔ اللہ اور اللہ کے رسُول پر ایمان لے آئے ہیں تم جو کر سکتے ہو کر لو' دینِ حق کو ہم کبھی نہیں چھوڑ سکتے''۔

ایک اور روایت میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے یہ الفاظ منسوب ہیں جن کی

marfat.com

حفیظ جالندھری نے کیا خُوب ترجمانی کی ہے:

بہن بولی عُمر ہم کو اگر تُو مار بھی ڈالے
شکنجوں میں کسے یا بوٹیاں کُتّوں سے نچوالے
مگر ہم اپنے دینِ حق سے ہرگز پھر نہیں سکتے
بلندی معرفت کی مِل گئی ہے گِر نہیں سکتے

ہمشیرہ کی جرأتِ گفتار اور استقامتِ ایمان اور بے خوف لہجہ دیکھ کر عُمر کا باطن بیدار ہونے لگا۔ ان بہن اور بہنوئی کو غور سے دیکھا جن کو مار مار کر خُون میں نہلا دیا تھا۔ یہ کیفیتِ مَظلُومی اور جذبۂ ایمانی

دہن سے نامِ حق' آنکھوں سے آنسو' مُنہ سے خُون جاری
عُمر کے دل پہ اس نقشے سے عبرت ہو گئی طاری

آہستہ آہستہ اُن کا غُصّہ ندامت میں تبدیل ہونے لگا۔ آخر کو دُعائے مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی تاثیر دِکھائی تھی اور آپ نے ہی آگے چل کر فاروقِ اعظم بننا تھا۔ حضرت فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا نے اپنا خُون بہا کر کسی اور ہی راستے پر ڈال دیا۔ تھوڑی دیر خاموشی سے بیٹھے رہے پھر بولے:

''اچھا تو جو کچھ تم پڑھ رہے تھے مجھے بھی دکھاؤ''۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہمیں ڈر ہے کہ تم اس کو ضائع کر دو گے''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے معبودوں کی قسم کھا کر کہا کہ ''تم کوئی اندیشہ نہ کرو میں اسے پڑھ کر واپس کر دُوں گا''۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دل میں اب خیال آیا کہ شاید بھائی کے دل پر کلام الٰہی کا اثر ہو جائے۔ انہوں نے کہا:

marfat.com

''ہم خدا کا کلام پڑھ رہے تھے' یہ صحیفہ جس میں کلامِ الٰہی درج ہے اس کو صرف پاک آدمی ہی ہاتھ لگا سکتے ہیں۔ جب تک تم غسل کر کے بدن پاک نہ کر و اس صحیفے کو نہیں چھو سکتے''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُٹھ کر غسل کیا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے صحیفہ اُن کے ہاتھ میں دے دیا۔ اُنہوں نے سورہ طٰہٰ کا ابتدائی حصہ ہی پڑھا تھا کہ جسم پر لرزہ طاری ہو گیا' دِل سے کُفر و شرک کا زنگ دُور ہونے لگا۔ جُوں جُوں تلاوت کرتے جاتے تھے قُرآنِ کریم کی شوکتِ الفاظ' نُدرتِ بیان اور فصاحتِ زُبان اُنہیں مسحور کرتی جاتی تھی۔ جب اس آیت پر پہنچے:

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ط لَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی

(پارہ ۱۶، سورہ طٰہٰ، آیت ۸)

یعنی اللہ (وہ ہے) کوئی عبادت کے لائق نہیں بغیر اس کے۔ اس کیلئے بڑے خوبصورت نام ہیں۔

تو اُن پر رِقّت طاری ہوگئی اور بے اختیار پکار اُٹھے:

"ما احسن الکلام" یہ کتنا پیارا کلام ہے...... جونہی حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کی زُبان سے یہ الفاظ ادا ہوئے حضرت خباب رضی اللہ عنہ مکان کے پچھلے حصے سے نکل کر باہر آ گئے اور جوشِ مسرّت میں حضرت عُمر رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہا: اے عُمر مُبارک ہو' رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا تیرے حق میں قبول ہو گئی۔ حضُور صلی اللہ علیہ وسلم نے کل ہی دُعا مانگی تھی کہ الٰہی عمرو بن ہشام اور عمر بن خطاب میں سے جس کو تو چاہتا ہے اسلام میں داخِل کر''۔

بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے زخمی ہونے کے بعد حضرت عُمر رضی اللہ عنہ نے اَن سے کہا کہ جو کُچھ تم پڑھ رہے تھے مجھ کو بھی پڑھ کر سُناؤ۔

marfat.com

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے جسم سے خون صاف کیا، وضو کر کے کلام اللہ کے اوراق نکالے اور پھر بڑے جوش سے سورہ طٰہٰ کی تلاوت شروع کر دی۔

طٰهٰ ○ مَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَىٰ ○ إِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَن يَخْشَىٰ ○ تَنزِيلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْأَرْضَ وَالسَّمَاوَاتِ الْعُلَى ○ الرَّحْمَٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَىٰ ○

(پارہ ۱۶، سورہ طٰہٰ، آیت ۱ تا ۵)

(طٰہٰ) نہیں اُتارا ہم نے آپ پر یہ قرآن کہ آپ مشقت میں پڑیں۔ بلکہ یہ نصیحت ہے اس کے واسطے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے۔ یہ اُتارا گیا ہے اس ذات کی طرف سے جس نے پیدا کیا زمین کو اور بُلند آسمانوں کو۔ وہ بے حد مہربان کائنات کی فرمانروائی پر متمکن ہوا۔

جوں جوں پڑھتی جاتی تھیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دل پانی ہوتا جاتا تھا جب اُنہوں نے پڑھا::

لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرَىٰ

(پارہ ۱۶، سورہ طٰہٰ، آیت ۶)

اسی کی مِلک میں ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے اور جو کچھ گیلی مٹی کے نیچے ہے۔

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ضبط نہ کر سکے اور بولے:

"اے فاطمہ! جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین کے نیچے ہے کیا وہ سب تمہارے خدا کا ہے؟"

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: "بے شک بھائی! ہمارا اللہ بڑی شان اور

marfat.com

قُدرت والا ہے"۔

حضرت عُمر رضی اللہ عنہ نے کہا "ذرا یہ اوراق مجھے بھی دو"۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: بھائی ہمارے اللہ کا حکم ہے:

لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ

جب تک کوئی پاک و صاف نہ ہو کلام الٰہی کو ہاتھ نہ لگائے۔ آپ پہلے غُسل کریں اس کے بعد شوق سے ان اوراقِ مُقدّس کو دیکھیں۔

چُنانچہ حضرت عُمر رضی اللہ عنہ نے اُٹھ کر غُسل کیا اور پھر نہایت ذوق و شوق سے کلامِ الٰہی کو دیکھنا شروع کیا' اس کی تاثیر نے انہیں مغلوب کر لیا لیکن جب اس آیت پر پہنچے:

اِنَّنِیْۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ

(پارہ ۱۶، سورہ طٰہٰ، آیت ۱۴)

ترجمہ: (یقیناً میں ہی اللہ ہوں' میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں' تو میری ہی عبادت کیا کر اور میری ہی یاد کیلئے نماز پڑھا کر)

تو بے اختیار ہو گئے اور زار زار رونے لگے حتّیٰ کہ داڑھی کے سب بال تر ہو گئے۔ پھر اپنے بہنوئی اور بہن سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"خُدا کیلئے میری زیادتی مُعاف کر دو اور گواہ رہو کہ مَیں سچے دِل سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتا ہوں"۔

اس کے بعد حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ حضُور صلی اللہ علیہ وسلم دارِ ارقم میں تشریف فرما ہیں۔ چُنانچہ حضرت عُمر رضی اللہ عنہ تلوار کمر سے باندھے ہوئے دارِ ارقم کی جانب روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچ کر دروازے پر دستک دی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دروازہ کھولنے میں تامل ہوا۔ اس موقع پر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو جوش آ گیا' اُنھوں نے کڑک کر کہا: دروازہ

marfat.com

کھول دو، عُمر نیک ارادے سے آیا ہے تو بہتر ورنہ اسی کی تلوار سے اس کا سر اُڑا دوں گا۔

دروازہ کھلنے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بے تابانہ اندر داخل ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی چادر کو اپنی مٹھی میں دبا کر زور سے کھینچا اور فرمایا "ابن خطاب کس نیت سے یہاں آئے ہو"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جلالِ نبوّت نے لرزا دیا۔ سر جھکا کر نہایت ادب سے عرض کی:

"یَارَسُولَ اللہ! میں اللہ اور اُس کے رسُول پر ایمان لانے کیلئے حاضر ہوں"۔

اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زور سے اللہ اکبر فرمایا۔ تمام صحابہ سمجھ گئے کہ عُمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے ہیں۔ انہوں نے جوشِ مسرّت میں اس زور سے نعرۂ تکبیر بُلند کیا کہ مکّہ کی پہاڑیاں گونج اُٹھیں۔ حضرت فاطمہ اور حضرت سعید بن زید کے مسلمان ہونے کا علم ہوا لیکن صحیح بُخاری کی ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُن کے اسلام سے پہلے ہی آگاہ تھے اور اِسلام لانے کے جرم میں اُن کو باندھ لیا کرتے تھے۔

اس روایت کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے قبولِ اسلام سے پہلے بھی بہن اور بہنوئی پر اسلام لانے کے جُرم میں کبھی کبھی سختی کیا کرتے تھے لیکن سختی صرف ان کے باندھنے تک محدود تھی۔ جس دن انہوں نے اسلام قبول کیا، یہ سختی حد سے تجاوز کر گئی اور بہن ان کے ہاتھ سے سخت زخمی ہو گئیں۔ شاید قضاوقدرت کو یہی منظور تھا کہ بہن کے سر سے خون بہتا دیکھ کر اُن کا سخت دل نرم ہو جائے۔

۱۳ بعدِ بعثت میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کا اِذن دیا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور اُن کے شوہر حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بھی مہاجرینِ اوّلین کے ساتھ مدینے پہنچے اور حضرت ابولبابہ انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر قیام کیا۔ دُرِمنثور کی ایک روایت کے مطابق حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عمر فاروق

marfat.com

رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں وفات پائی لیکن اہلِ سیر نے اُن کے زمانہ وفات سے لاعلمی کا اظہار کیا ہے۔ ابنِ اثیر کا بیان ہے کہ اُنہوں نے اپنے پیچھے ایک لڑکا چھوڑا جس کا نام عبدالرحمٰن تھا لیکن حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اُن کے چار بیٹے تھے۔ عبداللہ، عبدالرحمٰن، زید اور اسود (رضی اللہ عنہم)

حضرت فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا کے حالات کم دستیاب سہی لیکن اُن کی یہ قربانی بھلا کم ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ جیسے سخت گیر اور درشت مزاج انسان کو ایوانِ اسلام تک لے آئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اتنا مارا کہ جسم و جان لرز اُٹھے، نہ انہوں نے بہن کا خیال کیا، نہ بہنوئی کا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اس وقت حقانیتِ اسلام کی مضبوط چٹان بن چکی تھی جس کی مضبوطی بڑے بڑے مضبوط اعصاب رکھنے والوں کو گداز بخش دیتی ہے۔ آپ نے ظلم و ستم کی آخرِ حد کو برداشت کر لیا مگر سنگِ خارا کو اسلام اور قرآن فہمی کی تاثیر بخش ہی دی۔ جب بھی استقامتِ عمل اور فروغِ دین کیلئے جرأتِ ایمانی کا مظاہرہ کرنے والی خواتین کا ذکر آئے گا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت خطاب کا تذکرہ ضرور چھڑے گا۔ سلام ہوں اس عظیم ہستی پر جو کمزور عورت ہو کر بھی رفعتِ قرآن کا ستون بن گئیں اور ان کے اس عمل نے اسلام کے قافلے کو نئی تب و تاب اور برق رفتاری بخش دی۔

جنابِ فاطمہؓ نے شمعِ ایماں کو ضیا بخشی
شہِ کونینؐ کی اُلفت میں جینے کی ادا بخشی

marfat.com

حضرت اُمِّ سُلیم رضی اللہ عنہا بنتِ طلحان

زینتِ دُنیائے نسواں، حضرت اُمِّ سُلیمؓ
عاشقِ سُلطانِ دوراں، حضرت اُمِّ سلیمؓ

جس کو ہر پل ہر گھڑی ہر آن آقا تھے عزیز
خدمتِ احمدؐ کا عُنواں، حضرت اُمِّ سُلیمؓ

چہرۂ سُلطانِ دیں کی اک جھلک جس کے لئے
تھی غمِ ہستی کا درماں، حضرت اُمِّ سُلیمؓ

انسؓ کی تھیں والدہ سرکار کی تھیں خادمہ
احمدِ مرسلؐ پر قُرباں، حضرتِ اُمِّ سلیمؓ

رحمۃ للعالمیں کی تھیں رِضا اُن کو عزیز
سرورِ عالمؐ پہ قُرباں، حضرت اُمِّ سلیمؓ

تھیں دُعائیں اُن کو حاصِل رحمتِ دارین کی
جن پہ تھے سرکار نازاں، حضرت اُمِّ سلیمؓ

اے رِضا یہ عورتوں کے حق میں رشکِ زندگی
خالقِ ہستی کا احساں، حضرتِ اُمِّ سُلیمؓ

(محمد اکرم رضاؔ)

marfat.com

حضرتِ اُمِّ سلیم رضی اللہ عنہا بنتِ طلحان

ایمان کی سب سے بڑی کسوٹی یہی ہے کہ صاحب ایمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کو اپنی زندگی سے بڑھ کر عزیز جانے۔ آپ کی ذات کو حاصلِ ایمان سمجھے' شوکتِ ایقان تصوّر کرے اور خدا اور رسولِ خدا اس سے جب بھی کوئی قربانی طلب کریں یہ اپنی جان کا نذرانہ ہتھیلی پر سجا کر بارگاہِ رسُول میں حاضر ہو جائے۔ ماں باپ' بہن بھائی' جائیداد حتیٰ کہ وہ زندگی جو رگوں کے اندر رقصاں ہے اسے ناموسِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم پر تصدق کر کے اپنی خوش بختیوں پر ناز کرے۔ مکّہ معظمہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت دل بدوؤں اور سنگدل اصنام کے پرستاروں سے واسطہ پڑا مگر رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دامانِ کریم سے وابستہ ہونے کے بعد یہاں سے ایسے اصحابِ ایمان اُٹھے جو ناموسِ رسُول کی خاطر اپنی جانوں پر کھیل گئے۔ نذرانہ جاں پیش کرنے والوں میں مرد اور عورت کی تخصیص نہیں بلکہ

؎ یہ رُتبہ بُلند ملا جس کو مِل گیا
ہر مُدعی کے واسطے دار و رسَن کہاں

لیکن جونہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ مُنورہ میں داخل ہوتے ہیں تو یہاں کی ہر چیز آپ کے قدموں پر تصدق ہونے کیلئے بے قرار نظر آتی ہے۔ مرد اور عورت تو ایک طرف بچے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نامِ نامی پر کٹ مرنے کیلئے بے قرار نظر آتے ہیں۔ ان خوش بختوں میں سے ایک حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا بنتِ طلحان رضی اللہ عنہ بھی ہیں جو محبتِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار نظر آتی ہیں اور آپ کی رِضا جوئی کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتیں۔

نام رمیلہ یا مہلہ اور بعض کے نزدیک رمیثہ ہے۔ اُمّ سلیم اور اُمِ انس کُنیت' عمیصا اور رمیا لقب ہے۔ ان کے باپ طلحان بن خالد مدینہ کے باشندے اور انصار کے قبیلہ نجّار سے تعلّق رکھتے تھے۔

marfat.com

مالک بن نضر سے نکاح ہوا جو اُن کے ہم قبیلہ تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ انہیں سے پیدا ہوئے۔ اوائلِ اسلام میں مسلمان ہوئیں۔ اسی بناء پر حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اصابہ میں لکھا ہے: اسلمت مع السابقین الی الاسلام من الانصار۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ اس وقت بچہ تھے۔ حضرت اُمِّ سلیم رضی اللہ عنہا اُن کو کلمہ پڑھاتی تھیں تو مالک بن نضر جو اپنے مذہب پر قائم تھے اور مشرک تھے' بہت خفا ہوتے تھے کہ تم میرے بچہ کو بھی بے دین کیے دیتی ہو' غرض وہ مسلمان نہ ہونا تھے نہ ہوئے اور اسی حالت میں ناراض ہو کر شام چلے گئے۔ یہاں ان کا کوئی دشمن پہلے سے منتظر تھا۔ اس نے موقعہ پا کر قتل کر ڈالا۔ اب اُمِّ سلیم رضی اللہ عنہا بیوہ تھیں اور حضرت انس کے بچپن سے پریشان۔ اگر ایسے وقت میں نکاح کر لیتیں تو قابلِ الزام نہ تھیں مگر انہوں نے بڑے استقلال سے کام لیا اور سب کے پیغام یہ کہہ کر رد کر دیے کہ جب تک میرا بیٹا مجلسوں میں اٹھنے بیٹھنے اور گفتگو کرنے کے قابل نہ ہو جائے' نکاح نہ کروں گی۔ پھر جب انس ہی میرے نکاح پر رضامند ہو گا تو کروں گی۔ ان کا یہ کہنا اس خیال سے تھا کہ سوتیلے باپ سے حضرت انس کو تکلیف نہ ہو۔

جب حضرت انس رضی اللہ عنہ سنِ شعور کو پہنچے تو انہیں کے قبیلہ کے ایک شخص ابوطلحہ نے نکاح کا پیغام دیا مگر مالک کی طرح یہ بھی مُشرک تھے۔ اس لئے انہوں نے عُذر کیا اور کہا: میں تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائی ہوں اور گواہی دیتی ہوں کہ وہ خُدا کے رسول ہیں۔ تمہارے اوپر البتہ افسوس ہے کہ پتھر اور لکڑی کے بُت پُوجتے ہو جو تمہیں کچھ نفع نقصان نہیں پہنچا سکتے ہیں۔ یہ تفہیم کچھ ایسے انداز میں کی گئی کہ اسلام کی صداقت ابوطلحہ کی سمجھ میں آ گئی اور چند دن کے غور کے بعد وہ حضرت اُمِّ سلیم کے پاس آ کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔

ابوطلحہ مالی لحاظ سے بہت معمولی حیثیت کے آدمی تھے مگر چونکہ حضرت اُمِّ

marfat.com

سلیم رضی اللہ عنہا کے سمجھانے سے مسلمان ہوئے تھے اس لئے حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا کے دل میں اُن کی وُقعت بڑھ گئی تھی اور انہوں نے قبولِ اسلام کے بعد ہی ابوطلحہ سے کہہ دیا' میں بھی تم سے نکاح کرتی ہوں اور سوائے اسلام کے کوئی مہر نہیں لیتی۔ یہ نکاح حضرت انس رضی اللہ عنہ کے زیر اہتمام ہوا۔

حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا بھی بعض دوسری مسلمان شیر دل عورتوں کی طرح جہاد میں مردوں کے دوش بدوش رہیں اور برابر کام کیا۔ صحیح مُسلم میں ہے: رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوات میں اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا اور انصار کی چند عورتوں کو ساتھ رکھتے تھے' جب آپ جنگ میں مشغول ہوتے تو یہ پانی پلاتیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔

جنگِ اُحد میں اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا مع اپنے شوہر حضرت ابُوطلحہ کے شریک تھیں۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں دُشمنوں کے تیر اور نیزے جگر پر روکتے تھے اور حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا بڑی مُستعدی سے مجاہدین کی خدمت میں معروف رہتی تھیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا کو پائینچے چڑھائے مشک بھر بھر کر لاتے اور زخمیوں کو پانی پلاتے دیکھا' جب مشک خالی ہو جاتی تھی تو پھر بھر لاتی تھیں۔

حضرت ابوطلحہ سے نکاح ہو جانے کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا حضرت انس رضی اللہ عنہ کو آپ کی خدمت میں دے چکی تھیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ آپ کے خُدّام خاص میں سے تھے۔ اور آپ کو بہت محبوب تھے۔ ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر گئے تو اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے مکھن اور کھجوریں پیش کیں آپ نے اُمِ سلیم اور اُن کے خاندان کیلئے دُعا مانگی۔ حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ اُس وقت محبت نبوی جوش پر ہے تو کہا: یارسُولَ اللہ! مَیں سب سے زیادہ انس کو چاہتی

marfat.com

ہوں جو آپ کا خدمت گار ہے' اُس کیلئے خصوصیت سے دُعا فرمایئے۔ آپ نے دُعا کیلئے ہاتھ اُٹھائے اور فرمایا اے اللہ! اس کو مال دے' اولاد دے اور اُس کی عمر میں برکت عطا فرما۔ اور اسی دُعا کا اثر تھا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ تمام انصار سے زیادہ متموّل اور معمّر ہوئے۔ کثرت سے اولاد ہوئی اور سو سال سے زیادہ عُمر پائی۔

حضرت ابُوطلحہ رضی اللہ عنہ کے صُلب سے اُن کا ایک بیٹا ابوعمیر بھی تھا۔ اُبوعمیر چھوٹا تھا اور کمسنی ہی میں انتقال کر گیا۔ ایک بار آپ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے اور اُبوعمیر کو رنجیدہ دیکھ کر آپ نے حضرت اُمِّ سلیم رضی اللہ عنہا سے دریافت فرمایا: کیا بات ہے آج میں ابوعمیر کو سُست دیکھتا ہوں؟ اُمِّ سلیم رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ اس کی ایک چڑیا (نغیر) مر گئی' وہ اس کے ساتھ کھیلا کرتا تھا۔ آپ نے بُلا کر اُبوعمیر کے سر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: اے ابوعمیر تیری نغیر کیا ہوئی؟ وہ ہنس دیا اور اس وقت سے یہ جملہ بطور تبرکاتِ نبوی ضرب المثل ہو گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنتِ جحش سے نِکاح کیا تو حضرت اُمِّ سلیم رضی اللہ عنہا نے ایک لگن میں مالیدہ بنا کر حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بھیجا اور کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنا یہ حقیر ہدیہ قبول فرمائیں"۔

حضرت اُمِّ سلیم رضی اللہ عنہا قبیلہ خزرج کی نہایت مُعزز شاخ عدی بن نجّار سے تعلّق رکھتی تھی۔

بعض تذکرہ نویسوں سے حضرت اُمِّ سلیم رضی اللہ عنہا کو رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خالہ بتایا ہے اور یہ اس لئے کہ آپ کی پردادی سلمٰی (حضرت عبدالمطلب کی والدہ) کا تعلّق بھی بنونجار سے تھا اور حضرت اُمِّ سلیم' سلمٰی کے بھائی کی پوتی تھیں۔ اس نسبت سے وہ اوران کی بہن اُمِّ حرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خالہ مشہور ہو گئی تھیں۔

marfat.com

قبولِ اسلام کے بعد حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کے دُوسرے خاوند حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ محبّت رسُول اور جذبۂ ایثار کی بدولت بڑے جلیل القدر صحابہ میں شُمار ہوئے۔ حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کے ایماء پر ہی حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہا حضرت انس رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور آپ سے درخواست کی تھی کہ آپ انس رضی اللہ عنہ کو اپنی غلامی میں لے لیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی درخواست کو شرفِ قبولیت عطا کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کا اِعتقاد بہت بڑھا ہوا تھا اور آپ سے بڑی محبّت کرتی تھیں۔ ایک بار حضرت ابوطلحہ آئے اور کہا کہ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھُوکے ہیں، کچھ کھانا بھیج دو۔ حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا نے چند روٹیاں ایک کپڑے میں لپیٹ کر حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیں کہ بارگاہِ نبوّت میں پیش کر دیں۔ آپ مسجد میں مع چند صحابہ کے تشریف رکھتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو فرمایا: تم کو ابوطلحہ نے بھیجا ہے؟ کہا: جی ہاں۔ فرمایا: کھانے کے لئے؟ بولے ہاں۔ آپ مع تمام حاضر الوقت صحابہ کے گھر تشریف لائے، وہ گھبرائے اور حضرت اُمِّ سلیم رضی اللہ عنہا سے کہا: اب کیا تدبیر کی جائے، کھانا بہت کم ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آدمی بہت ہیں۔ حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا نے اس وقت بھی نہایت استقلال سے جواب دیا کہ ان باتوں سے خُدا اور رسُول زیادہ واقف ہیں۔ آپ اندر آئے تو انُھوں نے وہی روٹیاں اور سالن سامنے رکھ دیا اور رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام اصحاب کے ساتھ نوش فرمایا۔

اُن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنی محبّت تھی اُس کا اندازہ ذیل کی روایات سے ہو گا۔ فراغتِ حج کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقامِ منیٰ میں مُوئے مُبارک ترشوائے تو حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ حجام سے ان بالوں کو مانگ لو اور برکت کی غرض سے اُن کو ایک شیشی میں بند کر کے رکھ لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اُن

marfat.com

کے گھر آرام فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ بیدار ہوئے تو دیکھا کہ حضرت اُمِّ سلیم جبین مبارک سے پسینہ پونچھ رہی ہیں۔ فرمایا: اُمِّ سلیم (رضی اللہ عنہا) یہ کیا کر رہی ہو؟ بولیں! برکت حاصل کر رہی ہوں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی مشک سے منہ لگا کر پانی پیا تو حضرت اُمِّ سلیم رضی اللہ عنہا نے مشکیزہ کا دہانہ کاٹ کر رکھ لیا کہ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دہن مبارک مَس ہوا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی حضرت اُمِّ سلیم رضی اللہ عنہا سے بہت محبت کرتے تھے۔ آپ ان کے ساتھ خصوصیت کا برتاؤ کرتے اور ان کیلئے خیر و برکت کی دُعا فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حج کیلئے مکہ جانے لگے تو حضرت اُمِّ سلیم رضی اللہ عنہا سے فرمایا "تم اس سال ہمارے ساتھ حج نہیں کرتیں' جواب دیا "یا نبی اللہ! میرے شوہر کے پاس دو سواریاں ہیں اور ان دونوں پر وہ مع اپنے بیٹے کے حج کو چلے گئے' مجھے چھوڑ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمِّ سلیم رضی اللہ عنہا کو ازواج مطہرات کے ساتھ سوار کر دیا۔ راستہ میں عورتوں کے اونٹ پیچھے رہ گئے' ہانکنے والے آپ کے غلام انجشہ تھے۔ انہوں نے حُدی خوانی شروع کر دی جس سے اونٹ ڈرنے لگے۔ یہ دیکھ کر آپ قریب آئے اور فرمایا: انجشہ آہستہ آہستہ' شیشے ہیں شیشے"

حضرت اُمِّ سلیم رضی اللہ عنہا کو تربیتِ اولاد کا جو سلیقہ تھا' اس کا انداز حضرت انس رضی اللہ عنہ کے اس فقرے سے ہو سکتا ہے "اللہ میری اماں کو جزائے خیر دے' انہوں نے میری بہت خوبی سے کفالت کی"۔

حضرت اُمِّ سلیم رضی اللہ عنہا بڑی عقل و کمال والی خاتون تھیں اور آپ نے نہایت دقیقہ شناس اور نکتہ رس دماغ پایا تھا۔ حدیث کا علم بھی اچھا تھا' لوگ ان سے مسائل دریافت کرتے تھے اور شکوک رفع کرتے تھے۔ ایک بار حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما میں ایک مسئلہ پر اختلاف ہوا تو دونوں نے انہیں کو حکم قرار دیا۔

marfat.com

حضرت اُمِّ سلیم ایک بہادر اور شیر دِل خاتون تھیں۔ حضور نبی کریم ﷺ جب آپ کو میدانِ جنگ میں لے جاتے اور آپ کے ساتھ مدینہ طیبہ کی دیگر خواتین بھی ہوتیں تو آپ اُمِّ سلیم رضی اللہ عنہا سے فرماتے کہ ان عورتوں کو سکھاؤ کہ انہوں نے زخمیوں، پیاسوں اور ضرورت مندوں کے ساتھ کس طرح پیش آنا ہے۔ آپ انہیں ایسے مواقع پر اپنا رویہ نرم رکھنے کو کہتے۔ جب مسلمانوں کے جمے ہوئے قدم اُکھڑ گئے، اس وقت حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نہایت ثابت قدمی کے ساتھ میدان میں جمے ہوئے اور حضور ﷺ کی حفاظت میں سینہ سپر تھے۔ حضرت اُمِّ سلیم رضی اللہ عنہا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ میدانِ جنگ میں مشک بھر بھر کر لاتیں اور زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں۔

غزوۂ خیبر میں بھی حضرت اُمِّ سلیم رضی اللہ عنہا شریک تھیں، حسبِ سابق اس غزوہ میں بھی انہوں نے نہایت مُستعدی سے زخمیوں کی خدمت کی، جب خیبر فتح ہو گیا اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنتِ حُیّ نے رسولِ کریم ﷺ کے نکاح میں آنے پر رضامندی کا اظہار کیا تو حضور ﷺ نے انہیں اُمِّ سلیم کے سپرد کر دیا کہ انہیں دُلہن بنا کر لائیں کیونکہ جنگ کی صعوبتوں نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو شکستہ حال کر دیا تھا۔

چند دنوں کے بعد ابوعمیر نے کمسنی ہی میں وفات پائی۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اس وقت گھر سے باہر تھے۔ حضرت اُمِّ سلیم رضی اللہ عنہا نے اپنے لاڈلے لختِ جگر کی رحلت پر کمال صبر و استقلال سے کام لیا۔ خاموشی سے اس کی میت کو غسل دے کر کفنایا اور ایک طرف رکھ دیا۔ اپنے گھر والوں اور دوسرے لوگوں کو منع کیا کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو ابوعمیر رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر نہ دیں۔ رات کو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ گھر تشریف لائے۔ اُمِّ سلیم رضی اللہ عنہا نے انہیں کھانا کھلایا۔ جب وہ اطمینان سے بستر پر لیٹے تو ان سے مخاطب ہو کر فرمایا: اگر تم کو کوئی چیز مستعار دی جائے اور پھر واپس لے لی جائے تو کیا تم اس کے

marfat.com

دینے سے انکار کرو گے یا اس کا واپس لیا جانا تمہیں ناگوار گزرے گا"۔

حضرت ابُوطلحہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ہرگز نہیں۔

بولیں "تمہارا لڑکا بھی اللہ کی امانت تھی جو اس نے واپس لے لی۔ اب تمہیں اس کی طرف سے صبر کرنا چاہیئے۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُون پڑھا اور ان سے کہا" کہ تم نے پہلے کیوں نہ بتلایا"۔ بولیں "تا کہ اطمینان سے کھانا کھالو"۔

صبح اُٹھ کر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ بیان کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا کے شیوۂ صبر و رضا پر اظہارِ پسندیدگی فرمایا اور دُعا فرمائی "اللہ تمہیں اور اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا کو اَبو عمیر کا نعم البدل عطا فرمائے"۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اور اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا کو ایک اور فرزند عطا کیا جس کا نام عبداللہ رضی اللہ عنہ رکھا گیا ان کی تربیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے زیرِ سایہ ہوئی۔

حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا سے حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن عاصم رضی اللہ عنہ نے چند احادیث روایت کی ہیں۔ لوگ اکثر ان سے مسائل دریافت کرتے اور اپنے شکوک رفع کرتے تھے۔

اگر کبھی آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت اُمِ سلیم کے گھر میں نماز کا وقت آجاتا تو وہاں ہی چٹائی پر نماز ادا فرمالیتے۔ اپنی جانثاری اور عقیدت کی بناء پر حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظروں میں بے حد محترم تھیں۔ ازواجِ مطہرات کے علاوہ عورتوں پر شرف انہی کو حاصل ہے کہ سیدالبشر خود چل کر ان کے گھر جاتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ مجھے اُمِ سلیم پر رحم آتا ہے اس کے بھائی حضرت حرام رضی اللہ عنہ نے میری حمایت میں شہادت پائی ہے۔

حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا بڑی اولوالعزم اور شجاع خاتون تھیں۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم

marfat.com

ان کی خدماتِ حَسَنہ اور جانثاری و فداکاری کی بناء پر بہت قدر و قیمت کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔

۸ ہجری میں فتح مکّہ کے چند دن بعد حنین کے مقام پر خونی معرکہ پیش آیا۔ حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا اپنے شوہر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک جنگ تھیں۔ ہوازن اور ثقیف کے جنگجو قبائل ہزاروں کی تعداد میں تاک میں بیٹھے تھے۔ انہوں نے بنی معز اور بنی ہلال کے قبیلوں کو بھی اپنے ساتھ بلا لیا۔ وادیٔ حنین میں پہنچ کر پڑاؤ ڈالا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ افسوسناک خبر سُن کر بارہ ہزار مسلمانوں کو ساتھ لے کر حنین کی طرف بڑھے۔ اُن میں مکّہ کے نَومسلم بھی تھے جو ابھی شوقِ شہادت سے آراستہ نہیں ہوئے تھے اور ایسے لوگ بھی تھے جن کے ساتھ معاہدے ہوئے تھے۔ دشمن نے ایک تنگ درّہ میں اپنے تیر اندازوں کو گھات میں بٹھا دیا تھا۔ جب ہراول دستہ جو نومسلموں پر مشتمل تھا آگے بڑھا تو تیروں کا مینہ برسنے لگا۔ یہ گھبرا کر پیچھے ہٹے اور پُورے لشکر کو پریشان حال کر دیا۔ کافروں نے پُوری قوّت سے مسلمانوں پر حملہ بول دیا۔ ایسے مشکل وقت میں حضور اقدس کے ساتھ چند سو جانثار رہ گئے تھے۔ اس نازک گھڑی میں حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا ایک خنجر ہاتھ میں لئے اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہونے کے بہانے ڈھونڈھ رہی تھیں۔ ان کے بہادر اور دلیر شوہر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اپنی شجاعت سے عشق رسول کے عظیم نمونے پیش کر رہے تھے اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو پکارا:

انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب

میں نبی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں اور میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

مسلمانوں نے آوازۂ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سُن کر اپنی صفوں کو منظم کیا اور کُفار پر قیامت خیز دھاوا بول دیا۔ کافر نکلے مگر بڑی تعداد میں مردو زن گرفتار ہوئے۔ بعد میں

marfat.com

حضور ﷺ نے انہیں معاف فرمادیا۔

حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے رحمتِ عالم ﷺ کو بتایا کہ اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا ہاتھ میں خنجر لئے کھڑی ہیں۔ حضور ﷺ نے اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا سے پوچھا اس خنجر سے کیا کرو گی؟ حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ یارسول اللہ ﷺ اگر کوئی آپ کا دشمن قریب آیا تو اس کا پیٹ چاک کردوں گی۔ حضور رحمۃ للعالمین ﷺ حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا کی بہادری و دلیری اور استقامت کا حال دیکھ کر مسکرادیئے کہ ایسے عالم میں جبکہ بڑے بڑوں کے قدم اکھڑ چکے ہیں۔ حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا کس طرح دیوانہ وار انداز میں شہادت کی تمنا لئے کھڑی ہیں۔ حضور ﷺ اس موقعہ پر آپ کو بے شمار دعاؤں سے نوازا۔

غرضیکہ حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دل و جان سے بڑھ کر عزیز تھے۔ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتیں۔ گھر میں اچھا کھانا پکتا تو سلطانِ دو عالم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں بھیجنا نہ بھولتیں۔ ان کے خاوند حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اپنی جگہ محبتِ رسول ﷺ میں غرق اور متوالے تھا اور جان کا نذرانہ پیش کرنے کو ہر لمحہ اپنی سب سے بڑی سعادت سمجھتے تھے۔ ان کے صاحبزادے حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت گزاری کا ایک اعلیٰ نمونہ تھے۔ اسی بناء پر زبانِ رسول ﷺ سے کئی مرتبہ دعاؤں سے نوازے گئے۔ یہ پورے کا پورا گھرانہ ہی حُبِّ رسول ﷺ کی زندہ دلکش، ایمان آفریں اور قابلِ صد تقلید مثال تھا۔

؎ کھلیں گل ان کی تربت پر سدا عنبر فشاں ہو کر
خدا و مصطفےٰ ان کو نوازیں مہرباں ہو کر

marfat.com

حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا

شہِ دارین کی اُلفت کی مظہر اُمِ عمارہ
فلک پر جگمگائے جیسے اختر اُمِ عمارہ
اُحُد کے معرکہ میں یادگار اُن کی شجاعت تھی
وہ بحرِ عزم و ہمت کی شناور اُمِ عمارہ
نبیؐ پاک کے ہر حُکم کی تعمیل کرتی تھیں
محبّت، جُرأت و ہمت کا محور اُمِ عمارہ
نبیؐ پاک نے اُن کو دُعاؤں سے نوازا تھا
رہِ حق میں مثالِ شمعِ انور اُمِ عمارہ
یمامہ کی لڑائی میں کچھ ایسی شان دِکھلائی
لڑی تھیں دُشمنوں سے آگے بڑھ بڑھ اُمِ عمارہ
رِضائے سرورِ کونین میں ہر پل وہ جیتی تھیں
جنہیں محبوب تھے محبوبِ داور، اُمِ عمارہ
وہ عورت تھیں رضاؔ مردانِ حق کو ناز تھا اُن پر
تھیں دُنیا اور عقبٰی میں مظفر اُمِ عمارہ

(محمد اکرم رضاؔ)

marfat.com

عظیم مجاہدہ

حضرت اُمِّ عمارہ رضی اللہ عنہا

حضرت اُمِّ عمارہ رضی اللہ عنہا کا نام نہایت دلیر اور بہادر خواتین اسلام میں ہوتا ہے۔ صحابیات والا قدر میں آپ کا رتبہ بہت بلند ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر نہایت شفقت فرمایا کرتے تھے کیونکہ آپ نے محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں کبھی کسی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔

حضرت اُمِّ عمارہ رضی اللہ عنہا کا نام نسیبہ تھا لیکن تاریخِ اسلام میں انہوں نے اپنی کُنیت ہی سے شُہرت پائی۔ آپ انصار کے قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتی تھی' سلسلۂ نسب یوں ہے:

نسیبہ بنت کعب بن عمرو بن عوف بن مبذول بن عمرو بن غنم بن مافرن بن نجار

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پردادی' حضرت عبدالمطلب کی والدہ اور حضرت ہاشم کی اہلیہ سلمٰی کا تعلق اسی خاندانِ نجّار سے تھا۔ یہ خاندان شروع ہی سے مُعزز تھا مگر خاندانِ رسالت سے نسبت نے اسے مُعزّز ترین بنا دیا۔ جب حضُور صلی اللہ علیہ وسلم کی عُمر چھ سال کی ہوگئی اور سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا آپ کو لے کر مدینہ مُنوّرہ آئیں تو خاندان بنونجار ہی میں مقیم رہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی بنونجار سے محبّت کی بناء پر فرمایا کرتے تھے۔

''اگر میں انصار کے کسی گھرانے میں شامل ہوتا تو بنونجّار میں شامل ہوتا''۔

جب ہجرت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ مُنوّرہ تشریف لائے تو بنونجار کے رئیس حضرت ابُوایُّوب انصاری ہی کے ہاں قیام فرمایا اور آپ کی تشریف آوری پر مدینہ کی بچیوں نے آپ کی بنونجار سے نسبت ہی کے حوالے سے اشعار پڑھے تھے۔ جن میں سے ایک شعر کا ترجمہ کچھ یوں ہے:

marfat.com

کہ ہم ہیں بچیاں نجّار کے عالی گھرانے کی

خُوشی ہے آمنہ کے لال کے تشریف لانے کی

جب بنونجار کے نقیب حضرت اسعد رضی اللہ عنہ انتقال کر گئے تو نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تم میرے ماموں ہو اس لئے اب بنونجار کا نقیب میں خود ہوں''۔

اس طور بنونجار انصار کا بہترین خاندان بن گیا۔ حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا اس عظیم خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ حضرت اُمِّ عمارہ رضی اللہ عنہا کا حقیقی شرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت تھی جس پر اکابر صحابہ رشک کیا کرتے تھے۔ حضرت اُمِّ عمارہ کا پہلا نکاح زید بن عاصم سے ہوا۔ زید سے ان کی دو اولادیں ہوئیں' عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حبیب رضی اللہ عنہ۔ زید کی وفات کے بعد آپ عربہ بن عمرو کے نکاح میں آئیں' جن سے تمیم اور خولہ پیدا ہوئے۔ آپ کا شمار انصار کے سابقین اوّلین میں ہوتا ہے۔ جب بیعتِ عقبہ اولیٰ کے بعد حضرت مصعب رضی اللہ عنہ بن عمیر مدینہ میں اسلام کی تبلیغ کر رہے تھے تو ان کا سارا خاندان مسلمان ہو گیا۔ آپ نے عقبہ کبیرہ میں سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے دُوسرے مسلمانوں کے ہمراہ بیعت کی۔

ابھی ہجرت کو تیسرا سال ہی ہوا تھا کہ غزوۂ اُحُد پیش آ گیا۔ حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا جرأت و ہمت اور غیرتِ ایمانی کی تصویر بن کر اس میں اس شان سے شریک ہوئیں کہ ''خاتونِ اُحُد'' کا لقب پایا۔

جب تک مسلمانوں کا پلّہ بھاری رہا' اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا دُوسری خواتین کے ساتھ مشکیزوں میں پانی بھر بھر کر مجاہدین کو پلاتی تھیں اور زخمیوں کی خبر گیری کرتی تھیں۔ جب ایک اتفاقی غلطی سے جنگ کا پانسہ پلٹ گیا اور مجاہدین انتشار کا شکار ہو گئے تو اس وقت رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گنتی کے چند سرفروش باقی رہ گئے۔ حضرت اُمِّ عمارہ رضی اللہ عنہا نے یہ کیفیت دیکھی تو انہوں نے مشکیزہ پھینک کر تلوار اور ڈھال سنبھالی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

marfat.com

قریب پہنچ کر کفار کے سامنے سینہ سپر ہو گئیں۔ کفار بار بار یورش کر کے حضور ﷺ کی طرف بڑھتے اور حضرت اُم عمارہ رضی اللہ عنہا انہیں دوسرے ثابت قدم مجاہدین کے ساتھ مل کر تیر اور تلوار سے روکتیں۔ یہ بڑا نازک وقت تھا' بڑے بڑے بہادروں کے قدم لڑکھڑا گئے تھے لیکن یہ شیر دل خاتون کوہ استقامت بن کر میدانِ جنگ میں ڈٹی ہوئی تھیں' اتنے میں ایک مُشرک نے ان کے سر پر پہنچ کر اپنی تلوار کا وار کیا۔ حضرت اُم عمارہ رضی اللہ عنہا نے اسے اپنی ڈھال پر روکا اور پھر اس کے گھوڑے کے پاؤں پر تلوار کا ایسا بھرپور ہاتھ مارا کہ گھوڑا اور سوار دونوں زمین پر آ رہے۔ سرورِ دو عالم ﷺ یہ ماجرا دیکھ رہے تھے' آپ نے حضرت اُم عمارہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو پکار کر فرمایا "عبداللہ اپنی ماں کی مدد کرو"۔ وہ فوراً ادھر لپکے اور تلوار کے ایک ہی وار سے اس مُشرک کو جہنم واصل کر دیا۔ عین اس وقت ایک دوسرا مشرک تیزی سے اِدھر آیا اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بایاں بازو زخمی کرتا ہوا نکل گیا۔ حضرت اُم عمارہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ہاتھ سے عبداللہ رضی اللہ عنہ کا زخم باندھا اور پھر فرمایا "بیٹے جاؤ اور جب تک دَم میں دم ہے لڑو"۔ حضور ﷺ نے ان کا جذبۂ جاں نثاری دیکھ کر فرمایا:

"من یطیق ما تطیقین یا ام عمارہ"

(اے اُم عمارہ رضی اللہ عنہا جتنی طاقت تجھ میں ہے اور کسی میں کہاں ہو گی؟)

اسی اثناء میں وہی مُشرک جس نے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا تھا' پلٹ کر پھر حملہ آور ہوا۔ حضور ﷺ نے اُم عمارہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا "اُم عمارہ رضی اللہ عنہا سنبھلنا' یہ وہی بد بخت ہے جس نے عبداللہ کو زخمی کیا تھا"۔ حضرت اُم عمارہ رضی اللہ عنہا جوشِ غضب میں اس کی طرف جھپٹیں اور تلوار کا ایسا کاری وار کیا کہ وہ دو ٹکڑے ہو کر نیچے گر پڑا۔ سرورِ عالم ﷺ یہ دیکھ کر متبسم ہو گئے اور فرمایا "اُم عمارہ رضی اللہ عنہا تو نے اپنے بیٹے کا خوب بدلہ لیا"۔

marfat.com

اثنائے جنگ میں ایک بد بخت نے دُور سے حضور ﷺ پر پتھر پھینکا جس سے آپ ﷺ کے دو دندان مبارک زخمی ہو گئے۔ شمع رسالت ﷺ کے پروانے مضطرب ہو کر ادھر متوجہ ہوئے تو ابنِ قمیہ نامی ایک کافر دوڑتا ہوا حضور ﷺ کے قریب پہنچ گیا اور تلوار کا ایک بھرپور وار کیا۔ حضور ﷺ خود پہنے ہوئے تھے۔ ابن قمیہ کی تلوار خود پر پڑی۔ اس کی دو کڑیاں رُخسار مبارک میں کھب گئیں اور خون کی دھاریں پھوٹ نکلیں۔ یہ سب کچھ چشم زدن میں ہو گیا۔ حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا بے تاب ہو گئیں اور آگے بڑھ کر ابنِ قمیہ کو روکا۔ یہ شخص قریش کا نامی شہسوار تھا لیکن شیر دِل اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا مُطلق ہراساں نہ ہوئیں اور اس پر نہایت جرأت کے ساتھ حملہ کیا۔ وہ دُوہری زرہ پہنے ہوا تھا اس لئے اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا کی تلوار چٹ گئی اور ابن قمیہ کو جوابی وار کرنے کا موقع مل گیا۔ اس سے ان کے کندھے پر شدید زخم آیا لیکن ابن قمیہ کو بھی وہاں ٹھہرنے کی جرأت نہ ہوئی اور وہ تیزی سے گھوڑا دوڑا کر بھاگ گیا۔ حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا کے زخم سے خُون کا پرنالہ بہہ رہا تھا۔ حضور ﷺ نے ان کے زخم پر خود پٹی بندھوائی اور کئی بہادر صحابہ کا نام لے کر فرمایا:

''واللہ آج اُمِ عمارہ نے اِن سب سے بڑھ کر بہادری دکھائی''۔

اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان، میرے لئے دعا فرمائیے کہ جنت میں بھی آپ کی معیت نصیب ہو''۔

حضور ﷺ نے نہایت خشوع و خضوع سے اَن کیلئے دعا مانگی اور بآوازِ بلند فرمایا:

''اللھم اجعلھم رفقائی فی الجنة''

حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا کو بڑی مسرت ہوئی اور ان کی زبان پر بے اختیار یہ الفاظ جاری ہو گئے۔

marfat.com

"ما ابالی ما اصابنی من الدنیا"

(اب مجھے دُنیا میں کسی مصیبت کی پروا نہیں)

طبقات سعد میں ہے کہ لڑائی ختم ہوئی تو حضور ﷺ اس وقت تک گھر تشریف نہ لے گئے جب تک آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن کعب مازنی کو بھیج کر حضرت اُم عمارہ رضی اللہ عنہا کی خیرت دریافت نہ کر لی۔ حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ "اُحد کے دن میں دائیں بائیں جدھر نظر ڈالتا تھا' اُمِّ عمارہ ہی اُمِّ عمارہ لڑتی نظر آتی تھیں"

ایک روایت میں ہے کہ غزوۂ اُحد میں حضرت اُمِّ عمارہ رضی اللہ عنہا کے جسم پر بارہ زخم لگے تھے۔ غزوۂ اُحد کے بعد انہوں نے بیعتِ رضوان' جنگِ خیبر' عمرۃ القضا اور غزوۂ حنین میں بھی شرکت کی۔ ایک دُوسری روایت کے مُطابق انہیں فتح مکّہ کے موقع پر بھی سرورِ عالم ﷺ کی ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا۔

جب ۱۱ھ میں رحمت پناہِ بے کساں ﷺ نے وصال فرمایا اور حضرت ابوبکر صِدّیق رضی اللہ عنہ خلیفۂ اوّل منتخب ہوئے تو سارا عالمِ عرب چند مسلمانوں کو چھوڑ کر ارتداد کے فتنے کی زد میں آ گیا۔ اس دَور میں دُوسرے مُدعیانِ نبوّت کی نسبت سب سے بڑا خطرہ یمامہ علاقہ نجد کے قبیلہ بنوحنیفہ کا رئیس مسیلمہ کذّاب کا تھا۔ اس بدبخت نے رسُولِ کریم ﷺ کی حیاتِ مُقدسہ کے آخری ایّام میں ہی نبوّت کا دعویٰ کر کے حضور ﷺ کو خط لکھا تھا کہ مَیں آپ کی رسالت میں شریک ہوں۔ نِصف مُلک میرا' نصف آپ کا۔ اس کے جواب میں حضُور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کو مسیلمہ کذّاب کے نام سے پکارتے تھے اور فرماتے تھے کہ مُلک خُدا کا ہے اس کے ساتھ اسے ہدایت کی تلقین فرمائی۔ کچھ عرصہ بعد نبی اقدس ﷺ نے رحلت فرمائی تو مسیلمہ کذّاب نے اپنی قُوّت کا بھرپور مظاہرہ کرنے کیلئے پچاس ہزار کے قریب جنگجو جھنڈے تلے جمع کر لئے اور ان سے اپنی نبوّت منواتا۔ اسی اثناء میں

marfat.com

حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے حبیب رضی اللہ عنہ بن زید اس ظالم کے قابو میں آ گئے۔ اس نے کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ اُنہوں نے کہا وہ خدا کے سچے نبی ہیں۔ اس نے اصرار کیا کہ مجھے (مسیلمہ کو) سچا نبی کہو۔ اُنہوں نے انکار کیا تو اُس نے ان کا ایک ہاتھ کاٹ ڈالا۔ اس نے یہی سوال دُہرایا اور آپ نے پھر انکار کیا تو اس نے دوسرا ہاتھ بھی شہید کر دیا۔ اس نے کہا میری رسالت قبول کرنے کی صُورت ہی میں تمہاری جان بچ سکتی ہے۔ مگر اس عاشقِ رسول نے بُلند آواز سے کلمۂ شہادت کی تلاوت شروع کر دی۔ مسیلمہ کذّاب نے اُنہیں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا تو حضرت اُمِ عمارہ نے ان کی فداکارانہ شہادت پر خُدا کا شُکر ادا کیا مگر اس کے ساتھ ہی یہ عہد بھی کر لیا کہ اگر خُدا نے موقعہ عطا کیا تو وہ اس ستم کاری کا بدلہ لیں گی۔

جب مسیلمہ کذّاب کی فتنہ کاریاں حد سے بڑھ گئیں تو سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے سیف اللہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو لشکر دے کر مسیلمہ کے خاتمے پر مامُور کیا۔ ضد کر کے حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا بھی لشکر میں شامل ہو گئیں۔

مسیلمہ نے بھی مُقابلہ کی زبردست تیاری کی۔ اس نے بنو حنیفہ اور اپنے دوسرے حامیوں کی قبائلی عصبیت کو خُوب بھڑکایا اور پچاس ہزار جنگجوؤں کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے مقابلے پر لا کھڑا کیا۔ دونوں فوجوں کے درمیان گھمسان کا رَن پڑا۔ مسلمانوں اور مُرتدین کی تعداد میں ایک اور چار کی نسبت تھی لیکن مجاہدینِ اِسلام دینِ حق کی خاطر اس پامردی سے لڑے کہ مسیلمہ کی فوج کا مُنہ پھیر دیا۔ لیکن اس خبیث نے قبائلی عصبیت کے نام پر اپنی فوج کو ایسا بھڑکایا کہ بھاگتے ہوؤں کے قدم رُک گئے۔ مسیلمہ کذّاب کے نام پر بنو حنیفہ اس شِدّت سے لڑے کہ مسلمانوں کو پیچھے دھکیل دیا۔ مسلمانوں کو اب تک ایسی سخت لڑائی کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔ اب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے تمام

marfat.com

قبائل کو الگ الگ کر دیا اور اعلان کیا کہ ہر قبیلہ اپنے اپنے عَلَم کے نیچے لڑے تاکہ پتہ چل جائے آج کون راہِ حق میں ثابت قدمی دکھاتا ہے۔ اس تدبیر کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ ہر قبیلے نے شجاعت اور استقامت میں ایک دُوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کی اور ایسی جانبازی سے لڑے کہ مسیلمہ کی فوج اپنے متواتر و مسلسل خوفناک حملوں کے باوُجود انہیں پیچھے نہ دھکیل سکی۔ مسلمانوں کے بڑے بڑے تجربہ کار افسر شہید ہو گئے۔ جن میں حضرت زید بن خطاب' حضرت ابوحذیفہ' حضرت سالم موالی ابوحذیفہ اور حضرت ثابت بن قیس (رضی اللہ عنہم) جیسے اکابر صحابہ بھی تھے لیکن ان کے پائے ثبات میں ذرا بھی جنبش نہ ہوئی۔ اب مسیلمہ کی فوج پیچھے ہٹی اور اس کے باغ (حدیقۃ الرحمٰن) میں گھس کر اندر سے پھاٹک بند کر لیا۔ حضرت براء بن مالک دیوار پھاند کر باغ کے اندر کود گئے اور لڑتے بھڑتے باغ کے دروازے پر پہنچ کر پھاٹک اندر سے کھول دیا۔ اب مرتدین اور مسلمانوں کے درمیان فیصلہ کن لڑائی شروع ہو گئی۔ حضرت اُم عمارہ رضی اللہ عنہا بھی شروع سے لے کر اب تک بڑے جوش اور جذبے کے ساتھ لڑ رہی تھیں۔ کئی بار مسیلمہ تک پہنچنے کی کوشش کی لیکن ہر بار بنو حنیفہ کی آہنی دیوار راستے میں حائل ہو گئی۔ ادھر حضرت خالد بھی مسیلمہ کو جہنّم واصل کرنے کی فکر میں تھے لیکن موقع نہیں مل رہا تھا۔ اس وقت بارہ سو کے قریب مسلمان جامِ شہادت نوش کر چکے تھے لیکن مُرتدین اس سے کہیں زیادہ تعداد میں مارے جا چکے تھے اور لڑائی کا رُخ پلٹنا شروع ہو گیا تھا۔ مسیلمہ نے لڑائی کا رنگ دیکھا تو اپنے مریدوں سے کہا کہ اپنا ننگ و ناموس بچانا ہے تو بچا لو۔ اسی وقت حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا نے اسے تاک لیا اور زخم پر زخم کھاتی اور اپنی برچھی سے راستہ بناتی اس کی طرف بڑھیں' اس کوشش میں انہیں گیارہ زخم آئے اور ہاتھ بھی کلائی سے کٹ گیا۔ مسیلمہ کے قریب پہنچ کر اپنی برچھی سے اس پر حملہ کیا چاہتی تھیں کہ اتنے میں دو ہتھیار اس پر ایک

marfat.com

ساتھ پڑے اور وہ کٹ کر گھوڑے سے نیچے جا پڑا۔ حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا نے نظر اُٹھا کر دیکھا تو اپنے پہلو میں اپنے فرزند عبداللہ رضی اللہ عنہ کو کھڑے پایا اور قریب ہی حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کھڑے تھے۔ وحشی نے اپنا حربہ مسیلمہ پر پھینکا تھا اور عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اسی وقت اس پر تلوار کا وار کیا تھا۔ اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا اپنے فرزند (حضرت حبیب رضی اللہ عنہ) کے قاتل اور مسلمانوں کے اس بدترین دُشمن کی موت پر سجدۂ شکر بجالائیں۔ امیرِ لشکر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ' حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت اور مرتبے سے آگاہ تھے' انہوں نے بڑی تندہی سے اُن کا علاج کرایا۔ کچھ عرصہ بعد اُن کے زخم مندمل ہو گئے۔

حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا نے کب وفات پائی اس کے بارے میں تذکرہ واضح نہیں ہیں۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضرت حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں حیات تھیں۔ اس کا ثبوت اس روایت سے ملتا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دفعہ مالِ غنیمت میں بہت سے قیمتی کپڑے آئے۔ ان میں ایک زرنگار کپڑا بہت قیمتی تھا۔ سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے حاضرینِ مجلس سے پوچھا کہ اس دوپٹے کا سب سے بڑھ کر حق دار کون ہے؟ کچھ لوگوں نے رائے دی کہ آپ یہ دوپٹا اپنے فرزند (حضرت) عبداللہ کی بیوی کو دے دیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کچھ دیر سوچتے رہے اور پھر فرمایا:

''نہیں' نہیں'' میں یہ دوپٹا اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا کو دوں گا' وہ اس کی سب سے زیادہ حق دار ہیں۔ کیونکہ غزوۂ اُحد کے بعد میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ اُحد کے دن میں اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا کو برابر اپنے دائیں اور بائیں لڑتے دیکھتا تھا''۔

یہ کہہ کر آپ نے وہ دوپٹا حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دیا جو مدینہ منورہ کے ایک مکان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یادوں کو اپنے دل میں بسائے اپنی زندگی کا آخری

marfat.com

زمانہ گزار رہی تھیں۔ زیادہ اندازہ یہی ہے کہ دورِ فاروقی میں ہی آپ کا انتقال ہوا۔
حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا کو محبوبِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے انتہائی محبت تھی جس کا پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے۔ رحمتِ دارین صلی اللہ علیہ وسلم بھی انہیں اپنی شفقت سے نوازتے

صحابہ وصحابیات اپنی قربانیوں' استقامتِ ایمانی اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لحاظ سے اپنی مثال آپ ہیں۔ جدھر بھی دیکھئے محبت رسول کا گلشن سدا بہار کھلا ہوا نظر آتا ہے ۔مگر اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا کے قربان جائیں انہوں نے میدانِ جہاد میں عملی طور پر وہ کچھ کر دکھایا جس کی نظیر بعض اوقات مردوں کے ہاں بھی نہیں ملتی۔

سچ ہے یہی تو جذبہ عشقِ رسول ہے
جس میں کہ موت ہر جگہ ہر پل قبول ہے

marfat.com

حضرت اسماء بنت عمیس (رضی اللہ عنہا)

حضرت اسماء سراپا علم دیں، جانِ وفا
شوکتِ عرفانِ حق، نورِ عمل ، کانِ حیا
راہِ ایمانی میں کتنے ہی مصائب سہہ لئے
اس لئے ہر پل تھے راضی اُن پہ محبوبِ خدا
اُن کے دل میں روشنی تھی خدمتِ اسلام کی
اس لئے ہر سمت پھیلی اُن سے حکمت کی ضیا
مل گیا دو ہجرتوں کا اُن کو اعزازِ حسیں
اُن پہ راضی تھے محمدؐ، اُن پہ راضی تھا خدا
تھی عبادت خالقِ کونین کی اُن کو عزیز
اس لئے ہر آن یہ رہتی تھی مصروفِ ثنا
نازشِ اسلام تھیں یہ افتخارِ دینِ حق
مانتے تھے سب ہی جو کچھ کہ اُنہوں نے کہہ دیا
اس طرح گزری حیاتِ نُور اس خاتون کی
عُمر بھر پیشِ نظر تھی سرورِ دیں کی رضا

(محمد اکرم رضا)

marfat.com

حضرت اسماء بنت عمیس (رضی اللہ عنہا)

آپ کا شمار نامور صحابیات میں ہوتا ہے۔ آپ نے اس وقت اسلام قبول کیا جب ابھی مسلمانوں کی تعداد معدودے چند تھی اور اسلام کا نام لیتے ہی کفارِ مکہ قہر و تشدد کا بازار گرم کرنے لگتے تھے۔ کتنے ہی ایسے صحابہ و صحابیات ہیں جو قبولیتِ اسلام کی راہ میں استقامت اور پامردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے جان سے گزر گئے۔ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے اسی مشکل ترین وقت میں عظمتِ اسلام کے پرچم کو سربلند کیا تھا۔ یہ آپ کے محاسن اور خوبیاں ہی تھیں جن کی بدولت آپ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی بیوی بنیں۔ بنو ہاشم کے معزز خاندان نے انہیں ہمیشہ عزت و احترام کی نگاہوں سے دیکھا۔ اس رشتہ سے آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بھاوج لگتی تھیں کیونکہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے۔ اس کے علاوہ اُم المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی اخیافی بہن ہونے کی بناء پر سلطانِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سالی بھی لگتی تھیں۔ آپ کو محبوبِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر معمولی عشق تھا۔ آپ بھی حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے بہت پیار کرتے تھے جنہوں نے محض خوشنودیٔ خدا اور رسول کیلئے چودہ برس ملکِ حبش میں حالتِ ہجرت اور غریب الوطنی میں گزار دیئے۔

اوائل ۴ھ بعدِ بعثت میں جب رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلانیہ لوگوں کو حق کی طرف بلانا شروع کیا تو مشرکینِ مکہ فرطِ غضب سے دیوانے ہو گئے اور انہوں نے دعوتِ حق قبول کرنے والوں پر بے پناہ مظالم ڈھانے شروع کر دیئے، جب یہ مظالم ناقابلِ برداشت حد تک پہنچ گئے تو ۵ بعدِ بعثت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اجازت دے دی کہ وہ حبش (ایتھوپیا) کو ہجرت کر جائیں، جہاں کا بادشاہ ایک نیک دل اور انصاف پسند

marfat.com

عیسائی تھا۔ چنانچہ پہلی بار ۱۱ مردوں اور چار عورتوں کا ایک قافلہ بندرگاہ شعیبہ سے جہاز میں سوار ہو کر حبش روانہ ہو گیا۔ ۶ بعدِ بعثت کے آغاز میں ۸۰ سے زیادہ مردوں اور ۱۹ خواتین پر مشتمل ایک اور قافلہ مکّہ سے نکلا اور حبش کا رُخ کیا۔ اس قافلہ میں حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بن ابی طالب بھی شامل تھے اور کچھ ایسے اصحاب بھی جو پہلی ہجرت کے بعد حبش سے مکّہ آ گئے تھے لیکن یہاں کی فضا کو بدستور ناسازگار پا کر دوبارہ ہجرت کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے۔

قریشِ مکّہ نے ان اصحاب کا سمندر تک تعاقب کیا لیکن وہ ان کے پہنچنے سے پہلے ہی کشتیوں پر بیٹھ کر روانہ ہو چکے تھے۔ حبش پہنچ کر یہ لوگ امن کی زندگی بسر کرنے لگے، لیکن غریب الوطنی آخر غریب الوطنی ہوتی ہے، مہاجرین کو طرح طرح کی مصیبتیں پیش آتی تھیں (بیماری، تنگدستی وغیرہ) لیکن وہ ان سب کو صبر و استقامت سے برداشت کرتے تھے۔ قریشِ مکّہ کو اتنی دُور بیٹھے ہوئے بھی مسلمانوں کا یہ امن چین گوارا نہ تھا۔ اُنہوں نے نجاشی (شاہِ حبشہ) کے پاس ایک وفد تحفے تحائف دے کر اس مقصد کیلئے روانہ کیا کہ وہ بادشاہ کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکائیں۔ یہاں تک کہ وہ ان کو اپنے مُلک سے نکال دے۔ اس وفد کی قیادت حضرت عمرو ابن العاص اور حضرت عبداللہ بن ربیعہ کر رہے تھے جو بڑے زیرک اور منجھے ہوئے سیاست دان تھے۔ اُنہوں نے حبش پہنچ کر نجاشی کے درباریوں کو تحفے تحائف دے کر رام کر لیا اور انہوں نے وعدہ کیا کہ بادشاہ کے سامنے وہ وفدِ قریش کی حمایت کریں گے۔ اس کے بعد وہ نجاشی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تحائف پیش کر کے عرض کیا کہ ہمارے چند سادہ لوح آدمیوں نے ایک نیا مذہب گھڑ لیا ہے جو ہمارے اور آپ کے دین کے خلاف ہے، اس لئے ہماری درخواست ہے کہ ان لوگوں کو ہمارے حوالے کر دیا جائے جو ہمارے پاس سے بھاگ کر

marfat.com

آئے ہیں اور اب آپ کے ملک میں گمراہی پھیلا رہے ہیں۔ بطارقہ اور درباریوں نے وفدِ قریش کی پرزور تائید کی۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی طرف سے جواب دیا:

"اے بادشاہ! ہم لوگ سخت جہالت میں مبتلا تھے' بتوں کو پوجتے تھے' مردار کھاتے تھے' اپنی لڑکیاں زندہ زمین میں دفن کر دیتے تھے' رشتہ داروں اور ہمسایوں کو ستاتے تھے' انسانیت سے عاری تھے' کوئی قاعدہ قانون نہ تھا' ایسی حالت میں اللہ نے خود ہم میں سے ایک صاحب کو اپنا رسول بنایا جس کے حسب نسب' سچائی' شرافت' دیانت داری اور پاکبازی سے ہم خوب واقف تھے۔ اس نے ہم کو توحید کی دعوت دی' سچ بولنے' وعدہ پورا کرنے' امانت میں خیانت نہ کرنے' بت پرستی ترک کرنے' بدکاری اور فریب سے بچنے' ہمسایوں سے نیک سلوک کرنے' نماز پڑھنے' روزہ رکھنے اور زکوٰۃ دینے کی تعلیم دی۔ ہم اس کی تعلیم پر چلے' ایک خدا کی پرستش کی' حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھا' اس پر ہماری قوم ہم سے بگڑ بیٹھی' ہم کو طرح طرح کی اذیت دے کر پھر بت پرستی اور بدکاریوں میں مبتلا کرنا چاہا' ہم ان کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر آپ کی حکومت میں چلے آئے"۔

نجاشی یہ تقریر سن کر بہت متاثر ہوا' اس نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے کہا: تمہارے نبی پر جو کتاب نازل ہوئی ہے اس کا کوئی حصہ مجھے سناؤ"۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بڑے نکتہ رس تھے' انہیں معلوم تھا کہ نجاشی اہلِ کتاب ہے اور دین عیسوی کا پیرو ہے۔ انہوں نے سورۂ مریم کا وہ ابتدائی حصہ سنایا جو حضرت یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام سے متعلق ہے۔ اس کو سن کر نجاشی پر رقت طاری ہو گئی اور وہ اس قدر رویا کہ اس کی داڑھی تر ہو گئی' پھر وہ بے ساختہ پکار اٹھا:

"خدا کی قسم! تمہارے نبی کی کتاب اور انجیل مقدس ایک ہی نور کی کرنیں ہیں'

marfat.com

میں تمہیں ان لوگوں کے حوالے ہرگز نہ کروں گا"

اس کے بعد اُس نے قریش کے وفد سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"واللہ میں ان لوگوں کو کبھی اپنے ملک سے نہ نکالوں گا اور نہ تمہارے سپرد کروں گا"

قریش کے وفد نے ایک دفعہ پھر کوشش کی کہ بادشاہ کا دل مسلمانوں سے پھیر دے۔ چنانچہ دوسرے دن وہ پھر دربار میں گیا اور بادشاہ سے کہا:

"اے بادشاہ یہ لوگ آپ کے نبی حضرت عیسیٰ ابن مریم کے مُتعلّق بہت بُرا عقیدہ رکھتے ہیں' کیا آپ اس عقیدہ کے لوگوں کو پناہ دیں گے؟

نجاشی نے مسلمانوں کو دوبارہ دربار میں طلب کیا اور پوچھا: تمُہارا حضرت عیسیٰ ابنِ مریم کی نسبت کیا عقیدہ ہے؟

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا "اے بادشاہ ہم حضرت عیسیٰ ابن مریم کو خُدا کا نبی اور رُوح اللہ مانتے ہیں۔ نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اُٹھا کر کہا:

"واللہ جو کچھ تم نے حضرت عیسیٰ ابن مریم کے مُتعلّق کہا' وہ اس تنکے کے برابر بھی اس سے زیادہ نہیں ہیں"۔

غرض قریش کی سفارت بے نیل مرام واپس گئی۔ حضرت اسماء بنت عمیس' ان کے شوہر حضرت جعفر بن ابی طالب اور بہت سے دوسرے مہاجرین حبش میں چودہ برس تک غریب الوطنی کی زندگی گزارتے رہے۔ اس دوران میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے اور بدر' اُحد' خندق اور خیبر کے معرکے گُزر چکے۔ محرم ۷ھ میں خیبر فتح ہوا تو سارے مسلمان حبش سے مدینہ مُنوّرہ آ گئے۔ ان میں حضرت اسماء اور حضرت جعفر بھی شامل تھے۔ خیبر کی فتح سے مسلمان پہلے ہی خَوش تھے' اپنے ان

marfat.com

بھائیوں کے آنے سے انہیں دُوہری خوشی ہوئی۔ رحمتِ عالم ﷺ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو گلے سے لگایا' ان کی پیشانی چُومی اور فرمایا:

"مَیں نہیں جانتا کہ مجھ کو جعفر کے آنے سے زیادہ خوشی ہوئی یا خیبر کی فتح سے"۔

غزوۂ خیبر کے بعد ایک دن حضرت عمرؓ بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنی صاحبزادی اُمّ المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے ملنے اُن کے گھر گئے۔ وہاں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنتِ عمیس بھی تھیں۔ حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہ نے اُن کے بارے میں پُوچھا تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یہ اسماء رضی اللہ عنہا زوجہ جعفر رضی اللہ عنہ بن ابی طالب ہیں۔ حضرت عُمر رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ حبشہ والی یعنی سمندر والی۔ حضرت اسماء نے اثبات میں جواب دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نے تم سے پہلے مدینہ مُنوّرہ ہجرت کی' اس لئے زیادہ ثواب کمایا۔ اس پر حضرت اسماء کو غصّہ آگیا اور فرمایا۔

حقیقتِ حال یہ ہے کہ آپ لوگ رسُولُ اللہ ﷺ کے ساتھ رہتے تھے' حضُور ﷺ بھوکوں کو کھانا کھلاتے تھے اور جاہلوں کو تعلیم دیتے تھے' لیکن ہمارا حال یہ تھا کہ ہم حبش کی دُور ترین مبغوض ترین سرزمین میں غریب الوطنی کی خاک چھان رہے تھے' ہم کو ایذا دی جارہی تھی' ہم خائف رہتے تھے اور یہ سب کچھ اللہ اور اللہ کے رسُول کی رضا جوئی کی خاطر تھا۔ خُدا کی قسم! آپ نے جو کچھ کہا ہے' جب تک اس کا ذکر حضُور نبی کریم ﷺ سے نہ کرلوں گی' نہ کھانا کھاؤں گی نہ پانی پیوں گی۔ ہر بات حضُور ﷺ سے صاف صاف کہہ سناؤں گی۔ اتنے میں حضُور ﷺ تشریف لائے۔ حضُور ﷺ نے فرمایا "وہ تم سے زیادہ ثواب کے مستحق نہیں ہیں۔ انہوں نے ایک ہجرت کی ہے' تم نے دو ہجرتیں کیں۔ ایک مکہ سے حبشہ کی جانب اور دوسری حبشہ سے مدینہ کی جانب۔

یہ حضرت اسماء بنت عمیس جن کی فضیلت تصدیق ان کے ذوالہجرتین ہونے

marfat.com

کی بناء پر خود سید الانام فخر موجودات ﷺ نے فرمائی' قبیلہ خثعم کی چشم و چراغ تھیں اور ان جلیل القدر خواتین میں سے تھیں جنہوں نے دعوتِ حق کے بالکل ابتدائی زمانے میں سخت نامساعد حالات اور مہیب خطرات سے بے پرواہ ہو کر قبول اسلام کی سعادت حاصل کی تھی۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے والد عمیس کے کے سلسلۂ نسب کے بارے میں مؤرخین میں سخت اختلاف ہے۔ کسی نے عمیس کے والد کا نام معبد بن تمیم لکھا ہے اور کسی نے معبد بن حارث' والدہ کا نام بالاتفاق ہند (خولہ) بنتِ عوف تھا۔ اُمّ المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بنتِ حارث بھی انہی کے بطن سے تھیں۔ اس نسبت سے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس حضرت میمونہ کی اخیافی بہن تھیں (جن کی ماں ایک ہو)

علّامہ ابنِ سعد اور ابن ہشام رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جس زمانے میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس سعادت اندوزِ اسلام ہوئیں' اس وقت صرف تیس نفوس شرفِ اسلام سے بہرہ ور ہوئے تھے اور سرورِ عالم ﷺ ابھی دارِ ارقم میں مقیم نہیں ہوئے تھے۔ اس لحاظ سے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو "السّابقون الاوّلون" کی مُقدّس جماعت میں بھی امتیازی درجہ حاصل ہے۔ اس کے علاوہ تاریخِ اسلام میں اُن کو اس بناء پر بھی بڑی شُہرت حاصل ہوئی کہ ان کا نکاح یکے بعد دیگر تین ایسی عظیم المرتبت ہستیوں سے ہوا جو قصرِ اسلام کے عظیم الشّان ستون تھیں۔

پہلا نِکاح حضور کے ابنِ عم حضرت جعفر طیّار بن ابی طالب سے ہوا۔ ان کی شہادت کے بعد دُوسرا نکاح حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ اُن کی وفات کے بعد تیسرا نکاح شیرِ خُدا' فاتح خیبر حضرت علی کرم اللہ وجہہ' سے ہوا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اور ان کے پہلے شوہر حضرت جعفر طیار بن ابی طالب کے قبولِ اسلام کا زمانہ ایک ہی ہے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہرِ نامدار کو مدینہ آئے ہوئے ایک ہی سال

marfat.com

گزرا تھا کہ ایک بار پھر اُن کی آزمائش کا وقت آ گیا۔ ۸ھ میں شام کے ایک قصبہ مُوتہ کے رئیس شرحبیل بن عمرو غسانی نے رسولِ اکرم ﷺ کے سفیر حضرت حارث بن عمیر ازدی کو شہید کر دیا جو حضور ﷺ کا نامہ مبارک حاکم بصریٰ حارث بن شمر غسانی کو پہنچانے جا رہے تھے۔ شرحبیل کی یہ حرکت سرورِ دو عالم ﷺ کو سخت ناگوار گزری اور آپ ﷺ نے حضرت حارث بن عمیر کا بدلہ لینے کیلئے تین ہزار مجاہدین کا ایک لشکر مُوتہ کی طرف روانہ کیا۔ اس لشکر کی قیادت حِبُّ النبی حضرت زید بن حارثہ کر رہے تھے اور اس میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ حضور ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو رخصت کرتے وقت فرمایا:

"اگر اس لڑائی میں زید (رضی اللہ عنہ) شہید ہو جائیں تو جعفر (رضی اللہ عنہ) امیر ہوں گے، اور اگر جعفر (رضی اللہ عنہ) بھی شہادت پا جائیں تو عبداللہ بن رواحہ اُن کی جگہ لیں گے"۔

مُوتہ کے علاقے میں اِتفاق سے ان دنوں ہرقل شاہِ روم بھی آیا ہوا تھا اور بلقا میں مقیم تھا۔ شرحبیل نے اس سے مدد مانگ بھیجی۔ ہرقل نے ایک بھاری لشکر اُس کی مدد کیلئے بھیج دیا۔ قیس، جذام، لخم وغیرہ کے جنگجو عیسائی قبائل بھی شرحبیل کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔ اس طرح تین ہزار مسلمانوں کے مقابلے میں دُشمن کی تعداد ایک لاکھ سے بھی اوپر تھی۔ مُوتہ مدینہ مُنوّرہ سے بہت دُور تھا، اس لئے مزید کمک طلب کرنا ممکن نہ تھا اور پیچھے ہٹنا باعثِ ننگ، مسلمان اللہ کے بھروسے پر غنیم کے ٹڈی دل سے نبرد آزما ہوئے۔ مُوتہ کے میدان میں نہایت خونریز جنگ ہوئی۔ امیرِ لشکر حضرت زید بن حارثہ مردانہ وار لڑتے ہوئے شہید ہو گئے تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے عَلَم سنبھالا اور اس جرأت اور پامردی سے لڑے کہ شجاعت بھی آفریں پکار اُٹھی۔ تقریباً نوّے زخم اس مردِ حق نے اپنے بدن پر کھائے جن میں کوئی پُشت پر نہ تھا۔ ایک ہاتھ قلم ہو گیا تو دُوسرے ہاتھ سے عَلَم

marfat.com

سنبھالا' دوسرا ہاتھ شہید ہوا تو دانتوں میں عَلَم پکڑ لیا۔ دُشمنوں کا ہر طرف سے زغہ تھا' تیروں اور تلواروں کی بارش ہو رہی تھی۔ آخر رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قوی بازو اور دینِ حق کا یہ سچا عَلَمبَردار شہید ہو گیا۔ اب عَلَم حضرت عبداللہ بن رواحہ انصاری نے سنبھالا۔ وہ بھی دادِ شجاعت دے کر شہید ہوئے تو حضرت خالد بن ولید نے عَلَم سنبھالا اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔

جس وقت لڑائی کی آگ زور سے بھڑک رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے میدانِ جنگ کا نقشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو لڑائی کے حالات اس طرح بتا رہے تھے گویا وہ بالکل آپ کے سامنے ہو رہی ہے۔ جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے دونوں بازو شہید ہو گئے اور انہوں نے جامِ شہادت پیا تو حضُور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور آپ نے فرمایا "میَں جنّت میں جعفر رضی اللہ عنہ کو دو نئے بازوؤں کے ساتھ پرواز کرتے دیکھ رہا ہوں"۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اِرشاد کے مُطابق حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور "ذُوالجناحین" کے القاب سے مشہور ہوئے۔ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی شہادت کا منظر دیکھتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ آپ نے نہایت غمزدہ کیفیت میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر سُنائی تو اُن کی چیخیں نکل گئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تسلّی دیتے ہوئے تشریف لے آئے۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سُن کر مسلمان بے پناہ غمگین ہو گئے۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا چچا چچا کہتی ہوئیں ابا جان سے لپٹ گئیں۔ حضُور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چُپ کروایا اور فرمایا' کھانا تیار کرو اور اسماء (رضی اللہ عنہا) کے گھر لے جانا اور اُنہیں صبر کی تلقین کرنا"۔

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی شہادت کے چھ ماہ بعد ۸ ہجری (غزوۂ حنین کے زمانے) میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسماء بنت عمیس کا نِکاح اپنے محبوب رفیق حضرت

marfat.com

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پڑھا دیا۔ دو برس بعد حضرت ابوبکر صدیق کے صُلب سے محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا حج کیلئے مکہ آئی ہوئی تھیں کہ ذوالحلیفہ میں محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی وَلادَت ہوئی۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: یا رسُولَ اللہ! اب میں کیا کروں؟

آپ نے فرمایا "غسل کر کے احرام باندھ لو"

۱۱ھ میں رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمایا تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا پر رنج و غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا' ان سے بھی بڑھ کر صدمہ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو ہوا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے بڑے ضبط سے کام لیا اور اپنے وقت کا بیشتر حصہ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی دلجوئی میں صرف کرنے لگیں۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد سیدۃ النساء کا وقت آخر بھی آ پہنچا۔ علامہ ابنِ اثیر نے "اُسدُ الغابہ" میں لکھا ہے کہ اپنی وفات سے پہلے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس کو بلا بھیجا اور ان سے فرمایا: میرا جنازہ لے جاتے وقت اور تدفین کے وقت پردہ کا پورا لحاظ رکھنا اور سوائے اپنے اور میرے شوہر (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کے علاوہ کسی سے مدد نہ لینا۔ محدث ابنِ جوزی نے لکھا ہے کہ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی میت کو حضرت علی اور حضرت اسماء بنت عمیس اور حضرت سلمٰی اُم رافع نے غسل دیا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت اسماء رضی اللہ عنہا' حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے نکاح میں آئیں۔ محمد بن ابی بکر کی عمر اس وقت تقریباً تین برس کی تھی' وہ بھی اپنی ماں کے ساتھ آئے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے زیر سایہ ہی پرورش پائی۔

ایک دن عجیب لطیفہ ہوا' محمد بن جعفر رضی اللہ عنہ اور محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ اس بات پر جھگڑ پڑے کہ دونوں میں سے کس کا باپ افضل تھا اور کون زیادہ معزز ہے۔ حضرت علی نے دونوں بچوں کی دلچسپ بحث سنی تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تم اس جھگڑے کا فیصلہ کر دو۔

marfat.com

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے نوجوانانِ عرب میں جعفر رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر اعلیٰ اخلاق کا حامل کسی کو نہیں پایا اور بوڑھوں میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اچھا کسی کو نہیں دیکھا"۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مسکرا کر فرمایا "تم نے ہمارے لئے تو کچھ بھی نہ چھوڑا۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت علی مرتضیٰ کے صُلب سے ایک فرزند یحییٰ پیدا ہوئے۔

۴۰ھ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے شہادت پائی اور ان کے جلد ہی بعد حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے بھی پیکِ اجل کو لبیک کہا۔ اُنہوں نے اپنے پیچھے چار لڑکے چھوڑے۔ عبداللہ، محمد، اور عون حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی صُلب سے اور یحییٰ حضرت علی المرتضیٰ کی صُلب سے۔ بعض اہلِ سِیَر نے لکھا ہے کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی صُلب سے ان کے دو لڑکیاں بھی ہوئیں۔ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے اپنی فیاضی اور سخاوت کی بدولت تاریخ میں بڑی شُہرت پائی۔

غرض حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنتِ عمیس تاریخِ اسلام کی بُلند ترین شخصیات میں شُمار ہوتی ہیں۔ آپ کو اسلام کی راہ میں مسلسل صعوبتوں اور پریشانیوں کا شکار ہونا پڑا۔ ایک تو رشتے کی قُربت اور دُوسرے آپ کی لازوال قربانیاں جن کی بدولت محبوبِ دو عالمَ صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر بے پناہ شفقت فرمایا کرتے تھے۔ تواریخِ سیرت میں بھی آپ کا نام نہایت عزّت واحترام سے لیا جاتا ہے۔

marfat.com

حضرت اُمِّ رومان رضی اللہ عنہا

نبی پاک کے انوار سے ضوبار رہتی تھی
مئے حُبِّ نبی سے ہر گھڑی سرشار رہتی تھی
جنابِ عائشہ کی مادرِ عالی بڑا اعزاز تھا اُن کا
بڑی ہی آندھیاں آئیں' بڑے طُوفان آئے تھے
رفیقہ حضرت صدیق کی اعزاز تھا ان کا
قدم اُن کے رہِ حق میں نہ ہرگز ڈگمگائے تھے
انہیں محبوبِ دو عالَم کی خدمت کا رہا سودا
زَبانِ مُصطفےٰ سے تھا لقب جو "حُورِ عین" اُن کا
بڑی ہی مُتّقی تھیں' پارسا تھیں' نُورِ ایماں تھیں
یہ محبوبِ خُدائے پاک پر ہر آن قرباں تھیں
جنابِ حضرت صدیق کی چاہت کا عُنواں تھیں
یہ بچوں کیلئے ہر آن ہر اک دُکھ کا درماں تھیں
شہِ دیں سے عقیدت اے رضاؔ اُن کی عبادت تھی
سَعادَت تھی یہ اُن کے واسطے پیغامِ جنّت تھی

(محمد اکرم رضاؔ)

marfat.com

حضرت اُمِ رومان رضی اللہ عنہا

حضرت اُمِ رومان رضی اللہ عنہا کا شجرۂ نسب یوں ہے:

اُمِ رومان رضی اللہ عنہا بنت عامر بن عویمر بن عبد شمس بن عتاب بن اذینہ بن سبیع بن دہمان بن حارث بن غنم بن مالک بن کنانہ۔

اُن کا شمار نامور خواتین میں ہوتا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں پہلا نکاح عبداللہ بن حارث سے ہوا اور اُنہی کے ساتھ مکّہ میں مقیم ہو گئیں، جس سے اُن کا ایک بیٹا پیدا ہوا۔ حارث کے انتقال کے کچھ عرصہ بعد حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ نے اُمِ رومان سے نکاح کر لیا۔ حضرت صدّیق اکبر رضی اللہ عنہ کے صُلب سے اُمِ رومان کے ہاں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر پیدا ہوئے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بحرِ بے کراں میں غرق، اُنہی کے تصوّر میں کھوئے رہتے تھے۔ اُن کی اثر پذیری، حضرت اُمِ رومان رضی اللہ عنہا بھی محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عملی تقاضوں میں ڈھل گئی تھیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اصحابِ صُفہ بے پناہ عزیز تھے کیونکہ حق و صداقت کے ان علمبرداروں نے تبلیغ دین کو اپنا سب سے بڑا مشن بنا لیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تقلید میں سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ بھی اصحاب صُفہ کی خدمت کیلئے کوئی نہ کوئی بہانہ تلاش کیا کرتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ اصحابِ صُفہ میں سے تین بزرگوں کو اپنے گھر بطور مہمان لائے۔ انہیں وہاں چھوڑ کر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تشریف لے گئے۔ وہاں کچھ زیادہ دیر ہو گئی، گھر واپس آئے تو حضرت اُمِ رومان رضی اللہ عنہا نے پوچھا:

”مہمانوں کو یہاں چھوڑ کر آپ کہاں چلے گئے تھے؟“

marfat.com

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: "میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھا، تم مہمانوں کو کھانا کھلا دیتیں"۔

حضرت اُمِّ رومان رضی اللہ عنہا نے عرض کیا "میں نے انہیں کھانا بھجوایا تھا لیکن اُنہوں نے میزبان کی غیر حاضری میں کھانا تناول کرنا پسند نہیں کیا"

اب حضرت صدّیقِ اکبر رضی اللہ عنہ خود کھانا لے کر گئے اور تینوں بزرگوں کو کھلایا۔ اس کھانے میں اتنی برکت ہوئی کہ مہمانوں اور اہلِ خانہ کے سیر ہونے کے بعد بھی نہایت افراط سے بچ رہا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُمِّ رومان رضی اللہ عنہا سے پُوچھا "کتنا کھانا باقی بچ گیا" اُنہوں نے کہا "تین گُنے سے بھی زیادہ"

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ سارا کھانا اُٹھوا کر سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھجوا دیا۔

حضرت اُمِّ رومان رضی اللہ عنہا حضرت صدّیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہی مسلمان ہو گئی تھیں اور "سابقون الاوّلون" میں نام لکھوالیا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۲ نبوی میں مدینہ کو ہجرت فرمائی تو حضرت صدّیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ کے ہمراہ تھے۔ ان کی رفاقت قدم قدم پر محبتِ رسُولِ خُدا کے مظاہر دکھاتی رہی۔ آپ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تقلید کی اور اپنے گھر والوں کو خُدا کے نام پر جان کے دُشمنوں کے درمیان چھوڑ دیا۔ وہ اس امر سے بے نیاز تھے کہ اُن کے اہل وعیال کے ساتھ ان کی عدم موجودگی میں کیا سُلوک ہوتا ہے۔ انہیں محبتِ رسُولِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلم میں سب کُچھ گوارا تھا۔ جب مدینہ پہنچ کر امن وسکون کی کیفیت پیدا ہوئی تو رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کو اپنے اہل وعیال لانے کیلئے مکّہ کی طرف بھیجا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی ان کے ساتھ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن ارلقیط کو دو تین اونٹ اور زادِ

marfat.com

راہ دے کر مکہ بھیجا اور اپنے فرزند عبداللہ کو کہلا بھیجا کہ حضرت اُمّ رومان رضی اللہ عنہا حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنے ہمراہ مدینے لے آئیں۔ چُنانچہ حضرت اُمِ رومان، حضرت اسماء، حضرت عائشہ صدّیقہ عبداللہ بن ابوبکر کے ہمراہ مدینہ کی طرف روانہ ہوئیں۔ ادھر حضرت زید رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کو لے کر چلے۔ حضرت اُمِ رومان رضی اللہ عنہا کو حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا کا خصوصی خیال تھا کیونکہ وہ نبی اَقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب تھیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سفر ہجرت میں جب ہم لوگ بیداء کے مقام پر پہنچے تو میرا اونٹ بدک گیا، میں اور میری والدہ حضرت اُمِ رومان رضی اللہ عنہا اس کے ہودج میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اُونٹ نے کُود پھلانگ شروع کی تو میری ماں بہت مُضطرب ہوئیں اور اُنھوں نے یہ کہنا شروع کردیا "ہائے میری بیٹی، ہائے میری دلہن" بارے اللہ نے خیر کی، اُونٹ پکڑا گیا اور ہم لوگ خیریت سے مدینہ مُنوّرہ پہنچ گئے۔

مدینہ مُنوّرہ میں حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ کے اہل وعیال نے بنو حارث بن خزرج کے محلّے میں قیام کیا۔ جہاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک مکان پہلے ہی سے لے رکھا تھا۔

اور پھر ۶ ہجری کا افسوسناک واقعہ پیش آیا۔ حضرت اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر منافقین مدینہ کی سازش سے ناپاک تہمت لگائی گئی۔ بعض سادہ مسلمان بھی نادانستگی میں اس سازش کے حصے دار بن گئے اور بات چاروں طرف پھیلتی گئی۔ اس کا مُفصل تذکرہ حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا کے حالات کے ضِمن میں آچکا ہے۔ واقعہ نے یہ رنگ اختیار کیا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت اقدس بھی مکدّر اور پُر ملال ہوگئی۔ حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پریشان دیکھتیں تو سینہ اندر سے کٹنے لگتا کہ چند ہی دنوں میں مُعاملہ کہاں سے کہاں پہنچ گیا ہے۔ اور پھر حضرت صدّیق اکبر رضی اللہ عنہ اور

marfat.com

حضرت اُمِّ رومان رضی اللہ عنہا کے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج دیکھئے کہ انہیں بیٹی کی پروا نہیں تھی وہ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رضا جوئی میں لگے ہوئے تھے۔ حضرت اُمِّ رومان رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نظرِ ثانی کی درخواست نہیں کی۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کیلئے شوہر کا گھر اور ماں کا گھر دونوں مقامات ہی بے سکون تھے کیونکہ شکوک و شبہات کی پرچھائیاں دونوں طرف منڈلا رہی تھیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اجازت طلب کی اور پریشانیوں کو دامن میں سمیٹے ہوئے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور اپنی مادرِ محترم کے گھر پہنچیں۔

یہ ایک دو منزلہ مکان تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اُوپر کی منزل میں تھے اور حضرت اُمِّ رومان رضی اللہ عنہا نچلی منزل میں بیٹھی تھیں۔ بیٹی کو اس حالت میں آتے دیکھ کر پوچھا: "میری بچی خیر تو ہے، کیسے آئیں"۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے واقعہ بیان کیا۔ حضرت اُمِّ رومان رضی اللہ عنہا ماں تھیں، دکھ تو انہیں بھی بہت ہوا لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا دل رکھنے کو کہا: بیٹی گھبراؤ نہیں، جو عورت اپنے خاوند کو زیادہ محبوب ہوتی ہے اُسے شوہر کی نظروں سے گرانے کیلئے ایسی باتیں بنائی جاتی ہیں"۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے دل پر بنی ہوئی تھی۔ اُنہیں ماں کے جواب سے تسکین نہ ہوئی اور فرطِ الم سے اُن کی چیخ نکل گئی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی بچی کی چیخ سُن کر بالا خانے سے نیچے اُترے۔ واقعہ سُنا، رقیق القلب تو تھے ہی خود بھی رونے لگے۔ جب ذرا قرار آیا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہا: بیٹی تم اپنے گھر جاؤ، ہم ابھی آتے ہیں۔

جب وہ چلی گئیں تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، حضرت اُمِّ رومان رضی اللہ عنہا کو ہمراہ لے کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہاں پہنچے۔ اُمّ المومنین رنج والم کی شدّت سے بخار میں مبتلا ہو گئی تھیں۔ حضرت اُمِّ رومان رضی اللہ عنہا نے اُنہیں اپنی گود میں لٹا لیا۔ نمازِ عصر کے

marfat.com

بعد سرورِ دو عالم ﷺ گھر تشریف لائے اور اس بُہتان کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے استفسار فرمایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ماں باپ کی طرف دیکھا اور کہا: آپ لوگ جواب دیں لیکن وہ دونوں رحمتِ دو عالم ﷺ کے سچے شیدائی تھے، اپنے آقا کو ملول دیکھ کر بیٹی کی حمایت کیسے کر سکتے تھے۔ کہنے لگے: ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یَا رَسُوْلَ اللہ! میں بالکل بے گناہ ہوں۔ آخر غیرتِ الٰہی جوش میں آئی اور اللہ تعالیٰ نے خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طہارت کی گواہی بڑے پُر زور الفاظ میں دی۔ اِرشاد ہوا:

"جب تم نے یہ سُنا تو مومن مردوں اور مومنہ عورتوں سے نسبت نیک گُمان کیوں نہیں کیا اور کیوں نہ کہا کہ یہ صریح تہمت ہے"۔ (سورۂ نور)

جب نزولِ وحی کی بدولت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بریت ثابت ہو گئی تو حضرت اُمِ رومان رضی اللہ عنہا نے کہا: بیٹی اُٹھو اور اپنے آقا کے قدم تھام لو"۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی حضور ﷺ کی لاڈلی رفیقۂ حیات تھیں۔ کہنے لگیں: امی جان! نہ میں ان کی ممنون ہوں نہ اپنے والدین کی، میں تو صرف اپنے اللہ کا شُکر یہ ادا کرتی ہوں جس نے میری بے گُناہی کی شہادت دی۔

اس تمام واقعہ میں حضرت اُمِ رومان رضی اللہ عنہا کے دل پر قیامت ٹوٹ رہی تھی مگر اُنہوں نے آخر تک صرف اور صرف اسی بات کو مدِ نظر رکھا کہ محبوبِ دو عالم ﷺ کا اِرشاد کیا ہے اور آپ کیا فیصلہ فرماتے ہیں۔

حضرت سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے مقام و مرتبہ کا کیا کہنا، حضرت اُمِ رومان رضی اللہ عنہا محبتِ رسول ﷺ میں اپنے خاوند کی طرح سرشار تھیں۔ اُن کا گھر سرکارِ دو عالم ﷺ کے تذکارِ عالی سے آباد تھا اور دونوں ایک دُوسرے سے بڑھ کر محبوبِ دو عالم

marfat.com

ﷺ کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے کوشاں رہتے تھے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کو بھی بجا طور پر حضرت اُمِ رومان رضی اللہ عنہا کے جذبۂ عقیدت کا احساس تھا۔ اس لئے آپ بھی حضرت اُمِ رومان رضی اللہ عنہا کے جذبات کا خیال رکھتے اور اُن کیلئے دُعائیہ کلمات ادا فرماتے۔ گھر کا سربراہ تو خاوند ہی ہوتا ہے مگر گھر عورت سے چلتا ہے۔ حضرت اُمِ رومان رضی اللہ عنہا عشقِ مصطفوی ﷺ کے حوالے سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے روشن کردار کا پرتو نظر آتی ہیں۔

اور یہ حضرت اُمِ رومان رضی اللہ عنہا کے مقاماتِ عالیہ کی سربلندی تھی کہ جب آپ نے ۹ ھ میں ہجرت میں وفات پائی تو حضور ﷺ حزن و ملال کی تصویر بنے' آپ کے جنازے پر تشریف لائے' خود قبر میں اُتارا اور حضرت اُمِ رومان رضی اللہ عنہا کے بارے میں شریکِ جنازہ اصحاب سے فرمایا: جو شخص عورتوں میں حُورِ عین کو دیکھنا چاہتا ہے وہ اُمِ رومان رضی اللہ عنہا کو دیکھ لے"۔ زہے خوش بختی' زہے قسمت کی سرفرازی' زہے مقدر کہ محبوبِ خدا ﷺ "حُورِ عین" کے لقب سے نواز رہے ہیں۔

marfat.com

حضرت شفاء رضی اللہ عنہا بنت عبداللہ

بڑی ہی شان والی تھیں، بڑی ہی آن والی تھیں
محبّت دین سے تھی شوکتِ ایمان والی تھیں
حضورؐ پاک کی اُلفت دل وجاں کا تھی سرمایا
ہمیشہ یاد رکھتی تھیں شہِ دیں نے جو فرمایا
شہِ بطحا کی اُلفت میں سدا سرشار رہتی تھیں
وفاداری سے محوِ جلوۂ سرکار رہتی تھیں
اُنہیں ایمان لانے والوں میں حاصل ہوئی سبقت
مسلمانوں میں حاصل تھی اسی خاطر بہت عزّت
اُنہیں تعلیمِ اسلامی کا ہر دَم پاس رہتا تھا
ہمیشہ عظمتِ ایمان کا اِحساس رہتا تھا
صحابہ کے دلوں میں تھا بہت اَرفع مقام اُن کا
دل وجاں سے سبھی کرتے تھے ہر پل اِحترام اُن کا
رضاؔ کِردار اُن کا تھا مثالِ شمعِ نُورانی
اُنہی سے اہلِ دِل پاتے تھے تعلیماتِ ایمانی

(محمد اکرم رضاؔ)

marfat.com

حضرت شفاء رضی اللہ عنہا بنتِ عبداللہ

اسلام کی اشاعت اور اس کی تعلیمات کے فروغ کے حوالے سے جہاں صحابہ کرام کے تذکارِ مقدسہ سے تاریخِ اسلام جگمگا رہی ہے وہاں اُن صحابیات اور محترم خواتین کا بھی تذکرہ ملتا ہے' جنہوں نے اپنے پاکیزہ کردار اور نقوشِ سیرت سے زمانے کو متاثر کیا۔ دراصل یہ تعلیماتِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضان تھا کہ جن تک آوازۂ حق پہنچ گیا وہی بزمِ ہستی کا وقار بن گئے۔ صحابہ کرام اور صحابیات کے کارنامے نہایت پُرشوق اور ایمان آفریں ہیں۔ بعض صحابیات ایسی بھی خُوش بخت ہیں جو قبولیتِ اِسلام میں اپنے مردوں سے بازی لے گئیں اور بعض کے کارنامے اپنے خاوندوں سے زیادہ زرنگار اور لائقِ تحسین ہیں۔ حضرت شفاء بنتِ عبداللہ (رضی اللہ عنہا) بھی نہایت مُحترمہ صحابیہ تھیں۔ آپ کا تو پُورا گھرانہ ہی ایمان کی روشنی سے جگمگا رہا تھا۔

حضرت شفاء بنت عبداللہ کا شمار نہایت جلیل القدر خواتینِ اسلام میں ہوتا ہے آپ کا تعلّق قریش کے خاندان عدی سے تھا۔

اور حضرت شفاء رضی اللہ عنہا کا سلسلۂ نسب آٹھویں پُشت میں رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب نامہ سے جا کر مل جاتا ہے۔ پانچویں پشت میں سیّدنا حضرت عُمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کے نسب نامہ سے جا کر مل جاتا ہے۔

والدہ کا تعلّق بنو مخزوم سے تھا۔ اُن کا نام فاطمہ بنتِ وہب تھا۔

حضرت شفاء کی شادی اَبُوحثمہ بن حذیفہ عدوی سے ہوئی۔ ابوحثمہ کے حالات کسی کتاب میں نہیں ملتے۔ کُتُبِ سِیَر میں حضرت شفاء رضی اللہ عنہا کے قبولِ اسلام کے زمانہ (سال) کی تخصیص نہیں کی گئی لیکن اس بات پر سب کا اِتّفاق ہے کہ وہ ہجرت سے قبل کسی

marfat.com

وقت بڑے ناساز گار حالات میں سعادت اندوزِ اسلام ہوئیں اور پھر جب بارگاہِ رسالت سے صحابہ کرام کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت مرحمت ہوئی تو اُنہوں نے بھی ہجرت کا شرف حاصل کیا۔ حافظ ابنِ حجر نے ''اصابہ'' میں لکھا ہے کہ وہ اُن چند خواتین میں سے تھیں جنھوں نے سب سے پہلے ارشادِ نبوی پر لبیک کہا اور ارضِ مکہ کو ہمیشہ کیلئے چھوڑ کر مدینہ منورہ میں مستقل اقامت اختیار کر لی۔

مدینہ طیبہ میں مواخات کا رشتہ قائم ہوا۔ ایک ایک انصاری اور ایک ایک مہاجر کو بھائی بنایا گیا۔ پہلے تو مکان اور رہائش کے سلسلہ میں کچھ پریشانی رہی۔ ان کی پریشانی کا احساس حضور سرورِ عالم ﷺ کو بھی تھا۔ وہ اُن کی اس مشکل کو حل کرنے کیلئے مناسب موقع کے منتظر تھے۔ کچھ عرصہ بعد ایک صحابی نے ایک مکان نذر کیا جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت شفاء کو عطا فرما دیا۔ اس طرح اُن کی رہائش کا مسئلہ حل ہو گیا اور آپ وہاں اپنے بیٹے سلیمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ مقیم ہو گئیں اور ایک طویل عرصہ اس مکان میں بسر کیا۔ آپ اسلام اور سرورِ دو عالم ﷺ کی دیوانی تھیں۔ آپ کو حضور ﷺ کی معمولی سی پریشانی بھی گوارا نہیں تھی۔

جب غزوۂ خیبر ہوا تو مسلمانوں کو بڑی تعداد میں مالِ غنیمت بھی عطا ہوا لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تو قاسم تھے، مال آتا تو فوراً تقسیم فرما دیتے اور جب تک سب کچھ تقسیم نہ ہو جاتا آپ کو سکون نہ آتا۔ اسی طرح آپ نے خیبر کا مال بھی تقسیم فرما دیا۔ حضرت شفاء رضی اللہ عنہا کو خیال ہوا کہ مجھے بھی خیبر کے مال سے کچھ طلب کرنا چاہیئے لیکن حضور ﷺ کی شان تو یہ تھی:

؎ مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں اُن کے خالی ہاتھ میں

marfat.com

چنانچہ حضرت شفاء رضی اللہ عنہا بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں اور اُن دِنوں جن پریشانیوں سے دوچار تھیں وہ تمام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں بیان کر دیں اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ نقدی یا جنس وغیرہ کی صُورت میں اُنھیں کچھ عطا فرمایا جائے۔ اِتفاق سے اس وقت حضورِ پُرنُور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی چیز موجود نہیں تھی۔ اس لئے آپ نے معذرت فرمائی لیکن حضرت شفاء رضی اللہ عنہا اصرار کرتی رہیں کہ اُن کی درخواست کو شرفِ پذیرائی بخشا جائے۔ اتنے میں اذان کی آواز آئی اور حضُور صلی اللہ علیہ وسلم نماز کیلئے مسجِد تشریف لے گئے۔ حضرت شفاء رضی اللہ عنہا بھی اُٹھ کر قریب ہی اپنی بیٹی کے گھر چلی گئیں جو جلیل القدر صحابی حضرت شرحبیل بن حَسَنَہ کی اہلیہ تھیں۔ وہاں اُنہوں نے دیکھا کہ ان کے داماد حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ تہبند باندھے گھر میں ہی بیٹھے ہیں اور نماز کیلئے مسجِد نہیں گئے۔ حضرت شفاء رضی اللہ عنہا داماد کو گھر میں بیٹھا دیکھ کر سخت آزُردہ خاطر ہوئیں اور غضب آلود لہجے میں اُنھیں ملامت کرنا شروع کر دی کہ نماز کا وقت ہو گیا اور تو گھر ہی میں ہے۔

حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ نے کہا: خالہ جان مجھے ملامت نہ کیجئے۔ بات یہ ہے کہ میرے پاس ایک ہی قمیص تھی جس پر میں نے پیوند لگا رکھا تھا۔ حضُور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے مجھ سے عاریتاً مانگ لیا ہے' مَیں نہیں چاہتا کہ ننگے بدن مسجِد جاؤں اور جب لوگ مجھ سے اس کا سبَب پوچھیں تو مَیں اُن کو بتاؤں کہ میری قمیص حضُور صلی اللہ علیہ وسلم نے عاریتاً لے لی ہے۔

حضرت شفاء رضی اللہ عنہا داماد کی بات سُنکر سکتے میں آ گئیں اور کہنے لگیں: میرے ماں باپ رسُولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان' مجھے کیا معلُوم تھا کہ حضُور صلی اللہ علیہ وسلم کا آج کل یہ حال ہے۔ میں نے اپنی درخواست پر اصرار کر کے خواہ مخواہ آپ کو اذیت دی۔

حضرت شفاء رضی اللہ عنہا جن کو شریعت کا اس قدر پاس تھا کہ نماز کے وقت اپنے داماد کو گھر میں بیٹھے دیکھ کر غضبناک ہو گئیں اور پھر بے خبری کے عالم میں بارگاہِ رسالت

marfat.com

میں اپنی بات پر بے جا اصرار نے جنہیں سخت پشیمان کیا' اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کو رسول اللہ ﷺ سے کس درجہ محبت تھی اور شریعتِ اسلامی کا کس قدر پاس تھا۔

حضرت شفاء رضی اللہ عنہا قریش کی اُن معدودے چند خواتین میں سے تھیں جو لکھنا پڑھنا جانتی تھیں۔ کئی امراض کے مریض ان کے پاس آتے تھے اور وہ جھاڑ پھونک یعنی منتر ٹوٹکے سے اُن کا علاج کرتی تھیں۔ اہلِ سِیَر نے اُن کے چیونٹی کاٹنے کے منتر کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے۔ علّامہ ابنِ اثیر صاحب اُسدُ الغابہ لکھتے ہیں کہ جب کسی کو چیونٹی (زہریلی یا سخت قسم کی) کاٹتی تو وہ منتر پڑھ کر کاٹنے کی جگہ پر پھونکتیں۔

۳ھ میں سرورِ عالم ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بنتِ حضرت عُمر فاروق رضی اللہ عنہ سے نِکاح کیا تو ایک مرتبہ حضرت شفاء رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ حفصہ کو بھی لکھنا سکھادو' انہوں نے ارشادِ نبوی ﷺ کی تعمیل کی اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو لکھنا سکھادیا۔

ایک دفعہ حضرت شفاء رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی: یارَسُولَ اللہ! مَیں جاہلیت میں جھاڑ پھونک کیا کرتی تھی اور چیونٹی کاٹنے پر یہ منتر پڑھا کرتی تھی۔ کیا مجھے اب بھی ایسا کرنے کی اجازت ہے۔ چونکہ اس منتر میں شرک کی آمیزش نہیں تھی۔ اس لئے حضور ﷺ نے انہیں اجازت دے دی بلکہ یہ فرما بھی دیا کہ یہ منتر حفصہ رضی اللہ عنہا کو بھی سکھادو۔ حافظ ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ اس موقع پر حضور ﷺ نے یہ الفاظ ارشاد فرمائے:

علمی حفصہ رقیۃ النملۃ کما علمتھا الکتابۃ

(حفصہ رضی اللہ عنہا کو بھی چیونٹی کا منتر سکھادو جیسا کہ تم نے اسے لکھنا سکھایا)

چُنانچہ انہوں نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو لکھنے کے علاوہ چیونٹی کاٹنے کا منتر بھی سکھادیا۔ اس لحاظ سے وہ اُمّ المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی اُستاد ہیں۔ اربابِ سِیَر نے لکھا ہے

marfat.com

کہ حضرت شفاء رضی اللہ عنہا نہایت عاقلہ اور فاضلہ تھیں اور اُن کو رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے غایت درجہ محبّت اور عقیدت تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اُن پر بہت شفقت فرماتے تھے اور گاہے گاہے اُن کے گھر تشریف لے جاتے تھے۔ حافظ ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھار حضرت شفاء رضی اللہ عنہا کے گھر آرام فرماتے تھے۔ انہوں نے ایک تہہ اور بستر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے الگ رکھ چھوڑا تھا چونکہ ان چیزوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسدِ اقدس مَس ہوا تھا اس لئے حضرت شفاء رضی اللہ عنہا کے نزدیک یہ بے حد تقدّس کی حامل تھیں۔ چُنانچہ اُنہوں نے ان دونوں مُقدّس چیزوں کو زندگی بھر اپنی جان کے ساتھ رکھا۔ ان کی وفات کے بعد ان کی اولاد نے بھی ان تبرکات کو بڑی احتیاط سے محفوظ رکھا لیکن اُموی حکمران مروان بن الحکم نے یہ دونوں چیزیں ان سے لے لیں۔ اس طرح حضرت شفاء رضی اللہ عنہا کا خاندان اس برکت سے محروم ہو گیا۔

حضرت شفاء رضی اللہ عنہا کو بارگاہِ نبوی میں جو تقرّب حاصل تھا اُس کی بناء پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اُن کی بڑی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ فاروق کے نزدیک اُن کی قدر و منزلت کی یہ کیفیت تھی کہ جب وہ سریر آرائے خلافت ہوئے تو کبھی کبھی بعض اہم مسائل میں اُن سے مشورہ لیا کرتے تھے اور اُن کی رائے کی بہت تعریف کرتے تھے۔ حافظ ابنِ حجر نے ابنِ سعد کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت شفاء رضی اللہ عنہا کی فضیلت اور رائے کا بڑا پاس تھا اور وہ ان کو بازار کا اہتمام سپرد کرتے تھے۔

اس روایت سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت شفاء رضی اللہ عنہا صاحب الرائے ہونے کے ساتھ ساتھ انتظامی صلاحیتوں کی مالک بھی تھیں۔ علّامہ ابنِ اثیر نے "اُسد الغابہ" میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہدِ خلافت میں حضرت شفاء رضی اللہ عنہا کو بلا بھیجا۔ جب وہ حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچیں تو اتفاق سے عاتکہ بنتِ

marfat.com

اسید بھی وہاں آ گئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دونوں کو ایک ایک چادر عنایت فرمائی۔ جو چادر حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا کو عطا ہوئی' وہ حضرت شفاء رضی اللہ عنہا کی چادر سے بہتر تھی۔ حضرت شفاء رضی اللہ عنہا کو یہ بات ناگوار گزری۔ اُنہوں نے ناراضی کے لہجے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''تمہارے ہاتھوں پر مٹی پڑے' میں عاتکہ سے زیادہ قدیم الاسلام ہوں' تمہاری بنتِ عم بھی ہوں اور پھر تُم نے مجھے خُود بلا بھیجا تھا' لیکن ان ساری باتوں کے باوُجود تم نے عاتکہ کو مجھ سے بہتر چادر دی حالانکہ وہ بِن بُلائے محض اتفّاق سے یہاں آ گئی تھیں''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''واللہ یہ چادر تمہارے ہی لئے تھی لیکن جب عاتکہ آ گئیں تو مجھے ان کی رعایت کرنی پڑی کیونکہ یہ نسب میں رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قریب ہیں۔ حضرت شفاء رضی اللہ عنہا یہ دلیل سُن کر خاموش ہو گئیں اور مُطمئن ہو کر گھر چلی آئیں۔

اس روایت سے جہاں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت عُمر فاروق رضی اللہ عنہ رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کو اپنے خاندان بنو عدی کے لوگوں پر ترجیح دیتے تھے وہاں اُن کی تحمل اور بُردباری کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ وہ اپنے وقت کے سب سے بڑے فرمانروا تھے لیکن اپنے خاندان کی ایک بُوڑھی خاتون کی ڈانٹ پر ذرا بھی بُرا نہ مانا۔

اس روایت سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت شفاء رضی اللہ عنہا نہایت جری اور بیباک تھیں اور دل کی بات' خواہ وہ کتنی ہی سخت ہو' برملا کہنے میں کسی کی رُو رعایت نہ کرتی تھیں اگرچہ ان کا مخاطب خلیفۂ وقت ہی کیوں نہ ہو۔ یہی وہ مساوات اور سادہ طرزِ معاشرت تھی جس نے چند سال کے اندر اندر مسلمانوں کو اقبال و فتح مندی کی انتہائی بُلندیوں پر پہنچا دیا۔

marfat.com

حضرت شفاء رضی اللہ عنہا نے کب وفات پائی؟ اس کے بارے میں تمام کُتُبِ سِیَر خاموش ہیں۔ قیاس یہ ہے کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری دَور یا حضرت عثمان ذُوالنّورین رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں کسی وقت داعیٔ اجل کو لبّیک کہا۔ حضرت شفاء رضی اللہ عنہا کی اولاد میں صرف ایک لڑکے سلیمان رضی اللہ عنہ اور ایک لڑکی کا پتہ چلتا ہے۔ دونوں شرفِ صحابیت سے بہرہ ور تھے۔ لڑکی مشہور صحابی حضرت شرحبیل بن حَسَنَہ کے نِکاح میں تھیں۔

حضرت شفاء رضی اللہ عنہا نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عُمر فاروق رضی اللہ عنہ سے چند (بقول بعض بارہ) حدیثیں روایت کی ہیں۔ راویوں میں اُن کے بیٹے سلیمان رضی اللہ عنہ اور پوتے ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عثمان، اُمّ المومنین حضرت حفصہ، ابُوسلمہ اور ابُواسحاق شامل ہیں۔

marfat.com

حضرت اُمِ معبد رضی اللہ عنہا

تُو ہے خُوش بخت کہ مہماں ہوئے تھے سرورِ عالَم
کہ جن کی بارگہ میں ہے جبینِ وقت کا سرخَم
تُو ہے خُوش بخت کہ اعزاز تیرا چِھن نہیں سکتا
ترے اکرام کی تعداد کوئی گِن نہیں سکتا
کُچھ اس انداز سے حُلیہ سُنایا شاہِ والا کا
کہ ہر قلبِ مسلماں جوشِ اِیماں سے مہک اُٹھا
بہت تبدیلیاں دیکھیں پہ تیری شان باقی ہے
دلوں میں جو مچلتا ہے وہی ارمان باقی ہے
شہِ کونین کی عاشق، نبیؐ پاک کی شیدا
قبولِ اِسلام تُو نے کر لیا جو شاہ کو دیکھا
تیرے الفاظ زندہ ہیں ترا پیغام زندہ رہے
نبی پاک نے تجھ پر کیا اِنعام زندہ ہے
نبی پاک کا حُلیہ رضاؔ کے دل کی زینت ہے
تیری الفاظ کی شوکت سے ہر اک دل میں راحت ہے

(محمد اکرم رضاؔ)

marfat.com

حضرت اُمِّ معبد رضی اللہ عنہا

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جانثار رفیق حضرت صدّیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکّہ مکرمہ سے مدینہ منوّرہ کی جانب اُونٹوں پر محوِ سفر تھے۔ راستے میں غارِ ثَور میں کُفّار سے بچنے کے تین رات دن قیام کرنا پڑا تھا۔ ابھی تو بہت طویل سفر تھا۔ سُورج گرم تھا' زمین تپ رہی تھی' زمین سے اُٹھنے والی گرم ریت سے چہرے جُھلسے جا رہے تھے مگر یہ جگمگاتے چہروں والے مسافر بے خوف وخطر اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھے۔ ان میں سے ایک تو آقا تھے جو ساری دُنیا کے آقا و مَولا صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور دُوسرے اُن کی غلامی کا دَم بھرنے والے صدّیقِ اکبر رضی اللہ عنہ تھے جنھیں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنا تو گوارا تھا مگر یہ گوارا نہیں تھا کہ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جبینِ اقدس پر ہلکی سی شکن بھی آجائے۔

یہ سب کچھ ہے گوارا پر یہ دیکھا جا نہیں سکتا
کہ اُن کے پاؤں کے تلوؤں میں اک کانٹا بھی چُبھ جائے

پیاس نے ستا رکھا تھا۔ بُھوک بھی چمک اُٹھی تھی۔ راستے میں ایک مقام قدید نظر آیا جو ایک صحرائی جگہ پر واقع تھا تو رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عرب مہمان نواز ہوتے ہیں۔ یقیناً یہاں ہمیں وہ سب کچھ مل جائے گا جس کی ہم توقع رکھے ہوئے ہیں۔

یہ مقام حضرت اُمِّ معبد رضی اللہ عنہا کا تھا جو عرب کی مہمان نوازی اور لُطف ومحبّت کا دلکش نمونہ تھیں۔ آپ اور آپ کا خاوند دونوں غیر معمولی طَور پر مہمان نواز تھے۔ انہوں نے گھر کے قریب خیمہ لگا رکھا تھا جو مسافر آتے اس خیمہ کے نیچے آرام کرتے۔ اُمِّ معبد رضی اللہ عنہا انہیں پانی بھی پلاتیں اور حتّی المقدور خدمت بھی کرتیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صدّیق اکبر رضی اللہ عنہ یہاں پہنچے تو اس خیمہ کے نیچے ٹھہرے۔

marfat.com

حضور ﷺ نے خاتونِ خانہ اُمِّ معبد رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا:

''بہن تمہارے پاس کھانے کیلئے کچھ ہے''۔

اُمِّ معبد رضی اللہ عنہا نے بڑی متانت سے عرض کیا:

''کھانے کو تو اس وقت کچھ موجود نہیں ہے۔ یہ ایک بکری حاضر ہے جو بہت کم دُودھ دیتی ہے' یہ دُودھ آپ کیلئے ناکافی ہوگا۔ اگر پسند فرمائیں تو اسے ذبح کرلیں''۔

حضور ﷺ اپنی میزبان اُمِّ معبد رضی اللہ عنہا کے جذبۂ خدمت سے بہت خُوش ہوئے اور فرمایا:

''بہن اگر آپ کی اجازت ہو تو ہم اس کا دُودھ دوھ لیں''۔

اُمِّ معبد رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: بسر وچشم مجھے کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔ مگر افسوس کہ آپ کو دُودھ بہت ہی کم ملے گا''۔

..........○..........

نبیٔ رحمت ﷺ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر اس کمزور سی بکری کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا۔ یہ عام آدمی کے ہاتھ نہیں تھے۔ یہ تو نبیٔ کریم ﷺ کے ہاتھ تھے جن کی تاثیر سے مُردے جی اُٹھتے ہیں۔ آپ کے دست ہائے مُبارک کی برکت نے اپنا کمال دکھایا اور بکری کے تھنوں سے دُودھ کے چشمے پھُوٹنے لگے۔ اُمِّ معبد رضی اللہ عنہا نے جو برتن دیا وہ فوراً بھر گیا۔ یہ دُودھ رسولِ کریم ﷺ اور آپ کے رُفقاء سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ ان کے غلام حضرت عبداللہ بن اریقط رضی اللہ عنہ نے پی لیا۔ دُوسری مرتبہ پھر بکری کو دوہا گیا تو برتن پھر بھر گیا۔ یہ بھی حضور ﷺ اور آپ کے رفقاء نے پیا۔ تیسری مرتبہ دُودھ دوہنے سے جب برتن بھرا تو حضور ﷺ نے یہ برتن اُمِّ معبد رضی اللہ عنہا کے حوالے کردیا۔ اُمِّ معبد رضی اللہ عنہا نے یہ منظر دیکھا تو حیران وششدرہ گئی کہ جو بکری پاؤ بھر دُودھ نہیں دے سکتی تھی اُس کے

marfat.com

تھنوں سے دُودھ کی نہریں بہہ رہی تھیں۔ حضرت اُمِّ معبد رضی اللہ عنہا حیرت میں گم ہو گئیں کہ یہ آج ہمارے گھر میں کیا ماجرا ہو گیا اور آنے والی ہستی کس قدر مُبارک مسعود اور باعثِ رحمت ہے۔ حضرت اُمِّ معبد رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ وہ بکری حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت تک ہمارے پاس رہی۔ ہمارا گھرانہ صبح و شام اُس کے دُودھ سے فیضیاب ہوتا رہا مگر اُس کے دُودھ میں کبھی ذرا بھر بھی کمی رُونما نہیں ہوئی۔

O

آقائے سراپا رحمت تو اس گھر کو اپنے قدموں کی برکات سے فیضیاب کرنے کے بعد ارضِ مدینہ کو روانہ ہو گئے۔ کچھ دیر بعد حضرت اُمِّ معبد رضی اللہ عنہا کا خاوند آیا۔ دُودھ کے بھرے ہوئے برتن دیکھے تو بے حد تَعَجُّب میں گُم ہو گیا۔ اُمِّ معبد رضی اللہ عنہا سے دریافت کرنے لگا:

"یہ دُودھ کہاں سے آیا؟"

حضرت اُمِّ معبد رضی اللہ عنہا نے محبّت آمیز لہجے میں جواب دیا۔

"آپ کی عدم موجودگی میں ایک بزرگ تشریف لائے تھے۔ نُورانی صُورت، دل ربا سراپا، انہوں نے بکری کو دوہا، خُود بھی ساتھیوں سمیت جی بھر کر دُودھ پیا اور ہمارے لئے بھی بھرے ہوئے برتن چھوڑ گئے"۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ محبوبِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور اخلاقِ حَسَنہ کی سیرت سے مشرق و مغرب میں اُجالا ہو رہا تھا۔ تعلیماتِ مُقدسہ کی خُوشبو چاروں طرف پھیل رہی تھی۔ مکّہ وہ شہر تھا جہاں عرب کے کونے کونے سے تاجر تجارت کیلئے آتے تھے اور واپس ہوتے ہوئے، محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیغام کے انوار بھی سمیٹ کر لے جاتے تھے۔ وہ لوگ اپنے اپنے علاقوں میں جاتے تو وہاں کے عوام کو بتاتے کہ مکّہ میں ایک نبی کی

marfat.com

تعلیمات پھیل رہی ہیں۔ قبیلہ بنو ہاشم سے تعلّق رکھتا ہے۔ مُحمد رسُولُ اللہ نام ہے۔ خاندان بھی اعلیٰ ہے اور اس کی شکل وصُورت اور الفاظ کی تاثیر کا کیا کہنا۔ اس کا پیغام سراسر رحمت ہے۔ وہ کہتا ہے کہ خُدا ایک ہے' مَیں اُس کا رسُول ہوں۔ پتھر کے بُت تمہیں کچھ نہیں دے سکتے' ان کی عبادت چھوڑ دو اور خُدائے واحد کی عبادت کرو۔ تمام گُناہوں' معائب' غلط کاریوں' لڑائی جھگڑوں کو چھوڑ دو' بچیوں کو زندہ در گور نہ کرو۔ یہ اس کی تعلیمات کا اثر ہے کہ مکّہ اور اردگرد کے قبائل کے حق کے پرستار بڑی تعداد میں اس کی نبوّت کے سامنے سرِ تسلیم خم کر چُکے ہیں۔

............O............

اُمِّ معبد رضی اللہ عنہا کا خاوند بھی اتنا انجان نہیں تھا۔ اس کے کانوں تک محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکارِ مقدّس پہنچ چکے۔ اُس کا دل اندر سے اس رسُولِ مُحترم کا شیدائی ہو چُکا تھا۔ بس دیکھنے کی آرزو تھی۔ جب اُمِّ معبد رضی اللہ عنہا نے تمام واقعہ سُنایا تو باطن سے صدا ابھری کہ

"یہی تو وہ ہستی ہے جس کی مجھے تلاش ہے۔ یہ مسافر تو وہی ہے جو مُدّت سے میرے دل میں بستا ہے۔ اے اُمِّ معبد رضی اللہ عنہا تُم کتنی خوش بخت ہو کہ تُم نے اُس راہنمائے عالَم کو دیکھا ہے۔ براہ کرم اُس کا حُلیہ' شکل وصُورت تو بیان کرو"۔

اُمِّ معبد رضی اللہ عنہا کا دل تو پہلے ہی محبّتِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کا مرکز بن چُکا تھا۔ اُس کے اندر سے طُوفان اُٹھ رہا تھا کہ کوئی فرمائش کرے تو آنکھوں دیکھا احوال بیان کرے۔ اِدھر شوہر نے فرمائش کی اُدھر اُمِّ معبد رضی اللہ عنہا کے مُنہ سے لفظوں کے جواہر بکھرنے لگے۔ زُبان سے گُلہائے عقیدت بکھرنے لگے۔ عقیدت نے الفاظ کا پیراہن محفوظ کر لیا۔ تاریخ عالم نے اپنے اوراق کھول دیئے اور اُمِّ معبد رضی اللہ عنہا کے تاریخ ساز الفاظ فضاؤں کو ضَوبار کرنے لگے۔

marfat.com

پاکیزہ صورت، کتابی چہرہ، خوش خلق، نہ تو نکلی ہوئی نہ چڑھیا کے بال گرے ہوئے، حسین و جمیل روشن روشن موٹی آنکھیں اور سیاہ بال گھنے اور لمبے، آواز میں بھاری پن، سیدھی گردن، آنکھ کی پتلی روشن، سرگیں چشم، باریک و پیوستہ ابرو، سیاہ گھنگریالے بال، باوقار خاموش، تکلّم دلنشیں، دُور سے دیکھنے میں سجیلے اور دلربا۔ قریب سے نہایت شیریں و خوبرو، شیریں کلام، واضح الفاظ، کلام کمی بیشی الفاظ سے پاک، تمام گفتگو موتیوں کی لڑی جیسی پروئی ہوئی (یعنی مسلسل، مربوط اور بامحل) میانہ قد کہ کوتاہی سے حقیر نظر نہیں آتے، نہ طویل کہ آنکھ اس سے نفرت کرتی، زیبندہ نہال کی شاخ تازہ، زیبندہ منظر عالی قدر رفقاء ایسے کہ ہر وقت گرد و پیش رہتے ہیں۔ جب وہ کچھ کہتا ہے تو چپ چاپ سنتے ہیں، جب حکم دیتا ہے تو تعمیل کیلئے لپکتے ہیں۔ مخدوم، مطاع، نہ ادھوری بات کرنے والا اور نہ ضرورت سے زیادہ بولنے والا"۔

اُمِّ معبد رضی اللہ عنہا نے سرکارِ دو عالم کا حلیہ اقدس بیان کیا تو اس کا خاوند فرطِ مسرّت سے اچھل پڑا کہ

"یہ تو وہی صاحبِ قریش ہے جس کا زمانہ دیوانہ ہے، میں ضرور اس سے جا کر ملوں گا"۔

حضرت اُمِّ معبد رضی اللہ عنہا کے قبولِ اسلام کے متعلق دو روایات تاریخ کا اعزاز ہیں۔

ایک روایت تو یہ ہے کہ اُن کے کان صاحبِ قریش حضور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمِ گرامی اور آپ کی تعلیمات سے پہلے ہی آشنا ہو چکے تھے۔ چنانچہ جب اُن کی رُخِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اولین نگاہ پڑی تو اُن کے دِل نے گواہی دی کہ یہی وہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم ہے، جس کے آوازۂ توحید سے بزمِ ہستی گونج رہی ہے۔ یہی وہ سراج منیر ہے جو دلوں کے ظلمت کدوں کو جگمگانے کے لئے آیا ہے۔ یہی وہ مقصودِ ہستی ہے جو اس کائنات

marfat.com

کا ابد تک کیلئے نجات دہندہ ہے۔

اور پھر جب اُمِّ معبد رضی اللہ عنہا نے بکری کے خُشک تھنوں سے دُودھ کے سرچشمے پھُوٹتے دیکھے اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ خُشک تھن کتنے ہی لوگوں کی تشنگی مٹانے لگے تو انہیں قطعی طور پر یقین ہو گیا کہ:

''میرا یہ مہمان عام مہمان نہیں۔ یہ نَو وارد کوئی معمولی راہ نورد نہیں بلکہ یہ تو وہ اعزازِ ہستی ہے جو ممدوحِ شش جہات ہے جس سے معمورۂ عالَم جگمگا رہا ہے' جس کے صدقے میں تمام انبیاء تخلیق ہوئے ہیں' یہ وہی محبوبِ خدا ہے جس کی تشریف آوری کیلئے سیدنا ابراہیم علیہ السّلام نے دُعا مانگی تھی۔ یہ وہی ہستی موعُود ہے جس کی جلوہ گری کیلئے حضرت مسیح ابن مریم نے بشارت دی تھی''

اُمِّ معبد رضی اللہ عنہا کے دل کی دُنیا اسی وقت زیر و زبر ہو گئی۔ اس وقت خُلوصِ قلب کے ساتھ حلقۂ اِسلام میں داخل ہو گئیں۔

دُوسری روایت یہ ہے کہ سُلطانِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم اہلِ مدینہ کی تمنّاؤں کو شرفِ قبولیت بخشتے ہوئے مدینہ طیبّہ تشریف لے آئے۔ مدینہ کے در و دیوار خُوشی و مسرّت سے جھُوم رہے تھے۔ ''یثرب'' اب مدینۃ المعلّٰی بن چُکا ہے۔ بیماریوں کا مرکز شہرِ نگاراں میں بدل چُکا تھا۔ ہر طرف توحید و رسالت کے اُجالے اپنا نُور دل و جان کی خلوتوں میں اُتار رہے تھے۔ اس خُوشی و مسرّت کے عالَم میں حضرت اُمِّ معبد رضی اللہ عنہا اپنے خاوند کے ہمراہ آ گئیں اور دونوں بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر دولتِ اِسلام سے مُشرّف ہو گئے۔

جب حُضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں قیام کیا تو کہا جاتا ہے کہ ایک بکری کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تھن چھُوئے تھے۔ اس کیلئے دُودھ میں برکت کی دُعا مانگی تھی۔ اُمِّ معبد رضی اللہ عنہا نے ایک دُوسری بکری ذبح کی اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور انکے ساتھیوں کو کھانا کھلایا۔ دودھ

marfat.com

دینے والی ایک بکری الگ سے موجود تھی جس کا دودھ وافر مقدار میں حضور ﷺ اور آپ کے رفقاء کی خدمت میں پیش کیا گیا۔

............O............

حضرت اُمِّ معبد رضی اللہ عنہا نے اپنے گاؤں ہی میں اسلام قبول کر لیا یا مدینہ منورہ آ کر مشرف بہ اسلام ہوئی ہوں۔ یہ بات طے ہے کہ حضور علیہ السلام کے رُخِ انور کی اوّلین جلوہ نمائی ہی اُن کے قبولیتِ اسلام کا ذریعہ بن گئی۔ اُمِّ معبد رضی اللہ عنہا کا سب سے بڑا اعزاز اُن کے حوالے سے محبوبِ دو عالم ﷺ کا بیان کردہ حُلیہ ہے۔ حُلیہ کیا ہے کتابِ نعت کا زرنگار باب ہے توصیفِ رسول اللہ ﷺ کی جگمگاتی کتاب ہے' حُلیہ کیا ہے لفظوں کے گلاب اور گُل ولالہ مہکتے نظر آتے ہیں۔ یوں نظر آتا ہے جیسے حُلیہ بیان کرتے ہوئے حضرت اُمِّ معبد رضی اللہ عنہا کی عقیدتِ مصطفےٰ ﷺ سے جگمگاتی ہوئی آنکھوں سے ستارے پھوٹ رہے ہوں۔ لفظوں نے رنگ و خوشبو کا لبادہ اوڑھ لیا ہو۔ جلوہ کاریٔ رسول ﷺ نے علم و عشق کے آفتاب کی کرنیں لٹا دی ہوں۔ بہت سے محقق' ناقدین اور تذکرہ نگاروں نے اُمِّ معبد رضی اللہ عنہا کے بیان کردہ حُلیہ کو سرکارِ دو عالم ﷺ کی سب سے پہلی نثری نعت قرار دیا ہے۔ عقیدت' عشق' وارفتگی' شیفتگی اور جذبات کی فکر انگیزی ہم آہنگ ہو گئی ہیں۔ سلام اُمِّ معبد رضی اللہ عنہا پر کہ حضور ﷺ کچھ عرصہ آپ کے پاس ٹھہر کر چلے گئے مگر آپ نے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے لفظوں کی کہکشاں بکھیر دی۔

تری خوش بختیاں اے اُمِّ معبد کوئی کیا جانے
ترے الفاظ میں گُم ہیں زمانے بھر کے فرزانے

marfat.com

حضرت اُمِّ خالد رضی اللہ عنہا

عقیدت کا معیار تھیں اُمِّ خالد
سعادت کا مینار تھیں اُمِّ خالد
شہِ دیں کی پیاری، صحابہ کی پیاری
عقیدت کے گلشن کی دِلکش کیاری
تھیں شکل اور صُورت میں مہتابِ تازہ
تھا چہرے پہ حُبِّ محمدؐ کا غازہ
اُنہوں نے کہ تھی آنکھ حبشہ میں کھولی
اسی طَور آتی تھی حبشہ کی بولی
یہ امّی کی آنکھوں کا دِلکش ستارہ
یہ ابّو کی چاہت کا اَحسن نظارہ
بڑی خُوبصورت بڑی دل نشیں تھی
بڑی خُوشنما، دِلربا، مَہ جبیں تھی
رضاؔ اُن پہ تھا لُطف شاہِ جہاں کا
زمانہ بھی سرکارؐ کا ہم زَباں تھا

(محمد اکرم رضاؔ)

marfat.com

حضرت اُمِّ خالد رضی اللہ عنہا بنتِ خالد بن سعید

صحابہ کرام اور صحابیات کیلئے قبولیتِ اسلام کا وقت بڑا سخت اور کٹھن تھا۔ اسلام کا اعلان کر کے ہی کفارِ مکہ اُن پر ظلم کا بازار گرم کرنے لگتے۔ اُنہیں طرح طرح سے ستایا جاتا۔ اُن کا سماجی بائیکاٹ کیا جاتا' اُن کے بزرگوں اور بچوں کو نشانہ ستم بنایا جاتا۔ مگر ان اہلِ عزیمت کی ایمانی استقامت کا بھی کمال ہے کہ اُنہوں نے ہر دکھ کو جھیلا' ہر سزا کو برداشت کیا' ہر ستم کو فطرت کا ایمان سمجھ کر قبول کیا مگر راہِ اسلام میں اُن کے آگے کو بڑھتے ہوئے قدم کبھی بھی پیچھے نہ ہٹے۔ حتیٰ کہ اُنہیں مکہ معظمہ تک چھوڑنا پڑا۔ ملکِ حبش جیسے دور دراز کے علاقے میں پناہ لینا پڑی۔ کتنے ہی سال دیارِ غیر میں غریب الوطنی کی سختیاں برداشت کرتے ہوئے گزر گئے مگر اُن میں سے کسی کا حوصلہ بھی ماند نہ پڑا بلکہ راہِ حق میں آنے والی آزمائش اُن کو اسلام اور بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے مزید محبت کا سلیقہ عطا کرتی گئی۔ اُن میں سے حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ اور اُن کی اہلیہ بھی شامل ہیں اور اُمِّ خالد اُن کی اس صاحبزادی کا نام ہے جو اُن کے قیام حبشہ کے دوران میں پیدا ہوئی۔

حضرت اُمِّ خالد کے والد اور والدہ دونوں ہی دعوتِ اسلام کے ابتدائی دور میں مُشرف بہ اسلام ہو چکے تھے اور جس طرح دوسرے السابقون الاوّلون پر ستم کے پہاڑ توڑے جا رہے تھے اسی طرح یہ بھی کفارِ مکہ کے ظلم و تشدد کا نشانہ بننے لگے اور طرح طرح کے مصائب سے دوچار ہونے لگے۔ بعثتِ نبوی کے پانچ سال بعد تک مکہ ہی میں رہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ملکِ حبش کے بادشاہ نجاشی کی رحمدلی کے حالات سن کر اپنے صحابہ کو حبشہ جانے کے بارے میں فرما دیا۔ چنانچہ چند صحابہ کرام کا مختصر سا قافلہ ہجرت کر کے حبشہ کی اجنبی سرزمین کی طرف روانہ ہو گیا۔

marfat.com

جب ملک حبشہ میں شاہ نجاشی کی خصوصی کرم فرمائی کا تذکرہ سنا تو اور صحابہ بھی حضور ﷺ کے حکم کی تعمیل میں حبشہ کا رُخ کرنے لگے۔

اگلے سال (۶ بعدِ بعثت میں) مظلوم صحابہ کے ایک بڑے قافلے نے حبش کی طرف ہجرت کی۔ اس قافلے میں حضرت خالد بن سعید بن العاص اور اُن کے بھائی حضرت عمرو بن سعید بن العاص بھی شامل تھے' ان کے ساتھ ان کی بیویاں حضرت اُمینہ رضی اللہ عنہا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنتِ صفوان بھی تھیں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن سعید غزوۂ خیبر تک حبش میں مقیم رہے۔ اُن کے قیامِ حبش ہی کے زمانے میں حضرت اُم خالد اَمَتہ رضی اللہ عنہا کی وَلادَت ہوئی۔ انہوں نے جس گھرانے میں آنکھ کھولی اس پر پہلے ہی نُورِ اسلام جلوہ فگن تھا۔ اس لئے وہ پیدائشی مسلمان تھیں۔ عَلاَّمہ ابنِ اثیر رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ حضرت اُمِّ خالد رضی اللہ عنہا کے ایک بھائی بھی حبش میں پیدا ہوئے۔ اُن کا نام سعید تھا۔ دونوں بہن بھائی شرفِ صحابیت سے بہرہ ور ہوئے۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں شام کے ایک معرکے میں باپ کے سامنے ہی شہادت پائی۔

حضرت اُم خالد رضی اللہ عنہا کا اصل نام اَمَتہ تھا۔ وہ قریش کے نامور خاندان بنواُمیہ سے تھیں۔ سلسلۂ نسب یوں ہے: اُمِّ خالد اَمَتہ بنت خالد بن سعید بن العاص بن اُمیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصیّ۔ والدہ کا نام اُمَینہ یا ہُمَینہ رضی اللہ عنہا بنتِ خلف بن اسعد بن عامر تھا۔ اُن کا تعلق بنوخزاعہ سے تھا۔

حبشہ میں حضرت اُمِّ خالد رضی اللہ عنہا اور اُن کے والد حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ اور اَن کی والدہ کو دوسرے مسلمانوں کی طرح کئی پریشانیوں سے دوچار ہونا پڑا۔ اجنبی وطن' اجنبی زبان اور پھر کفارِ مکہ کا وفد بھیج کر شاہِ نجاشی کو مجبور کرنا کہ وہ پناہ لینے والے مسلمانوں کو یہاں سے نکال دے۔ بالآخر حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے کلمہ حق نے کام کر

marfat.com

دکھایا۔ کُفارِ مکہ کی کوششیں ناکام ہو گئیں اور مسلمان ناسازگار ماحول اور ناسازگار آب و ہوا اس جانی تحفظ کی یقین دہانی کے ساتھ چین سے رہنے لگے۔ حضرت اُمِ خالد رضی اللہ عنہا جو کہ حبشہ ہی میں پیدا ہوئیں تھیں، بہت حسین تھیں۔ والدین تو والدین تھے۔ دُوسرے صحابہ اور ان کی بیویاں بھی ان سے پیار کرنے لگیں۔ انہوں نے قدرتی طور پر وہاں کی زُبان سیکھ لی۔

مہاجرینِ حبشہ میں سے کچھ اصحاب تو مختلف اوقات میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت الی المدینہ سے پہلے مکّہ واپس آ گئے لیکن بیشتر حبش ہی میں رہے اور جنگ خیبر کے موقع پر حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ مُنوّرہ واپس آئے۔ حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ اُن کے اہل و عیال اور دُوسرے اہلِ خاندان بھی انہی اصحاب میں شامل تھے۔ حضرت اُمِّ خالد رضی اللہ عنہا اس وقت سن شعور کو پہنچ چکی تھی۔ جس وقت یہ لوگ حبشہ سے روانہ ہونے لگے تو نجاشی شاہ حبشہ نے نہایت عقیدت سے ان کو پیغام دیا کہ تم سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا اسلام پہنچا دینا۔

حضرت اُمِّ خالد رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھی کہ میں بھی ان لوگوں میں شامل تھیں جنہیں شاہ حبشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے پیغام سلام دیا تھا۔ چنانچہ مَیں نے بھی دُوسرے مسلمانوں کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نجاشی کا سلام پہنچایا۔

مدینہ مُنوّرہ آنے کے بعد حضرت اُمِّ خالد رضی اللہ عنہا کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پُھوپھی زاد بھائی اور حواری حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ ان کی صُلب سے دو بیٹے خالد اور عمر اور تین بیٹیاں حبیبہ، سودہ اور ہند پیدا ہوئیں۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اُمِّ خالد رضی اللہ عنہا پر بڑی شفقت فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ اپنے والد ماجد کے ہمراہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اُس وقت انہوں نے سُرخ کرتہ پہن رکھا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھ کر ازراہِ خُوش طبعی فرمایا: ''سنہ سنہ''

marfat.com

''بہت خوبصورت بہت خوبصورت'' حبشی زبان میں یہ الفاظ حضور ﷺ نے اُم خالد کو خوش کرنے کیلئے فرمائے۔

چونکہ حضرت اُم خالد رضی اللہ عنہا بہت خوبصورت تھیں۔ رنگ سُرخ و سفید تھا اور حبشہ کی زبان بھی جانتی تھیں اس لئے حضور ﷺ خوش طبعی سے اُنہیں دیکھ کر سنہ سنہ کے الفاظ ادا فرماتے جن کا مطلب اس پیاری سی بچی کو خوش کرنا تھا۔ اور یہ مقصود بھی تھا کہ جس ماحول سے آئی ہے وہاں کی یاد بھی تازہ ہو جائے۔ چنانچہ یہ الفاظ سُن کر حضرت اُم خالد رضی اللہ عنہا کے ساتھ ساتھ اُن کے والدین اور وہ اصحاب کرام بھی جو حبشہ میں رہ کر آئے مسکرانے لگے اور حضرت اُم خالد رضی اللہ عنہا کو تو اپنے والدین کے ساتھ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرح کافی عرصہ حبشہ میں بسر کرنا پڑا تھا۔ حضور ﷺ حضرت اُم خالد رضی اللہ عنہا سے کس درجہ پیار کرتے تھے اس کا اندازہ اس روایت سے بخوبی ہوتا ہے۔

غزوۂ خیبر کے بعد کا ذکر ہے کہ ایک دفعہ سرورِ عالم ﷺ کو کہیں سے تحفہ میں ایک پھول دار سیاہ چادر آئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا: یہ چادر کس کو دوں؟ لوگ چپ رہے۔ ان کی خاموشی کا مطلب یہ تھا کہ حضور ﷺ جس کو چاہیں وہ چادر دے دیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا ''اُم خالد کو بلاؤ''۔

ایک صاحب دوڑے گئے اور حضرت اُم خالد رضی اللہ عنہا کو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ ان کو یاد فرما رہے ہیں۔ وہ فوراً بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئیں۔ رحمتِ عالم ﷺ نے نہایت محبت اور شفقت سے وہ چادر ان کو مرحمت فرمائی اور ساتھ ہی دو دفعہ فرمایا ''پہنو اور پرانی کرو''۔ پھر حضور ﷺ چادر کے بوٹوں پر ہاتھ رکھ کر حضرت اُم خالد رضی اللہ عنہا کو دکھاتے اور فرماتے ''اُم خالد رضی اللہ عنہا دیکھو یہ سنہ ہے یہ سنہ ہے۔ حبشی زبان میں ''سنہ'' کے معنی ہیں ''خوشنما''۔ اُم خالد رضی اللہ عنہا حبشی زبان جانتی تھیں۔ وہ سرورِ عالم ﷺ کی زبان

marfat.com

مُبارک سے یہ الفاظ سُن کر باغ باغ ہوئی جاتی تھیں۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ رسُولِ اقدس ﷺ حضرت اُمِّ خالد رضی اللہ عنہا اور اُن کے خاندان کو کتنا عزیز جانتے تھے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ ایک حضرت بار اُمِّ خالد رضی اللہ عنہا اپنے والدِ مُحترم حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کے ساتھ دربارِ رسالت ﷺ میں آئیں تو چونکہ چھوٹی بچی تھیں اس لئے اُمِّ خالد رضی اللہ عنہا مُہرِ نبُوّت سے کھیلنے لگیں۔ حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے اُن کو ادب کے خلاف جانا اور اُنھیں منع کیا' لیکن حضُور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اسے منع نہ کرو' کھیلنے دو۔ اور پھر یہ واقعہ جس میں آپ کو نبی کریم ﷺ نے چادرِ رحمت عطا فرمائی کسی اور موقع کا ہے۔

حضرت اُمِّ خالد رضی اللہ عنہا سے چند احادیث مروی ہیں۔ راویوں میں کریب بن سلیمان کندی' موسیٰ بن عقبہ اور ابراہیم بن عقبہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) شامل ہیں۔

marfat.com

حضرت شیماؓ بنت حارث

نبی مکرم کی کرتی تھیں خدمت
اسی میں میسر تھی ہر ایک راحت
شہِؐ دو جہاں کو کھلاتی ہر دم
محبت محمدؐ سے کرتی تھی پیہم
حلیمہ کی بیٹی حلیمہؓ کی پیاری
شہِ دو جہاں پہ تھی ہر آن واری
کھلاتی پلاتی تھی احمدؐ نبی کو
دوام اس سے ہر آن تھا روشنی کو
حیات اس کی حب محمدؐ سے روشن
اسی سے تھا مہکا عقیدت کا گلشن
تھا نام اس کا شیماؓ ' حلیمہؓ کی دُختر
شہِ دیں کی نسبت سے تھی مثل دُختر
رضاؔ اس پہ ہر آن لطف نبیؐ ہو
لحد میں عطا اس کو لطف جلی ہو

(محمد اکرم رضاؔ)

marfat.com

حضرت شیما رضی اللہ عنہا بنت حارث

حضرت شیما رضی اللہ عنہا' حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی تھیں۔ بچپن میں آپ ننھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی گود میں اٹھا کر اور کبھی کندھوں پر بیٹھا کر گھمایا پھیرایا کرتی تھیں' یا گھر میں ہی آپ کھلاتی تھیں۔ اگر کبھی آپ رونے لگتے تو باہر لے جاتیں۔ چونکہ حضرت حلیمہ سعدیہ کی عُمر بڑھ رہی تھی اور حضرت شیما رضی اللہ عنہا بھی کوئی چھوٹی بچی نہیں تھیں۔ اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لوریاں سنانے اور پھرانے میں اپنی امی کا ہاتھ بٹایا کرتی تھیں۔

حضرت شیما کا نام جدامہ تھا جبکہ گھر میں اور گاؤں میں شیما کے نام سے پکاری جاتی تھیں۔ آپ کے باپ کا نام حارث بن عبدالعزی بن رفاعہ تھا۔ ماں کا نام حضرت حلیمہ سعدیہ تھا' جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دایہ بننے کا شرف حاصل ہوا اور اسی نسبت سے وہ تک کیلئے زمانے بھر میں معزز و محترم بن گئیں۔

عظمت ہے حلیمہ کی' کس شان کی رفعت ہے
اس شان کا باعث بس سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت ہے

حضرت شیما کے اتنے زیادہ حالات نہیں ملتے مگر ان کو ننھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بے حد پیار تھا' چونکہ آپ کے آنے سے گھر میں بہار آگئی تھی' سوکھے میدان ہرے بھرے ہو گئے تھے' خشک چراگاہوں میں ہریالی نظر آرہی تھی۔ اُن کے گھر کی لاغر بکریاں فربہ ہوگئی تھیں اور ان کے خشک تھن دودھ سے بھرپور ہو گئے۔ مقدر یاور ہو گیا تھا' قسمت مہربان ہو گئی تھی۔ ایک ایک نوالے کو ترسنے والے گھر میں خوشحالی آگئی تھی۔ شیما بھی اپنے ماں باپ کی طرح یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی اور اسے بھرپور احساس تھا کہ ان انعاماتِ ربانی کے پس پردہ ننھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک وجود کی معجز نمائیاں شامل ہیں۔ اس نے شیما کو ننھے حضرت

marfat.com

محمد ﷺ سے بے پناہ پیار اور اُنس ہو گیا تھا۔ گود میں اُٹھا کر بھاگی بھاگی پھرتی۔ "سیرۃ حلبیہ" میں رَقَم ہے کہ جب ننھے حضور ﷺ اپنی دایہ حضرت حلیمہ سعدیہ کی نگرانی میں پرورش پا رہے تھے تو شیما حضور ﷺ کو اُٹھا کر کھانا کھلاتی' سیر کراتی' آپ سے باتیں کرتی' اور آپ کو یہ لوری بھی سُنایا کرتی تھی۔

"یا اللہ محمد ﷺ کو زندہ رکھ' یہاں تک کہ ہم ان کو جوان دیکھیں۔

پھر ہم ان کو ایک صاحبِ عزّت سردار دیکھیں۔ اس حال میں کہ ان سے حسد کرنے والے دُشمن مَغلُوب ہوں۔

اے اللہ! محمد ﷺ کو دائمی عزّت عطا کر"۔

اس لوری کے بارے میں کوئی مُحقّق تشکیک کا شکار ہو سکتا ہے لیکن جب ہم دیکھتے ہیں کہ قبیلہ بنو سعد میں قیام کے دَوران حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پے در پے معجزات بھی رُونما ہو رہے ہیں اور ایسے واقعات و حالات بھی سامنے آ رہے ہیں جن کا عام حالات میں تَصَوُّر بھی نہیں کیا جا سکتا' تو ظاہر ہے کہ حضور محمد مصطفےٰ ﷺ کے بارے میں ایسے الفاظ یا اشعار کہنا دُرست لگتا ہے' اور پھر بنو سعد کا قبیلہ تو عرب کا فصاحت و بلاغت سے مالا مال قبیلہ تھا' جس کا حضور ﷺ ذکر فرمایا کرتے تھے' تو پھر کیا مَعلُوم حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا اور ان کی صاحبزادی حضرت شیما رضی اللہ عنہا نے ننھے حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی مِدحت میں کیا کچھ کہا ہو۔ تاریخ اس تفصیل میں جانے سے قاصر ہے۔ فقط حضور ﷺ کی اس قبیلہ پر عنایات کے حوالے سے تصوّر کیا جا سکتا ہے۔

جہاں حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے حالات تفصیل سے ملتے ہیں کہ کس طرح اور کس طور سے مکّہ میں آئیں۔ کس طرح حضرت محمد ﷺ کو وہاں جن حالات سے گُزرنا پڑا' ان میں سے بہت سے حالات مُورخ کی نِگاہوں سے اوجھل ہو گئے ہیں۔ جہاں دایہ

marfat.com

اماں حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ چھڑ رہا ہو وہاں بچوں کے بارے میں تفصیل کون لکھتا ہے۔اور حضرت شیما رضی اللہ عنہا کی محبت وشفقت اپنی ماں کی محبت وشفقت کا حصہ رہی ہوگی۔

حضرت شیما رضی اللہ عنہا غزوۂ حنین تک گمنامی کی حالت میں اپنے قبیلہ میں زندگی بسر کرتی رہیں۔ اُدھر حضرت شیما رضی اللہ عنہا کے ننھے حضرت محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے وہ رِفعت وعظمت عطا کی کہ جن وملائک اور کائنات کا ذرہ ذرہ آپ کی ذاتِ گرامی پر نازاں تھا۔ رمضان ۸ھ میں حضور ﷺ نے مکّہ فتح کیا اور شوال ۸ھ میں غزوۂ حنین پیش آیا۔ بنی ہوازن اور بنی ثقیف کے قبیلوں نے طائف کی جاگیروں کے لالچ میں چار ہزار جنگجوؤں کے ساتھ مکّہ پر حملہ کا قصد کیا۔ دُوسری طرف سے حضور نبی کریم ﷺ اپنے جانثاروں کے ساتھ مکّہ سے نکل کر وادیٔ حنین میں اُترے۔ ایک خونریز جنگ کے بعد دشمنوں کو شِکست فاش ہوئی اور وہ امان کے طالب ہوئے۔ حضور رحمۃ اللعالمین نے ان کو مُعافی دے دی اور تمام قیدیوں کو بھی آزاد کر دیا۔

اُنہی قیدیوں میں حضرت شیما رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ جب وہ حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے لائی گئیں تو عرض کی: یَا رَسُولَ اللہ ﷺ! میں آپ کی رِضاعی بہن ہوں۔ رسُولِ کریم ﷺ اور شیما دونوں نے حضرت حلیمہ سعدیہ کا دُودھ پیا تھا۔ چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُنہیں بچپن میں دیکھا تھا اور وہ بھی آپ کو بچپن کے حوالے ہی سے جانتی تھیں اس لئے ان کیلئے حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی پہچان دُشوار نہیں تھی۔ کیونکہ اس کی ماں کئی بار مکّہ آئی اور مختلف مواقع پر اِنعامات لے کر جاتی رہی۔ پھر حضور رسُولِ اکرم ﷺ کے پیغام اور اِسلام کا سِلسلہ پھیلا اور اطراف واکناف میں پھیلتا ہی گیا۔ عرب کا شاید ہی کوئی ایسا گاؤں یا قبیلہ ہوگا جہاں حضور محمد مُصطفےٰ ﷺ کا ذِکر نہ چھڑتا ہو۔ اس لئے حضرت شیما رضی اللہ عنہا تو حضور نبی کریم ﷺ کے نام نامی اسم گرامی سے پوری طرح آگاہ

marfat.com

تھی۔ حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ کا کمالِ رحمت ہے کہ حضرت شیما رضی اللہ عنہا کا حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا حوالہ دیتے ہی پہچان گئے۔ اپنا بچپن نگاہوں میں گھومنے لگا' اپنی پہچان کو مکمل طور پر واضح کرنے کیلئے حضرت شیما رضی اللہ عنہا نے ایک نشانی بتائی۔

نشانی یہ تھی کہ بچپن میں ایک دن حضرت شیما رضی اللہ عنہا ننھے حضور محمد مصطفےٰ ﷺ کو کھلا رہی تھیں۔ حضور ﷺ کسی بات پر ناراض ہوئے اور حضرت شیما رضی اللہ عنہا کے کندھے یا پشت پر اس زور سے کاٹا کہ عُمر بھر کیلئے نشان رہ گیا۔ غزوۂ حنین کے موقع پر حضرت شیما رضی اللہ عنہا نے یہی نشان حضور ﷺ کو دِکھایا۔

اب حضرت شیما رضی اللہ عنہا کی پہچان میں شک وشُبہ کی گُنجائش نہ رہی۔ حضور نبی کریم ﷺ اپنا عہدِ طفلی یاد کر کے آبدیدہ ہو گئے اور اپنی رِدائے مُبارک زمین پر بچھا کر حضرت شیما رضی اللہ عنہا کو نہایت عزّت سے بٹھایا۔ پھر اُن سے فرمایا "بہن! اگر تم میرے پاس رہنا چاہو تو نہایت آرام سے رہو' اور اگر اپنے قبیلہ میں واپس جانا چاہو تو تمہیں اختیار ہے"۔

حضرت شیما رضی اللہ عنہا کی زندگی اپنے قبیلہ میں ہی گُزر گئی تھی۔ اُنہوں نے واپس جانا پسند کیا اور ساتھ ہی اِسلام قبول کر لیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے نہایت عزّت واکرام کے ساتھ انہیں اپنے قبیلہ میں واپس بھیج دیا اور جاتی دفعہ کچھ روپیہ' ایک بکری' تین غُلام اور ایک لونڈی ان کو عنایت فرمائے۔

marfat.com

حضرت اُمِ عاصم رضی اللہ عنہا

تاریخ میں بعض اتفاقات ایسے ہوتے ہیں جو حیرت انگیز نتائج کو جنم دیتے ہیں۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ رات کو اکثر اپنے خادم اسلم کو ساتھ لے کر شہر میں گشت کیا کرتے تھے۔ اس گشت کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کے حالات سے باخبر ہو کر ان کے مسائل کو حل کر سکیں۔ ایک رات کو اسی طرح گشت کرتے کرتے تھک گئے تو ایک مکان کی دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ اچانک انہوں نے مکان کے اندر سے کسی عورت کی آواز سنی وہ کہہ رہی تھی:

''بیٹی اُٹھو اور اس دودھ میں کچھ پانی ملا دو''۔ اس کے بعد انہوں نے ایک لڑکی کی آواز سنی جو کہہ رہی تھی۔

امّی! مَیں آپ کا حُکم نہیں مان سکتی۔

پھر ایک بُوڑھی عورت کی آواز آئی جو کہہ رہی تھیں کہ اگر اس دُودھ میں تُم پانی نہیں ملاؤ گی تو ہمارا گُزارا کیسے ہوگا۔ تمہارا باپ انتقال کر چُکا ہے۔ ہمارا سارا دارومدار اس گائے کے دُودھ پر ہے۔ اس سے ہمارا خرچ بھی چل رہا ہے ایک آدھ درہم روزانہ کی بچت بھی ہو جاتی ہے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ مَیں دُودھ میں پانی ملا دیتی ہوں

جوان آواز پھر سُنائی دی ''اماں کچھ بھی ہو جائے میں دودھ میں پانی نہیں ملاؤں گی''

بڑھیا نے کہا: تمہارا اصرار بے جا ہے، تمہیں دودھ میں پانی ملانا پڑے گا' ورنہ ہمارا گزارا کیسے ہوگا؟

لڑکی نے کہا: اماں کیا رزقِ حلال سے گُزارا نہیں ہو سکتا۔

marfat.com

ماں نے کہا: رزقِ حلال ہماری کہاں کہاں مدد کرے گا۔

بیٹی نے کہا: ماں مَیں دُودھ میں پانی نہیں ملاؤں گی۔ آج ہی امیر المومنین حضرت عُمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے منادی کروائی ہے کہ جو دُودھ میں پانی ملائے گا اُسے سخت سزا دی جائے گی۔

ماں نے کہا: واہ بیٹی واہ! وہ تو محض ایک منادی تھی۔ ابھی صُبح دُور ہے' کیا امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہاں آ کر ہمیں دُودھ ملاتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔

بیٹی نے جُراَتِ ایمانی سے جواب دیا "امّی! امیر المومنین حضرت عُمر رضی اللہ عنہ تو نہیں دیکھ رہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خُدا تو دیکھ رہا ہے' اور خُدائے کریم نے قرآنِ کریم میں ملاوٹ اور دھوکے کی سختی سے مذمّت کی ہے اور اسے اِسلامی تعلیمات کے سرار منافی قرار دیا ہے"۔

پھر ایسا لگا جیسے ماں کو غُصّہ آ گیا ہو اور اس نے بیٹی کو طمانچہ مارا ہو' مگر بیٹی نے کسی صُورت بھی پانی ملانے سے انکار کر دیا کہ ہم امیر المومنین حضرت عُمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے سامنے تو ان کی اطاعت کا دَم بھریں مگر اُن کی عدم موجودگی میں اُن کے اَحکام کی خلاف ورزی کریں"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ماں بیٹی کی دِیوار پار سے گفتگو سُن کر حیران رہ گئے کہ ایسے عظیم لوگ بھی ہوتے ہیں جو کسی بھی محتسب کی مَوجُودگی کے بغیر خُدا سے اس قدر ڈرتے ہیں اور امیر المومنین کے احکام کا اس شِدّت سے اِحترام کرتے ہیں۔ ان کے دل میں یہ خیال مچلنے لگا کہ یہ لڑکی کسی طَور اُن کی بہو بن جائے۔ یہ لڑکی اُنہوں نے دیکھی نہیں تھی لیکن اس نے رزقِ حلال کی پابندی کے حوالے سے کِردار کی بُلندی کا حیرت انگیز نمونہ پیش کر دیا تھا۔ انہوں نے اپنے غلام اسلم کو جو ہمیشہ رات کے گشت میں اُن کا ساتھی

marfat.com

ہوا کرتا تھا حکم دیا کہ اس مکان پر نشان لگا دو اور اسے اچھی طرح پہچان لو۔

صبح ہوئی تو انہوں نے تمام بیٹوں کو بلایا اور اس لڑکی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ اگر میں جوان ہوتا تو اس لڑکی سے شادی کر لیتا۔ تم میں سے کون اس سے شادی کیلئے تیار ہے۔ آپ کے صاحبزادہ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کنوارے تھے' انہوں نے ادب سے سر جھکا کر باپ کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا۔

آپ نے اسلم کو اس مکان پر یہ معلوم کرنے کیلئے بھیجا کہ یہ عورتیں کون ہیں؟ اسلم نے واپس آ کر بتایا کہ یہ مکان ایک بیوہ کا ہے اور لڑکی اس کی ناکتخدا بیٹی ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے بیٹے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کیلئے اس لڑکی کا رشتہ مانگ لیا۔ اس طرح یہ نیک سیرت خاتون حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بہو بن گئی۔ اُمِ عاصم اسی خاتون کے بطن سے پیدا ہوئیں اور اسی کی آغوش میں تربیت میں پا کر نہایت بُلند اخلاق اور ستودہ صفات خاتون بنیں۔ اُن کی شادی مصر کے گورنر عبدالعزیز بن مروان سے ہوئی جو بنواُمیہ کے پانچویں خلیفہ عبدالملک بن مروان کے بھائی تھے۔

۶۱ھ یا ۶۲ھ میں اُمِ عاصم کے بطن سے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے۔ وہ سلیمان بن عبدالملک کی وفات کے بعد ۹۹ھ میں مسندِ خلافت پر بیٹھے اور ایک بار پھر دنیا کو خلافت راشدہ کا دَور دکھا دیا۔ انہیں اپنے عدل وانصاف' علم وفضل اور زہد واتقا کی وجہ سے عمر فاروق ثانی کہا جاتا ہے۔

افسوس کہ اُمِ عاصم کو اپنے فرزند کی خلافت کا زمانہ دیکھنا نصیب نہ ہوا اور وہ اس سے بہت پہلے وفات پا گئیں۔ ان کی وفات کے بعد حضرت عبدالعزیز نے ان کی بہن حفصہ بنتِ عاصم سے نکاح کر لیا۔ لیکن حفصہ اُن اوصاف وخصائل سے متصف نہ تھیں جو اُمِ عاصم کی سیرت وکردار کا خاصہ تھیں۔ چنانچہ حضرت عبدالعزیز کے رشتہ دار

marfat.com

حفصہ کو دیکھتے تھے تو ان کی زبان پر بے اختیار یہ الفاظ آ جاتے تھے۔

"لمت حفصه من رجال ام عاصم"

یعنی کاش حفصہ بھی اُمّ عاصم جیسی بلند اخلاق ہوتی ...... رفتہ رفتہ یہ قول عرب میں ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر گیا۔

رزقِ حلال کی برکت دیکھئے کہ اس نے کس طرح کچے مکان میں رہنے والی لڑکی کو وقت کے سب سے بڑے سربراہ امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی بہو بنا دیا۔ اُمّ عاصم رضی اللہ عنہا امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی پوتی اور بنو اُمیہ کے آٹھویں خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا انتخاب اپنی جگہ برحق تھا مگر یہ تقدیر کا فیصلہ تھا کہ اس عظیم خاتون سے سیدنا عمر بن عبدالعزیز پیدا ہوں جو عدل وانصاف، سادگی و درویشی، انسانیت نوازی لطف وکرم اور خواص وعوام سے یکساں سلوک کی بناء پر "عمر ثانی" کہلا سکیں۔ اوران کے زمانہ خلافت میں وہ دور پھر لوٹ آئے کہ رنج وآلام کے ستائے ہوئے انسانوں اور عدل وانصاف سے محروم افراد کے دلوں میں عدلِ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی یاد تازہ ہو سکے۔

marfat.com

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا

(شہیدِ اسلام حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی سُولی پر لٹکتی ہوئی لاش دیکھ کر اُن کی عظیم مجاہدہ مادرِ محترم حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا تاریخ ساز ردِ عمل)

مسند آرائے خلافت جو ہوئے ابنِ زبیرؓ | سب نے بیعت کیلئے ہاتھ بڑھائے یکبار
ابنِ مروان نے حجاج کو بھیجا پئے جنگ | جس کی تقدیر میں تھا مرغانِ حرم کا شکار
حرمِ کعبہ میں محصور ہوئے ابنِ زبیرؓ | فوجِ بے دین نے کیا کعبۂ ملّت کا حصار
دامنِ عرش ہوا جاتا تھا آلودۂ گرد | بارشِ سنگ سے اُٹھتا تھا جو اُڑ اُڑ کے غبار
جب یہ دیکھا کہ کوئی ناصر و یاور نہ رہا | ماں کی خدمت میں گئے ابنِ زبیرؓ آخرکار
جا کے عرض کی اے اختِ حریم نبوی | نظر آتے نہیں اب حُرمتِ دیں کے آثار
صُلح کرلوں؟ کہ چلا جاؤں حرم سے باہر | یا یہیں رہ کے اسی خاک پہ ہو جاؤں نثار
بولیں وہ پردہ نشینِ حرم سرِّ عفاف | حق پہ گر تُو ہے تو پھر صُلح ہے مستوجبِ عار
یہ زمین ہے وہی قرباں گہِ اسماعیلی | فدیۂ نفس ہے خُود دینِ خلیل کا شعار
ماں سے رُخصت ہوئے یہ کہہ کے باآداب ونیاز | آپ کے دُودھ سے شرمندہ نہ ہوں گا زنہار
پہلے ہی حملہ میں دُشمن کی اُلٹ دیں فوجیں | جس طرف جاتے تھے یہ ٹوٹتی جاتی تھی قطار
منجنیقوں سے برستے تھے جو پتھر پیہم | ایک پتھر نے کیا آ کے سرو رُخ کو فگار
خُون ٹپکا جو قدم پہ تو کہا ازرہِ فخر | یہ اداوہ ہے کہ ہم ہاشمیوں کا ہے شعار
زخم کھا کھا کے لڑے جاتے تھے لیکن کب تک | آخرُ الامر گرے خاک پہ مجروح و نزار
لاش منگوا کے جو حجاج نے دیکھی تو کہا | اس کو سُولی پہ چڑھاؤ کہ یہ تھا قابلِ دار
لاش لٹکی رہی سُولی پہ کئی دِن لیکن | اُن کی ماں نے نہ کیا رنج و الم کا اظہار
اِتفاقات سے اک دن جو ادھر جا نکلیں | دیکھ کر لاش کو بے ساختہ بولیں یکبار

ہو چکی دیر کہ منبر پہ کھڑا ہے خطیب
اپنے مرکب سے اُترتا نہیں اب بھی یہ سوار (شبلی نعمانی)

marfat.com

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنتِ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا شمار' ان خواتینِ اسلام میں ہوتا ہے جن کے لازوال کارناموں اور جرأت وعزیمت سے بزمِ ہستی جگمگا رہی ہے۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا انکی سوتیلی بہن تھیں' جو اُن سے چھوٹی تھیں۔ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ہجرت کا ارادہ فرمایا تو رات کے اندھیرے میں گھر سے روانہ ہوئے۔ راستے میں مُشکل وقت آیا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے رفیق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ غارِ ثَور میں مقیم ہو گئے۔ ان مُشکل ترین حالات میں جو رُفقاء حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدّیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی پوشیدہ مدد فرما رہے تھے اُن میں حضرت صدّیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ آپ روزانہ رات کو کھانا لے کر اُن کے پاس آتیں اور کھانا کھلا کر چلی جاتیں۔ یہ جان جوکھوں کا کام تھا جو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا انجام دے رہی تھیں' کیونکہ کُفّار نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑوانے کیلئے بیش قیمتی انعامات کا اعلان کر رکھا تھا۔ حضرت اسماء کے بھائی عبداللہ جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے' دن بھر کافروں کے مشورے' آراء' اعلانات اور صلاح کاریاں سُنتے رہتے اور رات کو غار میں پہنچ کر تمام خبریں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیتے۔ حضرت صدّیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا چرواہا عامر رات کو بکریاں غارِ ثور کے مَنہ پر لے آتا اور انہیں بقدرِ ضرورت دُودھ دے کر چلا جاتا۔ اس طرح حضرت اسماء' عبداللہ' عامر اور بکریوں کے نشانات آپس میں اس طرح مِل جاتے کہ کوئی سَراغ نہ لگا سکتا۔

حضرت اسماء ہجرتِ نبوی سے ستائیس سال قبل مکّہ مُعظمہ میں پیدا ہوئیں۔

marfat.com

سیّدنا صدّیقِ اکبر رضی اللہ عنہ جیسے پاکباز، نیک سیرت اور بلند اخلاق انسان کی محبت میں پَل کر جوان ہوئیں تو پاکیزگی اور اعلیٰ سیرت اُن کے خصوصی اوصاف تھے۔ آپ اس وقت ایمان لائیں جب صرف سترہ افراد نے اسلام قبول کیا تھا۔ اس طرح ''السابقون الاوّلون'' میں اُن کا مقام اٹھارواں ہے۔ اُن کا نکاح حواریٔ رسول حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بن العوام سے ہوا جو اصحاب عشرہ مُبشرہ میں سے ایک ہیں۔ حضرت زبیر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھتیجے تھے۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفرِ ہجرت کو روانہ ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر سُلایا اور حضرت صدّیقِ اکبر رضی اللہ عنہ اور اسماء رضی اللہ عنہا سے مِل کر اپنا سامانِ سفر درُست فرمایا۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے دو تین دن کا کھانا تیار کر رکھا تھا۔ اُسے ایک تھیلے میں ڈالا اور ایک مشکیزے میں پانی ڈالا۔ اتّفاق سے تھیلے اور مشکیزے کا منہ باندھنے کیلئے گھر میں کوئی رسّی موجود نہ تھی اور وقت کا ایک ایک لمحہ قیمتی تھا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فوراً اپنا کمر بند (نِطاق) کھول کر اُس کے دو ٹکڑے کیے۔ ایک سے کھانے کے تھیلے کا منہ باندھا اور دوسرے سے مشکیزے کا۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی اس خدمت سے بہت خوش ہوئے اور انہیں ''ذات النِطاقین'' کا لقب عطا فرمایا۔

بعض روایتوں میں اس واقعہ کو ایک دُوسری صُورت میں بیان کیا گیا ہے۔ وہ یہ کہ شبِ ہجرت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ کی معیّت میں مکے سے نکل کر غارِ ثور میں نزولِ اجلال فرمایا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اس راز سے آگاہ تھیں۔ وہ روزانہ رات کو اپنے بھائی حضرت عبداللہ بن ابی بکر کے ساتھ خفیہ طور پر غارِ ثور میں تشریف لے جاتیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے والدِ ماجد رضی اللہ عنہ کو تازہ کھانا کھلا کر واپس آتیں۔

تیسری رات کے آخری حصے میں عبداللہ بن اُریقط جسے راہنمائی کیلئے مقرر کیا

marfat.com

گیا تھا حسبِ ہدایت دو اُونٹنیاں لے کر غارِ ثور پر پہنچ گیا۔ اسی وقت حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بھی ایک تھیلے میں کھانا ڈال کر آ پہنچیں۔ جلدی میں گھر سے چلتے وقت اس کو باندھنے کیلئے کوئی چیز ساتھ لانے کا خیال نہ رہا۔ چنانچہ انہوں نے اپنا نِطاق (وہ رومال یا کپڑا جو اس زمانے میں عورتیں قمیص کے اوپر کمر پر لپیٹتی تھیں) کھول کر اُسے پھاڑا۔ ایک حصّے سے زادِ راہ کے تھیلے کا منہ باندھ کر ایک اونٹنی کے کجاوے کے ساتھ لٹکا دیا اور دوسرا حصّہ اپنی کمر پر لپیٹ لیا اسی لئے انہیں "ذات النطاقین" کہا جاتا ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا اپنا بیان یہ ہے کہ جب توشہ دان کو باندھنے کیلئے اور کوئی چیز نہ ملی تو میرے والد نے مجھے اپنا نِطاق پھاڑنے کا حکم دیا۔ اسی وجہ سے میرا نام "ذات النطاقین" رکھا گیا۔

بعض رواتیوں میں ان کا لقب "ذات النطاق" بھی بیان کیا گیا ہے۔ صحیح بخاری (باب الہجرۃ) میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اسماء رضی اللہ عنہا نے اپنے نِطاق کا ایک ٹکڑا پھاڑا اور اس کو تھیلی کے منہ پر لپیٹا اسی لئے اُن کا نام "ذات النطاق" پڑ گیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت ابنِ زبیر رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ ان کی ماں ذات النطاق ہیں۔ ان رواتیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو "ذات النطاقین" بھی کہتے تھے اور "ذات النطاق" بھی۔

جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ اور حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کو مکے بھیجا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ خانہ اور متعلقین کو مدینہ لے آئیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کے ساتھ عبداللہ بن اُریقط کو اپنے صاحبزادے عبداللہ کے نام خط دے کر بھیجا کہ وہ بھی اپنی والدہ (اُمِ رومان) اور بہنوں کو مدینہ لے آئیں۔ چنانچہ

marfat.com

حضرت زید رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ ' اُمّ المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا ' حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا ' حضرت اُمِّ کلثوم رضی اللہ عنہا ' حضرت اُمِّ ایمن رضی اللہ عنہا (زوجہ حضرت زید رضی اللہ عنہ) اور حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ بن زید رضی اللہ عنہ کو لے آئے اور حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ ' حضرت اُمِّ رومان رضی اللہ عنہا ' حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ساتھ لے کر مدینہ منوّرہ پہنچے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے چند دن بعد اپنے شوہر حضرت زُبیر بن العوام رضی اللہ عنہ اور خوشدامن حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنت عبدالمطلب کے ساتھ ہجرت کی اور قباء میں قیام کیا لیکن جمہور اربابِ سیر نے پہلی روایت کو ترجیح دی ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہجرت نبوی سے کچھ عرصہ پہلے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ایک تجارتی قافلے کے ساتھ شام گئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سفرِ ہجرت کے دوران میں وہ شام سے پلٹ رہے تھے۔ راستے میں کسی جگہ رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہو گئی۔ انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ (اپنے خُسر) کی خدمت میں کچھ سفید کپڑے تحفۃً پیش کئے اور آپ یہی کپڑے زیبِ تن فرما کر مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ مکہ واپس پہنچ کر حضرت زُبیر رضی اللہ عنہ نے بھی ہجرت کی تیاری کی اور اپنی والدہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو ساتھ لے کر مدینہ منوّرہ آ گئے۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے قباء میں مستقل اقامت اختیار کی اور وہیں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو بھی (خاص مدینہ منورہ شہر سے) بُلا لیا۔

ہجرت کے بعد اتفاق سے عرصہ تک کسی مہاجر کے ہاں اولاد نہ ہوئی۔ اس پر یہودِ مدینہ نے مشہور کر دیا کہ ہم نے مُسلمانوں پر جادو کر دیا ہے اور اُن کا سلسلۂ نسل منقطع کر دیا ہے۔ یہی دن تھے کہ اھ میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضرت عبداللہ

marfat.com

بن زبیر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ گویا ہجرت کے بعد وہ مسلمانوں کے نَومولُودِ اوّل تھے۔ مسلمانوں کو حضرت عبداللہ کی وَلادت پر بے حد مسرّت ہوئی اور اُنہوں نے فرطِ انبساط میں اس زور سے نعرہ ہائے تکبیر بلند کئے کہ دشت وجبل گونج اُٹھے۔ یہودی سخت شرمندہ ہوئے کیونکہ اَن کے دجل وتلبیس کا پردہ چاک ہوگیا۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بچے (حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ) کو گود میں لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ نے بچے کو اپنی آغوش مُبارک میں لے لیا' ایک کھجور اپنے دہن مُبارک میں ڈال کر چبائی اور پھر اُسے اپنے لعاب دہن کے ساتھ ملا کر ننھے عبداللہ کے مُنہ میں ڈالا۔ اس کے بعد حضُور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کیلئے دُعائے خیر و برکت مانگی۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے انہی بھانجے کے نام پر اپنی کُنیت ''اُمِ عبداللہ'' رکھی تھی۔

مدینہ مُنوّرہ (قباء) میں اقامت گزین ہونے کے بعد حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے پہلے چند سال بڑی تنگی ترشی سے بسر کئے۔ اس زمانے میں ان کے شوہر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بہت مُفلس اور تنگ دست تھے اور اَن کی ساری متاع لے دے کر ایک گھوڑے اور ایک اَونٹ پر مُشتمل تھی۔ حضَور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں نخلستانِ بنی نضیر میں کچھ زمین بطورِ جاگیر عطا فرمائی تھی۔ چُنانچہ شروع شروع میں وہ اس میں کاشت کر کے اپنی معاش کا سامان پیدا کرتے تھے۔ یہ زمین مدینہ مُنوّرہ سے تین فرسخ دُور تھی۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا روزانہ وہاں سے کھجور کی گٹھلیاں جمع کر کے لاتیں' اُنہیں کوٹ کر اونٹ کو کھلاتیں' گھوڑے کیلئے گھاس مہیا کرتیں' پانی بھرتیں' مشک پھٹ جاتی تو اُس کو سیتیں۔ ان کاموں کے علاوہ گھر کا دوسرا سب کام بھی خود ہی انجام دیتی تھیں' روٹی اچھی طرح نہیں پکاتی تھیں اس سلسلہ میں مدینہ کی عورتیں بھی اَن کی امداد کرتیں اور ان کے محنت کے کاموں میں اُن کا ہاتھ بٹاتیں۔

marfat.com

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے بطن مُبارک سے حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے پانچ صاحبزادے عبداللہ، عروہ، منذر، عاصم، مہاجر اور تین صاحبزادیاں خدیجہ الکبریٰ، اُمّ الحسن اور عائشہ پیدا ہوئے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نہایت متواضع اور مُنکسر المزاج تھیں۔ محنت و مشقت میں آپ کو کوئی عار نہ تھا۔ چنانچہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا خود اپنے شوہر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی بے بضاعتی، تنگ دستی، اپنے اہم فرائض خانہ داری کی انجام دہی اور ذمّہ داریوں کی داستان اس طرح بیان کرتی ہیں: جب میری شادی حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے ہوئی اُس وقت اُن کے پاس نہ مال تھا، نہ کوئی غلام، بے حد تنگ دست تھے۔ ایک گھوڑا اور ایک اونٹ تھا اور میں ہی اُن کی خبر رکھتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قطعۂ نخلستان حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا تھا جو مدینہ سے تین فرسخ کے فاصلہ پر تھا۔ وہاں سے روزانہ کھجور کی گٹھلیاں جمع کر کے اپنے سر پر اُٹھا کر گھر تک لاتی تھی اور پھر خود ہی دَلتی اور گھوڑے کو کھلاتی، پانی بھرتی، ڈول کھینچتی اور گھر کا جو کام ہوتا، وہ بھی میں ہی انجام دیتی، چونکہ مجھے روٹی پکانی اچھی نہیں آتی تھی اس لئے میں صرف آٹا گوندھ کر رکھ دیتی تھی، میرے گھر کے قریب انصار کی بیویاں رہتی تھیں، وہ میری روٹیاں پکا دیا کرتی تھیں۔ ایک روز میں حسبِ معمول نخلستان سے کھجور کی گٹھلیاں اپنے سر پر لا رہی تھی کہ راستہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مُلاقات ہوئی۔ آپ کی ہم رکابی میں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ آپ نے اپنے اونٹ کو بٹھایا تا کہ میں سوار ہو جاؤں لیکن میری شرم و حیاء نے اجازت نہ دی۔ جب آپ کو خیال ہوا کہ شرم کی وجہ سے نہیں بیٹھی تو آپ تشریف لے گئے۔ میں اپنے گھر آئی اور یہ قصہ اپنے شوہر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا تو انہوں نے کہا: خُدا جانتا ہے تمہارا سر پر گٹھلیاں لادنا میرے لئے اُن کے ساتھ بیٹھنے سے زیادہ سخت ہے۔ پھر کچھ عرصہ کے

marfat.com

بعد مجھے ایک خدمت گار مِل گیا جس کی بدولت گھوڑے کی خدمت سے مجھ کو نجات مل گئی اور مصیبتوں سے ایک حد تک چھٹکارا نصیب ہو گیا"۔

جب کبھی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو دردِ سر کا دَورہ ہوتا تو اپنے سر کو ہاتھ سے پکڑ کر کہتیں، خدایا! اگرچہ میں بہت گنہگار ہوں لیکن تیری شانِ غفاری بڑی ہے۔ ایک دفعہ اُن کی گردن وَرم کر آئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دستِ مبارک سے سلا دیا اور فرمایا: خُدا تمہاری اس تکلیف کو دَور کرے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کم مائیگی اور تنگ دستی کی وجہ سے اُمورِ خانہ داری میں بہت احتیاط سے کام لیتی تھیں اور ہر چیز کو بقدرِ ضرورت ناپ تول کر خرچ کرتی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو منع فرمایا کہ ناپ تول کر نہ خرچ کیا کرو، ورنہ خُدا تعالیٰ بھی اتنا ہی دے گا، چنانچہ انہوں نے یہ عادت چھوڑ دی۔

چونکہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا ایک راسخ الاعتقاد مسلمان خاتون تھیں اس لئے مُشرکین کی سخت دُشمن تھیں۔ ایک مرتبہ اُن کی والدہ کچھ تحفے تحائف لے کر دیکھنے کو آئیں، چونکہ وہ اس وقت مشرک تھیں اس لئے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے اُن کے تحفے قبول نہیں کئے اور نہ اپنے گھر میں ٹھہرایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس کہلا بھیجا کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر لیجئے کہ میں اس موقع پر کیا کروں اور آپ کا اس بارے میں کیا حکم ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تحفے قبول کر لو اور اُن کو اپنے گھر میں مہمان رکھو۔ خُدا تعالیٰ کا بھی یہی اِرشاد ہے جیسا کہ کلام اللہ کی اس آیت سے واضح ہوتا ہے:

"جو لوگ تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑے اور انہوں نے تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا اُن کے ساتھ اِحسان کرنے اور منصفانہ برتاؤ کرنے سے خُدا تعالیٰ تم کو نہیں روکتا ہے (کیونکہ) اللہ تعالیٰ منصفانہ برتاؤ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو تم کو ان ہی لوگوں سے دوستی کرنے کو منع کرتا ہے جو تم سے دین کے

marfat.com

بارے میں لڑے اور جنھوں نے تم کو تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے مخالفوں کی مدد کی اور جو شخص ایسے لوگوں سے دوستی رکھے گا تو سمجھا جائے گا کہ یہی لوگ (مسلمانوں پر) ظلم کرتے ہیں"۔

اس کے بعد حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے تحفے قبول کئے اور والدہ کو اپنے مکان میں قیام کرنے کی اجازت دی۔

باوجودیکہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بعد کو جاہ و ثروت اور دولت سے مالا مال ہو گئی تھیں لیکن انہوں نے اسلام کی سادگی کو کبھی ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ وہ ہمیشہ موٹا کپڑا پہنتیں، خشک روٹی سے شکم پُری کرتیں اور فقیرانہ زندگی بسر کرتی تھیں۔ اُن کی سادگی کے ثبوت میں یہ واقعہ پیش کیا جا سکتا ہے۔ اُن کے بیٹے حضرت منذر جب عراق کی لڑائی فتح کر کے واپس آئے تو کچھ زنانے کپڑے خوبصورت باریک منقش بھی ساتھ لیتے آئے۔ جب اپنی والدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہ کپڑے پیش کئے (ان کی والدہ کی بصارت پیرانہ سالی کی وجہ سے رخصت ہو چکی تھی) اس لئے انہوں نے ہاتھ سے ٹٹول کر اس کی خوبیاں معلوم کیں، بہت خفا ہوئیں اور لینے سے انکار کر دیا۔ حضرت منذر پھر موٹے کپڑے لائے تو اس کو قبول کیا، خوش ہوئیں اور کہا "بیٹے! مجھے ایسے ہی کپڑے پہنایا کرو"۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے اپنی زندگی میں کئی حج کئے۔ صحیحین میں ہے کہ انہوں نے پہلا حج سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا تھا اور اس کی ذرا ذرا تفصیل ان کو یاد تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ایک دفعہ حج کیلئے گئیں اور مزدلفہ میں ٹھہریں تو رات کو نماز پڑھی۔ چاند ڈوبنے کے بعد رمی کیلئے گئیں اور پھر صبح کی نماز پڑھی۔ غلام نے جو ساتھ تھا کہا: آپ نے بڑی جلدی کی ہے۔ فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ نشینوں کو اس کی اجازت دی ہے۔ جب حجون سے گزرتیں تو فرماتیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے

marfat.com

میں یہاں ٹھہرے تھے، اس وقت ہمارے پاس بہت کم سامان تھا، ہم نے اور عائشہ رضی اللہ عنہا اور زبیر رضی اللہ عنہ نے عُمرہ کیا تھا۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بہت نڈر اور شجاع تھیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد وہ اپنے شوہر اور فرزند کے ساتھ شام کے میدانِ جہاد میں تشریف لے گئیں اور کئی دوسری خواتین کی طرح یرموک کی ہولناک لڑائی میں جنگی خدمات انجام دیں۔

حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کے دَورِ امارت میں مدینہ مُنوّرہ میں بہت بدامنی پھیل گئی اور کثرت سے چوریاں ہونے لگیں۔ اس زمانے میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اپنے سرہانے خنجر رکھ کر سویا کرتی تھیں۔ لوگوں نے پوچھا: آپ ایسا کیوں کرتی ہیں تو جواب دیا کہ اگر کوئی چور یا ڈاکو میرے گھر آئے گا تو اس خنجر سے اس کا پیٹ چاک کردوں گی۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا مجسّم پیکرِ اخلاق تھیں۔ ان میں اخلاق و نیک نیتی کا مادہ فطرتاً ودیعت ہوا تھا۔ انسانوں کی ہمدردی کی طرف بہت مائل تھیں۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسوف کی نماز پڑھا رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کو بہت طُول دیا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا گھبرا گئیں اور تھک کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگیں تو ان کے پاس دو عورتیں اور بھی کھڑی تھیں۔ ان میں ایک موٹی دوسری دُبلی اور کمزور تھی، ان دونوں کا کھڑا رہنا باعثِ تسلّی ہوا، اپنے خیال کو بدلا اور کہا مجھے ان سے زیادہ دیر تک کھڑا رہنا چاہیئے۔ چنانچہ وہ نماز ختم ہونے تک برابر کھڑی رہیں۔ چونکہ نماز کئی گھنٹے تک ہوئی تھی، بہت استقلال سے کام لیا لیکن ضبط نہ کرسکیں غش آگیا اور سر پر پانی چھڑکنے کی نوبت آئی۔

لوگ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے بہت مُعتقد تھے اور بڑی عقیدت مندی سے مِلتے تھے۔ ان کے تقدّس و عظمت کا عام شہرہ تھا۔ ہر شخص دُعائے خیر کا طالب رہتا تھا، لوگ

marfat.com

مصیبت کے وقت خصوصیت سے دعا کراتے تھے۔ کبھی کوئی عورت بخار میں مبتلا ہوتی اور وہ دعا کرانے کیلئے آتی تو آپ اس کے سینہ پر پانی چھڑک دیتیں اور کہتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بخار آتشِ جہنم کی گرمی ہے اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔

طویل عرصہ کی ازدواجی زندگی کے بعد حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی زندگی میں ایک افسوسناک واقعہ رونما ہوا یعنی حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے انہیں طلاق دے دی۔ مورخین نے طلاق کی مختلف وجوہ بیان کی ہیں لیکن اصل سبب اللہ ہی کو معلوم ہے۔ قیاسِ غالب یہ ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے درمیان بعض خانگی معاملات میں اختلاف کی وجہ سے کشیدگی پیدا ہوگئی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے مزاج میں کچھ درشتی تھی۔ ایک دن کسی بات پر غصہ میں آگئے اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو زدوکوب کرنا چاہا۔ ان کے بڑے حضرت فرزند عبداللہ رضی اللہ عنہ اتفاق سے گھر میں موجود تھے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے ان سے مدد چاہی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو دخل اندازی سے منع کیا اور کہا کہ اگر تم نے اپنی ماں کی حمایت کی تو اسے طلاق ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو گوارا نہ ہوا کہ اپنی آنکھوں کے سامنے والدہ کو تشدد کا شکار ہوتا دیکھیں؛ آگے بڑھے اور انکا بازو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے چھڑا لیا۔ اس کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے درمیان ہمیشہ کیلئے علیحدگی ہوگئی اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا مستقل طور پر فرزند اکبر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہنے لگیں۔ وہ اپنی والدہ کے بے حد خدمت گزار تھے اور زندگی کے آخری سانس تک ان کے کفیل رہے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بڑی فراخ حوصلہ اور نیک دل خاتون تھیں۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے علیحدگی کے بعد وہ انہیں ہمیشہ عزت واحترام سے یاد کرتی تھیں اور اُن کی خوبیوں کی مدح وتوصیف کیا کرتی تھیں۔

marfat.com

آسودہ حالی کے بعد بھی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے اپنی سادہ وضع ترک نہ کی، ہمیشہ رُوکھی سُوکھی روٹی سے شکم پُری کرتیں اور موٹا چھوٹا کپڑا پہنتیں، البتہ اپنی دولت کو خیرات کے کاموں میں بے دریغ صرف کرتی تھیں۔ جب کبھی بیمار ہوتیں تمام غلاموں کو آزاد کر دیتیں۔ اپنے بچوں کو ہمیشہ ہدایت کیا کرتی تھیں کہ مال جمع کرنے کے لئے نہیں ہوتا بلکہ حاجت مندوں کی امداد کیلئے ہوتا ہے۔ اگر تم بخل کرو گے تو اللہ بھی تمہیں اپنے فضل وکرم سے محروم رکھے گا، ہاں جو صدقہ کرو گے اور راہِ خدا میں خرچ کرو گے، وہ تمہارے کام آئے گا کہ اس ذخیرہ کے ضائع ہونے کا کوئی اندیشہ نہیں۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے اپنی ماں سے بڑھ کر کسی کو فیاض نہیں دیکھا۔ ایک اور روایت میں کہتے ہیں کہ میں نے اپنی خالہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور والدہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے زیادہ سخی اور کریم النفس کسی کو نہیں دیکھا۔ فرق یہ تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ذرا ذرا جوڑ کر جمع کرتی تھیں، جب کچھ رقم جمع ہو جاتی تھی تو سب کی سب راہِ خدا میں لٹا دیتی تھیں اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا جو کچھ پاتی تھیں اسی وقت تقسیم کر دیتی تھیں۔

سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک جبّہ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تحویل میں تھا، جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے یہ جبّہ مبارک حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے سپرد کر دیا۔ انہوں نے اُسے سر آنکھوں پر رکھا اور جب تک زندہ رہیں اُسے اپنی جان کے ساتھ رکھا۔ اگر کبھی گھر میں کوئی علیل ہو جاتا تو اس جبّہ مبارک کو دھو کر اس کا پانی مریض کو پلا دیتی تھیں، اسکی برکت سے بیمار کو شفا ہو جاتی تھی۔ خود حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو کبھی دردِ سر ہوتا تو اپنے سر کو ہاتھ میں پکڑ کر کہتیں:

"الٰہی اگرچہ میں بہت خطا کار ہوں لیکن تیری رحمت اور فضل بے پایاں ہے"

اللہ تعالیٰ انہیں آرام دے دیتا۔

marfat.com

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ جب سنِ شعور کو پہنچے اور ۶۶ھ میں عراقِ عرب کے خلیفہ ہوئے تو یہ وہ وقت تھا جب سلطنتِ بنواُمیہ کا فرمانروا (یزید) اسلام میں فسق و فجور پھیلانے پر تلا ہوا تھا اور فتنہ و فساد ہر جگہ رونما ہو رہا تھا۔ صدہا لوگ اُس گم کردہ راہ کی بیعت قبول کر رہے تھے لیکن آپ نے اس کی بیعت سے انکار کر دیا اور مکہ کو اپنا ماویٰ و ملجا بنا کر وہیں سے اپنی خلافت کی صدا بلند کی۔ چونکہ ہر شخص آپکی عظمت و شوکت، جلالت حق گوئی اور سلامت روی کا معترف تھا۔ اس لئے سب نے آپ کی دعوتِ خلافت پر لبیک کہی اور جوق دَر جوق حلقہ بگوشِ ارادت ہونے لگے۔ بعد میں جب عبدالملک بن مروان نے عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لی تو عبدالملک بن مروان کے وزیر حجاج نے آپ سے مقابلہ کا ارادہ کیا اور یکم ذی الحجہ ۲۷ھ کو مکہ کا محاصرہ کر لیا اور رسد بند کر دی۔ چھ مہینہ تک برابر لڑائی جاری رہی لیکن جب حضرت عبداللہ کے معین و مددگار محاصرہ کی تنگیوں سے بھاگ نکلے اور تھوڑے آدمی رہ گئے تو آپ اپنی والدہ محترمہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور عرض کیا: یا امی! وفاداریوں کی بے وفائی اور باقی ماندگان کی بے صبری سے میں پریشان ہوں، میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں، کہ اگر آپ کی رائے ہو تو اطاعت قبول کر لوں، کیونکہ اس صورت میں ممکن ہے کہ حجاج اور اُس کے ہمراہیوں سے جو کچھ چاہوں، وہی ہو جائے (چونکہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بہت دلیر، راسخ الاعتقاد اور جان نثارِ اسلام و فدائے ملت تھیں) آپ نے جواب دیا: اے فرزند! تم اپنی مصلحت خوب سمجھ سکتے ہو۔

حجاج نے محاصرے میں ایسی سختی برتی کہ مکہ میں اناج کا ایک دانہ بھی نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اس نے بیت اللہ کی عزت و حرمت کو بھی بالائے طاق رکھ دیا اور جبل بوقبیس پر منجنیقیں نصب کر کے مکہ معظمہ پر گولہ باری کرنے لگا۔ گولے خانہ کعبہ سے بھی ٹکراتے

marfat.com

رہے۔ حجاج بن یُوسف کا لشکر بہت بڑا تھا۔ اسے بیرونی کمک بھی حاصل تھی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے ساتھ گنتی کے چند مجاہد رہ گئے اور والدہ محترمہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضِر ہو کر عرض کیا:

''اماں جان! میرے ساتھیوں نے بے وفائی کی ہے' اب سوائے چند جاں نثاروں کے کوئی بھی میرا ساتھ دینے پر آمادہ نہیں' آپ کی کیا رائے ہے؟ اگر ہتھیار ڈال دوں تو ہو سکتا ہے کہ مجھے اور میرے ساتھیوں کو امان مل جائے''۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے جواب دیا:

''اے میرے فرزند! اگر تم حق پر ہو تو مردوں کی طرح لڑ کر رُتبۂ شہادت پر فائز ہو جاؤ اور کسی قسم کی ذِلّت برداشت نہ کرو اور اگر یہ تمہارا کھکھیڑ دُنیا طلبی کیلئے تھا تو تم سے بُرا کوئی شخص نہیں جس نے اپنی عاقبت بھی خراب کی اور دُوسروں کو بھی ہلاکت میں ڈالا''۔

ایک اور روایت میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے یہ الفاظ منسوب ہیں:

''بیٹا! قتل کے خوف سے ہرگز کوئی ایسی شرط قبول نہ کرنا جس میں تم کو ذِلّت برداشت کرنی پڑے۔ خُدا کی قسم عزّت کے ساتھ تلوار کھا کر مر جانا اس سے بہتر ہے کہ ذلت کے ساتھ کوڑے کی مار برداشت کی جائے''۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''اماں جان! میں حق و صداقت کیلئے لڑا اور حق و صداقت کیلئے ساتھیوں کو لڑایا۔ اب آپ سے رخصت ہونے آیا ہوں''

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

''بیٹا! اگر تم حق پر ہو تو حالات کی ناموافقت اور ساتھیوں کی بیوفائی کے سبَب دشمنوں سے دَب جانا شریفوں اور دینداروں کا شیوہ نہیں''۔

حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

marfat.com

"اماں جان! میں موت سے نہیں ڈرتا' صرف یہ خیال ہے کہ میری موت کے بعد دشمن میری لاش کا مُثلہ کریں گے اور صلیب پر لٹکائیں گے جس سے آپ کو رنج ہوگا"

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی جلیل القدر بیٹی نے فرمایا:

"بیٹے جب بکری ذبح کر ڈالی جائے تو پھر اس کی کھال کھینچی جائے یا اس کے جسم کے ٹکڑے کیے جائیں' اُسے کیا پروا؟ تم اللہ پر بھروسا کر کے اپنا کام کیے جاؤ' راہِ حق میں تلواروں سے قیمہ ہونا گمراہوں کی غلامی سے ہزار درجہ بہتر ہے' موت کے خوف سے غلامی کی ذِلّت کبھی قبول نہ کرنا"۔

اپنی عظیم ماں کے حوصلہ افزاء کلمات سُن کر حضرت ابنِ زبیر رضی اللہ عنہ پر رِقّت طاری ہوگئی اور فرطِ محبّت وعقیدت سے اُنہوں نے اپنی والدہ کا سر چوم لیا۔ پھر عرض کیا:

"اماں جان! میرا بھی یہی ارادہ تھا کہ راہِ حق میں مردانہ وار لڑ کر جان دے دوں لیکن آپ سے مشورہ کرنا ضروری سمجھا تاکہ میرے مرنے کے بعد آپ رنج وغم نہ کریں۔ الحمد للہ کہ میں نے آپکو اپنے سے بڑھ کر ثابت قدم اور راضی برضا پایا۔ آپ کی باتوں نے میرا ایمان تازہ کر دیا ہے۔ آج میں ضرور قتل ہو جاؤں گا' مجھے یقین ہے کہ میرے قتل کے بعد بھی آپ صبر وشکر سے کام لیں گی۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے فرزند! مجھے اُمّید ہے کہ میرا صبر تیرے حق میں ایک عدیم النظیر صبر ہوگا' اگر تو میرے سامنے ہلاک ہوا تو میرے اجر کا باعث ہوگا اور اگر تو غالب وفتح یاب ہوا تو میرے لئے وجہ مسرّت وشکر گزاری۔ اب بسم اللہ آگے بڑھو اور مآل کار دیکھو۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ ماجدہ سے دعائے خیر کی التجاء کی اور زرہ پہن کر ماں کو آخری صورت دکھانے آئے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا (آپ کی نظر کمزور ہوگئی تھی) جب رُخصت کرنے کیلئے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو گلے

marfat.com

لگانے لگیں تو ہاتھ میں زرّہ محسوس ہوئی' بولیں "عبداللہ! جو لوگ شہادت کے مشتاق ہوتے ہیں وہ زرّہ و جوش بالائے طاق رکھ دیتے ہیں"۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا "میں نے آپ کے اطمینان کیلئے پہنی ہے"۔ فرمایا "مجھے زرّہ سے اطمینان نہ ہوگا' دامن کمر سے باندھو اور حملہ کرو"۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا اور رجزیہ شعر پڑھتے ہوئے دشمنوں کی صفوں میں گھس گئے اور آخر کار شہید ہوئے۔

شہادت کے بعد حجاج نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی نعش حجون پر لٹکا دی۔ تین دن گزرنے کے بعد حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اپنی کنیز کے ساتھ آئیں تو دیکھا کہ لاش اُلٹی لٹکی ہوئی ہے۔ یہ دردناک نظارہ دیکھا اور نہایت صبر واستقلال سے کام لے کر فرمایا "کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ یہ شہسوارِ اسلام وفدائے مِلت گھوڑے پر سے اُترے؟"

راست گوئی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا خاص شعار تھا' چنانچہ حجاج بن یوسف ایسے ظالم وجفاکار کے سامنے بھی آپ نے راست گوئی کو ترک نہیں کیا اور نہایت دندان شکن جواب دیئے۔ جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حجاج حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس آیا اور کہا "تمہارے لڑکے عبداللہ نے خدا کے گھر میں بے دینی' الحاد پھیلایا تھا' اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس پر ایک شدید عذاب نازل کیا"۔ تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے جواب دیا "تو جھوٹا ہے' میرا لڑکا ملحد نہ تھا' بڑا صائم' شب بیدار' پرہیزگار' عبادت گزار اور ماں باپ کا فرمانبردار لڑکا تھا' مگر میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث سنی ہے کہ قبیلہ ثقیف سے دو آدمی پیدا ہوں گے جن میں سے پہلا دوسرے سے بدتر ہوگا' سو ایک کذاب (مختار ثقفی) کو تو میں دیکھ چکی اور دوسرا ظالم جس کو میں اب دیکھ رہی ہوں' تو ہے حجاج آپ کے اس تلخ جواب سے جل گیا اور پیچ تاب کھا کر خاموش رہا۔

ایک روایت میں ہے کہ جب حجاج بن یوسف نے حکم دیا کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ

marfat.com

کی لاش کو مقامِ حجون پر سُولی پر اُلٹا لٹکایا جائے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے حجاج بن یُوسُف کو لعن طعن کی تو وہ بولا کہ میں لوگوں کو عبرت دلانا چاہتا ہوں۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے پھر کہا: لاش مجھے دے دے مگر حجاج نے انکار کر دیا۔ اس دوران میں حضرت عبداللہ بن عُمر کا اُدھر سے گزر ہوا تو اُنہوں نے کہا:

"یا ابوخبیب! تُم پر اسلام علیک۔ تم روزے رکھتے تھے نمازیں پڑھتے تھے خُدا سے ڈرتے تھے اور تقویٰ میں بہت ساروں سے آگے تھے۔ کاش اس کارِ سیاست میں نہ آئے ہوتے"

حضرت اسماء بنتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا اپنے شیر دِل بیٹے کی شہادت کے تیسرے بیٹے کی شہادت گاہ تک ایک کنیز کے سہارے آئیں تو اپنی آنکھوں کے پپوٹے اُوپر اُٹھا کر سُولی پر اُلٹے لٹکے ہوئے شجاع ابن شجاع فرزند شہید کو دیکھا تو فرمایا:

"کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ یہ شہسوارِ حرم گھوڑے سے اُترے"۔

اس کے بعد حجاج کو اپنے فعل پر بہت شرم دلائی جس پر اس نے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی لاش اُن کے سپرد کرنے کا حکم دیا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جب خلیفہ عبدالملک بن مروان کو معلوم ہوا کہ حجاج نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو شہید کر کے اُن کی لاش کو حجون پر اُلٹا لٹکا دیا ہے تو اس نے حجاج کو ایک سخت خط لکھا اور حکم دیا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی لاش فوراً اُن کی والدہ کے حوالے کر دی جائے۔ چُنانچہ شہادت کے چند دِن بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی لاش انکی والدہ کو مل گئی۔ لاش کا جوڑ جوڑ الگ ہو چکا تھا۔ حضرت اسماء بنتِ حضرت صدیق اکبر (والدہ عبداللہ بن زبیر) نے اپنے سعادت مند شہید بیٹے کی کٹی پھٹی لاش کو نہایت صبر کے ساتھ جنازہ کے بعد سپردِ خاک کر دیا۔

marfat.com

آپ کے پانچ بیٹوں میں سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے تاریخ میں لازوال شہرت حاصل کی۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا علم و فضل کے اعتبار سے بھی بڑا اُونچا درجہ رکھتی تھیں۔ اُن سے چھپن احادیث مروی ہیں۔ راویوں میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ' حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ' حضرت اُبوبکر عباد و عامر پسران' حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عروہ رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ' حضرت فاطمہ بنتِ منذرین زبیر رضی اللہ عنہ' حضرت محمد بن منکدر' حضرت ابن ابی ملیکہ' حضرت وہب بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مطلب بن حنطب رحمۃ اللہ علیہ' حضرت ابونوفل ابن ابوعقرب رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مسلم معری رحمۃ اللہ علیہ' حضرت صفیہ بنتِ شیبہ اور حضرت عبادہ بن حمزہ بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ شامل ہیں

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا خدائے لایزال کی بارگاہ میں دُعا مانگا کرتی تھیں کہ جب تک میں عبداللہ رضی اللہ عنہ کی نعش نہ دیکھ لوں مجھے موت نہ آئے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کو ایک ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے اپنی حیاتِ مُستعار کے سو سال پُورے کر کے جمادی الاوّل ۷۳ھ میں بمقام مکّہ مُعظمہ انتقال کیا۔

اُدھر شوہر کی وفات اور اِدھر لختِ جگر نُورِ نظر حضرت عبداللہ کی شہادت یہ دونوں واقعے قیامت سے کم نہ تھے لیکن مرحبا کہ باوجُود ان سخت واقعات کے جس عزم و استقلال اور صبر و شُکر سے کام لیا' وہ آپ ہی کا حصّہ تھا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی شہادت کے وقت آپ کی عُمر سو برس کے لگ بھگ تھی لیکن سارے دانت سلامت تھے۔ ہوش و حواس بالکل دُرُست تھے' قد دراز اور فربہ تھا۔ حجاج سے کبھی بھی عاجزانہ گُفتگو نہیں کی بلکہ اس سے جب بھی خطاب کیا وہ شپٹا گیا۔ موزوں جواب ہی نہ دے سکا۔ آخر وہ اس شیر دل اور حوصلہ مند خاتون کو کیا جواب

marfat.com

دے سکتا تھا جس نے میدانِ شہادت میں جانے والے اپنے بیٹے کے جسم سے زرہ اس لئے اُتروائی تھی کہ شہید کو زخموں سے کیا ڈر؟ اور شہادت کے بعد جو کچھ ہوتا اُس سے کیا خطرہ؟ وہ تو شہید ہوتا ہے۔

بعض رواتیوں میں ہے کہ آخر وقت میں آپ کی بینائی زائل ہو گئی تھی۔ اور آپ بیٹے کی لاش کو ٹٹول ٹٹول کر اُس کے جسم کی صُورتِ حال کو محسوس کر رہی تھیں یا پُوچھ پُوچھ کر اندازہ لگا رہی تھیں۔ دُوسری روایت یہ ہے کہ بینائی بہت کمزور ہو گئی تھی اور آپ آنکھوں کے پپوٹے ہاتھوں سے اُوپر اُٹھا کر مُشکل سے دیکھا کرتی تھیں۔

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بڑی سخی اور فیاض تھیں۔ اس وقت بھی جب مدینہ طیبہ میں آنے کے بعد اُن کا ہاتھ تنگ تھا اور اس وقت بھی جب خُدا نے زر و مال سے خُوب نوازا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بن العوام (آپ کے شوہر) کی طبیعت ذرا سخت تھی مگر آپ ان کا خیال بھی رکھتیں اور سخاوت میں کمی بھی نہ آنے دیتیں۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ترکے میں ایک جائیداد پائی تھی۔ اُس کو انہوں نے ایک لاکھ درہم پر فروخت کر دیا اور ساری رقم قاسم بن محمد اور ابن ابی عتیق رحمۃ اللہ علیہ کو (جو ان کے قرابت دار تھے) دے دی کیونکہ وہ حاجت مند تھے۔

(یہ واقعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد کا ہے)

باوجود کشادہ دستی اور فیاضی کے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اپنے شوہر کے گھر بار کی حفاظت انتہائی دیانت داری سے کرتی تھیں۔ ایک دفعہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی غیر حاضری میں ایک سوداگر آیا اور اُن کے دروازے پر کھڑے ہو کر التجا کی کہ اپنے گھر کی دیوار کے سایہ میں مجھے سودا بیچنے کی اجازت دیجئے۔ بولیں

"اگر میں اجازت دے دُوں اور زبیر انکار کر دیں تو بڑی مُشکل بن جائے گی،

marfat.com

تم زبیر کی موجودگی میں آ کر اجازت طلب کرنا"۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ گھر تشریف لائے تو سوداگر پھر آیا اور دروازے پر کھڑے ہو کر درخواست کی:

"اُمِّ عبداللہ میں مسکین آدمی ہوں، آپ کی دیوار کے سائے میں کچھ سودا بیچنا چاہتا ہوں، اجازت مرحمت فرمائیں"۔

بولیں "میرے گھر کے سوا تمہیں مدینہ میں اور کوئی گھر نہ ملا؟"

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "تمہارا کیا بگڑتا ہے جو ایک مسکین کو بیع و شراء سے روکتی ہو؟"

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے اُسے فوراً اجازت دے دی کیونکہ اُن کا دلی منشاء بھی یہی تھا۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا دستِ سخاوت بے حد کشادہ تھا لیکن حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے مزاج میں ذرا سختی تھی۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے ایک دن سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا:

"یَا رَسُولَ اللہ! کیا میں شوہر کے مال سے اُن کی اجازت کے بغیر یتیموں مسکینوں کو کچھ دے سکتی ہوں"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہاں دے سکتی ہو"

ایک مرتبہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اللہ کی راہ میں زیادہ سے زیادہ مال صدقہ کرنے کا حکم دیا۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک دُوسرے سے بڑھ چڑھ کر ارشادِ نبوی کی تعمیل کی۔ صحابیات نے اپنے زیور تک اُتار کر دے دیئے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس ایک لونڈی تھی، انہوں نے اُسے فروخت کر دیا اور روپیہ لے کر بیٹھ گئیں۔ جب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ گھر تشریف لائے تو انہوں نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے وہ روپیہ مانگا،

marfat.com

اُنہوں نے فرمایا "میں نے صدقہ کر دیا ہے"

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے کیونکہ اللہ اور رسُول کی خُوشنودی کے وہ بھی طالب تھے۔

سیّدہ اسماء رضی اللہ عنہا بنتِ صدّیقِ اکبر ہر لحاظ سے ایک کامل خاتون تھیں۔ اُنہوں نے اسلام کی خاطر کبھی بھی کسی قُربانی سے دریغ نہ کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے دَوران میں اُن کا کردار بذاتِ خود قابلِ فخر ہے۔ سخاوت، صلہ رحمی، محبّت و شفقت، غریب پروری، فقراء کی امداد، غلاموں کو آزاد کرنا، مسکینوں کے کام آنا، دُوسرے کے دُکھ درد کو بانٹنا ان کا خصُوصی عمل تھا۔ اس لئے اصحاب تاریخ نے آپ کے حالات میں تفصیلات کے ساتھ بہت کچھ لکھا ہے۔ خاص طَور سے آپ کے شیر دِل فرزند حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت، اور آپ کا صبر و استقامت تاریخ کا حِصّہ ہیں کہ کوئی ماں اس قدر بھی دلیر ہو سکتی ہے۔ اس شان سے بھی اپنے بیٹے کو سفرِ شہادت پر روانہ کر سکتی۔ پھر آپ کا حجاج بن یُوسُف جیسے ظالم، سفاک اور شقی القلب گورنر کو اس ایمانی جلال کے ساتھ بار بار للکارنا، ہمیشہ اہل شوق کو نیا حوصلہ عطا کرتا رہے گا۔

سیدہ اسماءؓ تُو تسلیم و رِضا کا نُور تھی
تیری ذاتِ پاک تو مثلِ چراغ طُور تھی
حوصلہ مندی کی مظہرؔ شانِ تسلیم و رضا
بادۂ تعلیمِ اسلامی سے تُو مخمور تھی

marfat.com

حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا

شوکت افکار دیں وہ پاک دل خاتون تھی
اس کے جان و دل پہ اس خاطر تھی چھائی تازگی
عمر اپنی کی بسر یاد خدائے پاک میں
اس لئے ہی اس پہ خالق کی عطائے خاص تھی
سرگروہِ اولیاء تھی، سرفرازِ زندگی
ختم اس کی ذات پہ تھی ادائے بندگی
ہر گھڑی ہر آن ہر لحہ فدائے دین حق
اس کی ہر ایک سوچ کا محور خدا کی ذات تھی
اس کا کردار حسین تھا رہبر راہِ عمل
اور تھی گفتار پاک اس کی پیام آگہی
اے رضا وہ رابعہ تھی شوکت فکروعمل
اک پیام نورِ ایمانی تھی اس کی آگہی

(محمد اکرم رضاؔ)

marfat.com

بے مثال عابدہ

حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا

حضرت رابعہ بصریہ کا شمار انتہائی عبادت گزار اور عابد و زاہد خواتین میں ہوتا ہے۔ آپ کی زندگی کے حالات پر طائرانہ نظر ڈالتے ہی احساس ہونے لگتا ہے کہ خدا کی اس نیک بندی نے اپنے آپ کو خدا کے لئے وقف کر دیا تھا۔ آپ کے زمانے میں بڑے پائے کے اولیاء اللہ اور مشائخ تھے مگر سب آپ کو خدا شناسی اور تصوف کے لحاظ سے اپنے سے برتر مانتے تھے۔ ممتاز عظیم روحانی شخصیت حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا شمار آپ کے معاصرین میں ہوتا ہے مگر وہ بھی آپ کے اقوال کو غور سے سنتے اور آپ کے روحانی مقام و مرتبہ کا اعتراف کرتے تھے۔ حضرت رابعہ بصریہ بھی خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے اپنی مجالس میں آجانے پر خوشی کا اظہار کرتیں اور آپ کو بڑا اونچا مقام دیتی تھیں۔ حضرت رابعہ بصریہ کی زندگی کے نشیب و فراز دیکھ کر بجا طور پر یہ احساس ہوتا ہے کہ یہ عظیم خاتون اس مقام و مرتبہ تک یونہی نہیں پہنچ گئی اور اس کی اس درجہ مقبولیت میں حد درجہ عبادت و ریاضت کا دخل ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ خداوندِ عالم اپنے نیک بندوں میں بلا کی جاذبیت اور غضب کی کشش پیدا کر دیتا ہے جس سے ایک زمانہ اُن کے قدموں کی جانب کھنچا چلا آتا ہے۔ یہی وہ ذات وحق ہیں جنہیں خدا کی ذات میں گم ہو کر بقا ملتی ہے۔ تسلیم و رضا ان کا شیوہ اور راہ حق میں استقامت ان کا سرمایہ ہوتا ہے۔ حضرت رابعہ بصریہ ۹۷ھ میں پیدا ہوئیں۔ آپ کے والد ماجد نہایت نیک نفس اور برگزیدہ شخصیت تھے۔

marfat.com

پیدائش وجہ تسمیہ:

ولادت کی شب آپ کے والد کے یہاں نہ تو اتنا تیل تھا جس سے ناف کی مالش کی جاتی اور نہ اتنا کپڑا تھا جس میں آپ کو لپیٹا جاسکتا۔ حتیٰ کہ بدحالی کا یہ عالم تھا کہ گھر میں چراغ تک نہ تھا اور چونکہ آپ اپنی تین بہنوں کے بعد تولد ہوئیں اسی مناسبت سے آپ کا نام رابعہ رکھا گیا۔ آپ کی والدہ نے آپ کے والد سے کہا کہ پڑوس میں سے تھوڑا سا تیل مانگ لاؤ تاکہ گھر میں روشنی ہو جائے تو آپ شدید اصرار پر ہمسایہ کے دروازے پر صرف ہاتھ رکھ کر گھر میں آگئے اور کہہ دیا کہ وہ دروازہ نہیں کھولتا' کیونکہ آپ یہ عہد کر چکے تھے کہ خدا کے سوا کسی سے کچھ طلب نہ کروں گا۔ اسی پریشانی میں نیند آگئی، تو خواب میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی اور آپ نے تسلی و تشفی دیتے ہوئے فرمایا کہ

تیری یہ بچی بہت ہی مقبولیت حاصل کرے گی اور اس کی شفاعت سے میری امت کے ایک ہزار افراد بخش دیئے جائیں گے۔ اس کے بعد حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ والئی بصرہ کے پاس ایک کاغذ پر یہ تحریر لکھ کے لے جاؤ کہ تو ہر روز ایک سو مرتبہ مجھ پر درود بھیجتا ہے اور شب جمعہ میں چار سو مرتبہ لیکن آج جمعہ کی جو رات گزری ہے اس میں تو درود بھیجنا بھول گیا لہٰذا بطور کفارہ حامل ہذا کو چار سو دینار دے دے۔ صبح کو بیدار ہو کر آپ بہت روئے اور خط تحریر کر کے دربان کے ذریعہ والئی بصرہ کے پاس بھیج دیا۔ اس نے مکتوب پڑھتے ہی حکم دیا کہ حضور اکرم ﷺ کی یاد آوری کے شکرانے میں دس ہزار درہم تو فقراء میں تقسیم کر دو اور چار سو درہم اس شخص کو دے دو۔ اس کے بعد والئی بصرہ تعظیماً خود آپ سے ملاقات کرنے پہنچے اور عرض کیا کہ جب بھی آپ کو کسی

marfat.com

چیز کی ضرورت ہوا کرے مجھے مطلع فرمایا کریں' چنانچہ انہوں نے چار سو دینار لے کر ضرورت کا تمام سامان خرید لیا۔

حضرت رابعہ بصری نے جب ہوش سنبھالا تو والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور قحط سالی کی وجہ سے آپ کی تینوں بہنیں بھی آپ سے جدا ہو کر نہ جانے کہاں مقیم ہو گئیں۔ آپ بھی ایک سمت کو چل دیں اور ایک ظالم نے پکڑ کر زبردستی آپ کو اپنی کنیز بنالیا اور کچھ دنوں کے بعد بہت ہی قلیل رقم میں فروخت کر دیا اور اس شخص نے اپنے گھر لا کر بے حد مشقت آمیز کام آپ سے لینے شروع کر دیئے۔ ایک مرتبہ آپ کہیں جا رہی تھیں کہ کسی نامحرم کو اپنے سامنے دیکھ کر اتنے زور سے گریں کہ ہاتھ ٹوٹ گیا۔ اس وقت آپ نے سر بسجود ہو کر عرض کیا کہ یا اللہ میں بے یار و مددگار پہلے ہی تھی اور اب ہاتھ بھی ٹوٹ چکا ہے' اس کے باوجود میں تیری رضا چاہتی ہوں۔ چنانچہ ندائے غیبی آئی کہ اے رابعہ غمگین نہ ہو' کل تجھے وہ مرتبہ حاصل ہوگا کہ مقرب ملائکہ بھی تجھ پر رشک کریں گے۔ یہ سن کر آپ خوشی خوشی اپنے مالک کے یہاں پہنچ گئیں۔ آپ کا معمول رہا کہ دن میں روزہ رکھتیں اور رات بھر عبادت میں صرف کر دیتیں۔ ایک شب جب آپ کے مالک کی آنکھ کھلی تو اس نے حیرت سے چاروں طرف دیکھا اس وقت ایک گوشہ میں آپ کو سر بسجود پایا اور ایک معلق نور آپ کے سر پر فروزاں دیکھا جب کہ آپ اللہ تعالیٰ سے عرض کر رہی تھیں کہ اگر میرے بس میں ہوتا تو ہر وقت تیری عبادت میں گزار دیتی لیکن چونکہ تو نے مجھے غیر کا محکوم بنا دیا ہے اس لئے تیری بارگاہ میں دیر سے حاضری ہوتی ہے۔ یہ سن کر آپ کا آقا بہت پریشان ہو گیا اور یہ عہد کر لیا کہ مجھے تو اپنی خدمت لینے کی بجائے الٹی ان کی خدمت کرنی چاہیے' چنانچہ صبح ہوتے ہی آپ کو آزاد کر کے استدعا کی کہ اگر آپ یہیں قیام فرمائیں

تو میرے لئے باعث سعادت ہے' ویسے اگر آپ کہیں اور جانا چاہیں تو آپ کو اختیار ہے۔ یہ سن کر آپ حجرے سے باہر نکل آئیں اور ذکر و شغل میں مشغول ہو گئیں۔ آپ شب و روز میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھا کرتی تھیں اور گاہے گاہے حضرت حسن بصری کے وعظ میں شریک ہوتیں۔

جس وقت سفرِ حج پر روانہ ہوئیں تو آپ کا ذاتی گدھا بہت نحیف تھا اور جب آپ سامان لاد کر روانہ ہو چکیں تو راستہ ہی میں مر گیا۔ یہ دیکھ کر اہلِ قافلہ نے عرض کیا کہ آپ کا سامان ہم اٹھا لیں گے لیکن آپ نے فرمایا کہ میں نے تمہارے بھروسے پر سفر نہیں کیا ہے۔ یہ سن کر اہلِ قافلہ آپ کو وہیں تنہا چھوڑ کر آگے بڑھ گئے۔ اس وقت آپ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ ایک نادار و عاجز کے ساتھ کیا یہی سلوک کیا جاتا ہے کہ پہلے تو اپنے گھر کی جانب مدعو کیا پھر راستے میں میرے گدھے کو مار ڈالا اور مجھ کو جنگل میں تنہا چھوڑ دیا گیا۔ ابھی آپ کا شکوہ ختم بھی نہ ہو پایا تھا کہ گدھے میں جان آ گئی اور آپ اس پر سامان لاد کر عازم مکہ ہو گئیں۔ ایک راوی کا بیان ہے کہ عرصہ دراز کے بعد میں نے اس گدھے کو مکہ معظمہ کے بازار میں فروخت ہوتے خود دیکھا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی دعا کی برکت سے اس کی عمر طویل ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے حسن کعبہ سے زیادہ جمالِ خداوندی کے دیدار کی تمنا ہے۔

توکل اور تسلیم و رضا اولیاء کرام کا خاصہ ہوتا ہے۔ آپ کے پاس ایک دفعہ دو درویش تشریف لائے اور کھانے کے لئے کہا۔ اس وقت گھر میں صرف دو روٹیاں تھیں' آپ نے دونوں روٹیاں دستر خوان پر رکھوا دیں۔ اسی وقت دروازے پر ایک فقیر آ گیا' آپ نے اس فقیر کو زیادہ مستحق سمجھا اور روٹیاں اسے دے دیں اور خود مہمانوں کے ساتھ

marfat.com

خدا کی طرف سے روٹیوں کا انتظار کرنے لگیں۔ مہمان درویش کے تقاضے کے جواب میں آپ نے فرمایا خدا کا وعدہ ایفا ہونے میں کبھی دیر نہیں لگتی' اسی وقت کنیز اٹھارہ روٹیاں لے کر آئی۔ آپ نے اس سے فرمایا یہ خوان ہمارے لیے نہیں ہے' اس کو واپس لے جاؤ۔ کنیز نے عرض کیا یہ خوان آپ ہی کے لئے ہے لیکن آپ نے لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ یہ جس کا ہے اسی تک پہنچاؤ۔ کنیز اصرار کرتی رہی اور مہمان درویش بھی بضد تھے کہ اس خوان کو قبول کر لینا چاہیے مگر اس ولیہ نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ کنیز واپس گئی اور مالکہ سے سارا واقعہ کہہ سنایا۔ مالکہ شرمندہ ہوئی اور کہا کہ رابعہ نے بالکل درست فرمایا ہے اور خوان میں دو روٹیوں کا اضافہ کر کے دوبارہ ان کی خدمت میں بھیجا۔ اس مرتبہ شمار کرنے پر آپ نے خوان قبول فرمایا کہ یہ واقعی ہمارے لئے ہے۔ آپ کو اس بات پر یقین کامل تھا کہ خدا تعالیٰ ایک کے بدلے میں دس دینے کا وعدہ ضرور پورا فرمائے گا' آپ نے دو روٹیاں سائل کو دی تھیں اس لیے جب تک اللہ نے بیس روٹیاں نہ دیں آپ نے خوان قبول نہ فرمایا۔ اس قسم کی کامل ایمان کی دولت خدا ان کو ہی عطا کرتا ہے جو اس کے مقربِ ومحبوب بندے ہوتے ہیں۔

ایک روز آپ نے کئی یوم سے کچھ نہیں کھایا اور جب خادمہ کھانا تیار کرنے لگی تو گھر میں پیاز نہیں تھی۔ اس نے آپ سے پڑوس میں سے پیاز مانگ لانے کی اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا کہ میں تو برسوں سے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کئے ہوئے ہوں کہ تیرے سوا کبھی کسی سے کچھ طلب نہ کروں گی' لہٰذا اگر پیاز نہیں ہے تو کوئی حرج نہیں۔ ابھی آپ کا جملہ پورا بھی نہیں ہوا تھا کہ ایک پرندہ اپنی چونچ میں چھلی ہوئی پیاز لیے ہوئے آیا اور ہانڈی میں ڈال کر اُڑ گیا مگر آپ نے اس کو فریب شیطان تصور

marfat.com

کرتے ہوئے بغیر سالن کے صرف خشک روٹی کھالی۔

ایک روز آپ ایک پہاڑی پر تشریف لے گئیں اور تمام صحرائی جانور آپ کے گرد جمع ہو گئے' اسی وقت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ وہاں پہنچے تو وہ تمام جانور فرار ہو گئے۔ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے حیرت زدہ ہو کر آپ سے سوال کیا کہ یہ تمام جانور مجھے دیکھتے ہی فرار کیوں ہو گئے؟ حضرت رابعہ بصری نے پوچھا کہ آج آپ نے کیا کھایا ہے تو انہوں نے کہا کہ گوشت روٹی۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ جب تم ان کا گوشت کھاؤ گے تو پھر یہ تم سے کیونکر مانوس ہو سکتے ہیں۔

ایک مرتبہ آپ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے مکان پر پہنچیں تو اس وقت وہ مکان کی چھت پر اس درجہ مصروفِ گریہ تھے کہ اشکوں کا پرنالا بہہ نکلا۔ حضرت رابعہ بصری نے کہا کہ اگر آپ کی یہ گریہ وزاری فریب کارانہ ہے تو اسے بند کرو تا کہ آپ کے باطن میں ایسا بحرِ بیکراں موجزن ہو جائے کہ اگر اس کی پہنائیوں میں اپنے قلب کو تلاش کرنا چاہو تو نہ مل سکے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ایسا کر دینے میں قدرت کامل حاصل ہے۔ آپ کی یہ باتیں گو حضرت حسن بصری کے لئے بارِ خاطر ثابت ہوئیں لیکن آپ نے خاموشی اختیار کر لی اور ایک روز جب حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا ساحلِ فرات پر موجود تھیں تو اچانک حضرت حسن بصری بھی وہاں پہنچ گئے اور پانی پر مصلےٰ بچھا کر فرمایا کہ آیئے ہم دونوں نماز ادا کریں۔ لیکن حضرت رابعہ بصری نے جواب دیا کہ اگر یہ مخلوق کے دکھاوے کیلئے ہے تو بہت اچھا ہے کیونکہ دوسرے لوگ ایسا کرنے سے قاصر ہیں۔ یہ کہہ کر رابعہ بصری نے اپنا مصلےٰ ہوا کے دوش پر بچھا کر فرمایا کہ آؤ حسن یہاں نماز ادا کرو

marfat.com

ایک مرتبہ ایک ڈاکو آپ کے گھر آیا' اس کا خیال تھا کہ یہاں بڑے بڑے امراء اور روساء آتے ہیں لہٰذا یہاں ضرور ہی ہیرے و جواہرات ہوں گے مگر گھر کا کونا کونا چھاننے کے باوجود اس کو کچھ نہ ملا۔ وہ واپس جا رہا تھا کہ اس کو حضرت رابعہ بصری نے روکا۔ انھوں نے سوال کیا کہ کیا تم چور ہو؟ ڈاکو نے غصے میں جواب دیا کہ ہاں ۔آپ نے فرمایا کہ تو یہاں سے خالی ہاتھ مت جا۔ وہ بولا یہاں کیا رکھا ہے جو میں لے جاؤں۔ میں تو ہیرے جواہرات کو لوٹنے والا ہوں اور وہ سب کچھ یہاں نہیں ہے ۔آپ مسکرائیں اور فرمایا کہ وضو کر کے دو رکعت نماز میرے حجرے میں ادا کرو ' یہاں سے تمھیں اتنا مال ملے گا کہ ساری زندگی نہیں ملا ہو گا۔ چور نے لالچ میں آ کر وضو کر کے نماز ادا کرنا شروع کر دی۔ ادھر حضرت رابعہ بصری نے دعا کرنا شروع کر دی کہ چور میرے دروازے پر آیا تھا اسے کچھ نہیں ملا' میں اسے تیرے در پہ لے آئی ہوں۔ اِدھر چور کو اتنا سرور ملا کہ اس نے دو رکعت پڑھنے کے بعد مزید دو رکعت پڑھیں' پھر دو رکعت مزید پڑھیں حتیٰ کہ وہ ساری رات عبادت میں مشغول رہا۔ صبح حضرت رابعہ بصری نے دیکھا کہ وہ سر بسجود ہو کر گریہ وزاری کر رہا تھا' اپنے عیوب کا اعتراف کر رہا تھا' گناہوں پر معافی مانگ رہا ہے' استغفار کر رہا ہے اور خدا کو اس کی گریہ وزاری اور استغفار اتنی پسند آئی کہ وہ حضرت رابعہ کے حجرے سے ولی بن کر نکلا ۔یہ دیکھ کر حضرت رابعہ نے خدا سے عرض کی کہ تو نے اپنے گناہگار بندے کو معاف کر دیا' اس کو پہچان کر اعلیٰ مقام عطا کیا' اس کو قبول کیا' میں بھی تیری عاجز بندی ہوں' میری کوتاہیوں کو معاف فرما دے۔ خدا نے جواب دیا: رابعہ تو کیا سوچتی ہے' تیری وجہ سے ہی تو میں نے معاف کر دیا' اس کی توبہ قبول کی اور اس کو اعلیٰ مقام عطا کیا۔

marfat.com

آغاز شباب میں حضرت رابعہ کے حسن و جمال کا بہت چرچا تھا مگر غلامی سے آزادی اور شب و روز عبادتوں کے طویل سلسلہ کے بعد آپ کے چہرے پر خدا نے طہور و پاکیزگی کا ایک نقاب ڈال دیا تا کہ دیکھنے والوں کی نگاہیں خود بخود جھک جائیں۔ گورستان میں ایک شب کسی نوجوان نے آپ کا نورانی چہرہ دیکھا جو رات کی تاریکی میں مثل مہتاب تھا۔ وہ آپ کی شخصیت سے ناواقف تھا اور وہ آپ کو غیر مرئی مخلوق سمجھ کر وہاں سے چل دیا۔ کئی روز بعد بصرہ کے بازار میں آپ اس کو دوبارہ دکھائی دیں تو وہ فوراً آپ کے پیچھے چل دیا اور چلتا چلتا ان کے دروازے تک پہنچ گیا۔ گھر کا دروازہ کھلا' کمرے میں چراغ روشن تھا۔ اقرار و انکار کے خیال سے بے نیاز ہو کر نوجوان اپنا حال دل سنانے کے لئے کمرے میں داخل ہو گیا۔ جب اس نے حضرت رابعہ بصری کو خدا کے ساتھ راز و نیاز کرتے دیکھا تو نوجوان پہ سکتہ طاری ہو گیا اس کی زبان گنگ ہو گئی۔ آپ نے پلٹ کر دیکھا اور آنے کا سبب کا پوچھا لیکن اس نے اشارے سے بتایا کہ اس کی زبان کام نہیں کر رہی۔ آپ نے فرمایا کہ اس سے پہلے کہ تیرا دل بھی کام کرنا چھوڑ دے تو یہاں سے چلا جا۔ اس نے آنکھوں سے التجا کی کہ اس کی گویائی لوٹا دی جائے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تو میرے ساتھ کوئی زیادتی کرتا تو میں تجھے معاف کر دیتی' میں خدا کی عابدہ ہوں میرا معاملہ خدا کے ساتھ ہے' اگر تو معافی مانگتا ہے تو خدا سے مانگ۔ یہ کہہ کر آپ دوبارہ سجدہ میں گر گئیں۔ وہ نوجوان بھی سجدہ ریز ہو کر استغفار کرنے لگا۔ طویل گریہ و زاری کے بعد خدا نے اس کی زبان اسے واپس لوٹا دی مگر اس پر توبہ ہی کا ورد رہا۔ بصرہ کے بازار سالہا سال اس مجذوب کے نعروں سے گونجتے رہے۔ سردی گرمی میں وہ دیوانہ وار استغفار کے نعرے لگاتا اور بصرہ کا پورا شہر اس کے فلک شگاف

marfat.com

نعروں سے گونج اٹھتا۔ آخر ایک دن خاموشی ہو گئی اور وہ مجذوب کہیں دوسری جگہ پر چلا گیا پھر اس کا کوئی پتہ نہ چلا۔ یہ مجذوب وہی نوجوان تھا جو حضرت رابعہ کی بدولت دوبارہ دربار خداوندی میں مقرب ٹھہرا۔ آپ اکثر یہ شعر پڑھتی رہتی تھیں کہ دنیا ایسے دوست کی مانند ہے جو بظاہر دوست ہے لیکن اندر سے دشمن خاص ہے لیکن اس کی پہچان گہری نظر سے ہی کی جا سکتی ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کے کامل ولی تھے ان کے وعظ اور زور بیان کی بہت شہرت تھی۔ ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں دور دراز سے لوگ آپ کی تقریر سننے آتے تھے لیکن جب تک حضرت رابعہ تشریف نہ لاتیں وعظ شروع نہ کرتے۔ ایک مرتبہ لوگوں نے آپ سے کہا کہ لاکھوں لوگوں پر ایک بڑھیا کو ترجیح دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ہاتھی چیونٹی کے برتن میں کیسے سما سکتا ہے۔ حضرت رابعہ بصری اور حضرت حسن بصری رات بھر جاگ کر حقیقت اور معرفت پر گفتگو کرتے۔ حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ ہم مرد و زن کے خیال سے بالاتر ہو کر معرفت کے اسرار پر گفتگو کرتے ہیں لیکن صبح کے وقت میں خود کو پہلے سے زیادہ مفلس اور رابعہ کو پہلے سے زیادہ مخلص پاتا ہوں۔

ایک مرتبہ لوگوں نے آپ سے کہا کہ آپ کی شیریں بیانی تو اس قابل ہے کہ آپ کو مسافر خانہ کا نگران مقرر کر دیا جائے۔ فرمایا: میں تو خود ہی مسافر خانہ کی محافظ ہوں کیونکہ جو میرے اندر ہے اسے باہر نکال دیتی ہوں اور جو باہر ہے اسے اندر جانے کی اجازت نہیں دیتی اس لئے مجھے کسی کی آمد و رفت سے کوئی سروکار نہیں، کیونکہ قلب کی نگہبان ہوں، جسد خاکی کی نہیں۔ ایک مرتبہ آپ سے سوال کیا گیا کہ

marfat.com

آپ ابلیس کو غنیم تصور کرتی ہے؟ فرمایا میں تو رحمٰن کی دوستی میں مشغولیت کی وجہ سے ابلیس کی معاندت کا تصور ہی نہیں کرتی۔

لوگوں کے اس سوال پر کہ محبت کیا شے ہے؟ آپ نے فرمایا کہ محبت ازل سے ہے اور ابد تک رہے گی کیونکہ بزم عالم میں کسی نے اس کا ایک گھونٹ تک نہیں چکھا جس کے نتیجہ میں محبت صرف اللہ تعالیٰ میں ضم ہو کر رہ گئی اسی لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو محبوب رکھتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو محبوب رکھتے ہیں۔ایک مرتبہ کسی نے پوچھا کہ آپ جس کی عبادت کرتی ہیں کیا وہ آپ کو نظر بھی آتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اگر نظر نہ آتا تو عبادت کیوں کرتی۔

آپ ہمہ وقت گریہ وزاری کرتی رہتی تھیں' جب کسی نے وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ میں اس کے فراق سے خوف زدہ ہوں جس کو محظوظ تصور کرتی ہوں اور کہیں ایسا نہ ہو کہ وقت نزع یہ ندا آ جائے کہ تو لائق بارگاہ نہیں ہے۔

لوگوں نے جب آپ سے سوال کیا کہ خدا بندے سے کس وقت خوش ہوتا ہے؟ فرمایا کہ جب بندہ محنت پر اس طرح شکر کرتا ہے جس طرح نعمت پر۔لوگوں نے سوال کیا کہ کیا عاصی کی توبہ قبول ہوتی ہے یا نہیں؟ فرمایا کہ اس وقت تک تو وہ توبہ ہی نہیں کر سکتا جب تک خدا توفیق نہ دے اور جب توفیق حاصل ہو گئی تو پھر قبولیت میں بھی کوئی شک نہیں رہا۔پھر فرمایا کہ جب تک قلب بیدار نہیں ہوتا اس وقت تک کسی بھی عضو سے خدا کی راہ نہیں ملتی اور بیداریٔ قلب کے بعد اعضاء کی حاجت ہی ختم ہو جاتی ہے کیونکہ قلب بیدار وہی ہے جو حق کے اندر اس طرح ضم ہو جائے کہ پھر اعضاء کی حاجت ہی باقی نہ رہے اور یہی فنا فی اللہ کی منزل ہے۔

marfat.com

حضرت حسن بصری اپنے چند رفقاء کے ہمراہ حضرت رابعہ بصری کے ہاں پہنچے لیکن اس وقت ان کے ہاں روشنی کا انتظام نہیں تھا اور حضرت حسن بصری کو روشنی کی ضرورت محسوس ہوئی' چنانچہ حضرت رابعہ نے اپنی انگلیوں پر کچھ دم کیا اور وہ ایسی روشن ہو گئیں کہ مکان جسمہ نور بن گیا اور وہ روشنی تا سحر قائم رہی۔ لیکن اگر کوئی معترض یہ کہے کہ یہ چیز بعید از قیاس ہے تو اس کا جواب یہ کہ جو فرد صدق دل سے رسول اکرم ﷺ کی اطاعت کرتا ہے اس کو آپ کے معجزے میں سے کچھ نہ کچھ ضرور حاصل ہوتا ہے' فرق صرف اتنا ہے کہ خرقِ عادت شئے کا اظہار انبیاء کے حق میں معجزہ کہلاتا ہے اور ولی کیلئے کرامت کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور یہ کرامت صرف اتباع نبوت ہی سے حاصل ہوتی ہے جیسا کہ حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ رویائے صادقہ نبوت کے چالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔

حضرت رابعہ بصری نے ایک مرتبہ حضرت حسن بصری کے لئے بطور ہدیہ موم، سوئی، اور بال روانہ کیے اور یہ پیغام بھیجا کہ موم کی طرح خود کو پگھلا کر روشنی فراہم کرو اور سوئی کی طرح برہنہ رہ کر مخلوق کے کام آؤ اور جب تم ان دونوں چیزوں کی تکمیل کر لو گے تو تم بال کی طرح ہو جاؤ گے اور کبھی تمہارا کوئی کام خراب نہیں ہو گا۔

ایک مرتبہ حضرت حسن بصری نے آپ سے سوال کیا کہ کیا تمہیں نکاح کی خواہش نہیں ہوتی؟ آپ نے جواب دیا کہ نکاح کا تعلق تو جسم و وجود سے ہے اور جس کا وجود ہی باقی نہ رہا ہو تو اسے شادی کی حاجت نہیں رہتی۔

حضرت رابعہ بصری نے تمام عمر شادی کے بغیر گزاری' وہ بھی دیگر اہل اللہ کی طرح اپنی زندگی عبادت و ریاضت میں گزارنے کی عادی تھیں۔ ازدواجی رشتے

marfat.com

عبادت میں رکاوٹ کا باعث بنتے ہیں اور وہ لمحہ بھر کے لئے بھی خدا سے دوری پسند نہ کرتیں تھیں۔ حضرت رابعہ بصری سے اللہ تعالیٰ نے ایسی ایسی کراتیں ظاہر کروائیں جو بہت کم اولیاء کرام کو نصیب ہوئیں۔ وہ اپنے دور کی قافلہ سالار تھیں۔

ایک مرتبہ لوگوں سے بیان کیا کہ حضرت حسن بصری یہ کہتے ہیں کہ اگر میں روز محشر ایک لمحہ کے لئے بھی دیدار خداوندی سے محروم رہا تو اتنی گریہ وزاری کروں گا کہ اہل فردوس کو بھی مجھ پر رحم آ جائے گا۔ حضرت رابعہ نے کہا کہ انہوں نے بالکل صحیح کہا ہے لیکن یہ شے بھی اسی کے شایانِ شان ہے جو آنِ واحد کیلئے بھی خدا کی یاد سے غافل نہ رہتا ہو۔

جب آپ سے نکاح نہ کرنے کی وجہ دریافت کی گئی تو جواب دیا کہ تین چیزیں میرے لئے وجہ غم بنی ہوئی ہیں اور اگر تم یہ غم دور کر دو تو میں یقیناً شادی کر لوں گی۔ اول یہ کہ کیا خبر کہ میری موت اسلام پر ہو گی یا نہیں! دوم میرا نامۂ اعمال روز محشر میرے سیدھے ہاتھ میں ہو گا یا الٹے ہاتھ میں! سوم جب روز محشر ایک جماعت جنت میں دائیں طرف سے اور دوسری بائیں طرف سے داخل ہو گی تو نہ جانے میرا شمار کس جماعت میں ہو گا۔ لوگوں نے جواب دیا کہ ان تینوں سوالوں کے جواب تو ہمارے پاس نہیں' تو آپ نے فرمایا کہ جس کو اتنے غم ہوں وہ شادی کی تمنا کیسے کر سکتا ہے۔

جب لوگوں نے آپ سے سوال کیا کہ آپ کہاں سے آئی ہیں اور کہاں جائیں گی تو آپ نے فرمایا کہ جس جہاں سے آئی تھی اس جہاں میں لوٹ جاؤں گی۔ پھر سوال کیا گیا کہ اس جہاں میں آپ کا کیا کام ہے؟ فرمایا کہ کف افسوس ملنا'

marfat.com

اور جب کفِ افسوس ملنے کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے جواب دیا کہ میں رزق تو اس جہاں کا کھاتی ہوں اور کام اس جہاں کے کرتی ہوں۔

حضرت عبدالواحد عامری بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اور حضرت سفیانؒ حضرت رابعہ بصری کی مزاج پرسی کے لئے گئے تو ایسے مرعوب ہوئے کہ لب کشائی کی ہمت ہی نہ ہوسکی حتیٰ کہ حضرت رابعہ نے خود ہی فرمایا کہ کچھ گفتگو کریں تو ہم دونوں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کا مرض دور فرمادے۔

حضرت رابعہ نے عرض کیا کہ مرض تو اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے اور میں اس کی عطا کردہ شئے کا شکوہ کیسے کرسکتی ہوں، کیونکہ یہ کسی دوست کے لئے بھی مناسب نہیں کہ رضائے دوست کی مخالفت کرے۔ پھر حضرت سفیان نے پوچھا کہ آپ کو کسی چیز کی خواہش ہے؟ فرمایا کہ تم صاحب معرفت ہو کر ایسا سوال کرتے ہو اور بصرہ میں کھجور کی ارزانی کے باوجود بارہ سال سے کچھ کھانے کی خواہش ہے لیکن میں نے صرف اس لئے نہیں چکھی کہ بندے کو اپنی مرضی کے مطابق کوئی کام نہیں کرنا چاہیے کیونکہ رضائے الٰہی کے بغیر کوئی کام کرنا کفر کے مترادف ہے۔ پھر حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے لئے دعا کی درخواست کی تو فرمایا کہ اگر تمہارے اندر حُبِّ دنیا نہ ہوتی تو تم نیکی کا مجسمہ ہوتے انہوں نے عرض کیا کہ یہ کیا فرما رہی ہیں؟ آپ نے کہا کہ سچی بات کہہ رہی ہوں کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو تم کم عقلی کی باتیں نہ کرتے، اس لئے کہ جب تمہیں علم ہے کہ دنیا فانی ہے اور فانی شئے کی ہر شئے فانی ہوتی ہے۔ اس کے باوجود تم نے یہ سوال کیا کہ تمہاری طبیعت کس چیز کو چاہتی ہے۔ یہ سن کر حضرت سفیان نے محو حیرت ہو کر بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ اے اللہ! میں تیری رضا کا جویا ہوں۔ حضرت رابعہ نے فرمایا کہ تمہیں

marfat.com

رضائے الٰہی کی جستجو کرتے ہوئے ندامت نہیں ہوتی جب کہ تم خود اس کی رضا کے طالب نہیں ہو۔

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے کہ میں ایک دن بغرض ملاقات حضرت رابعہ کے ہاں پہنچا تو دیکھا کہ ایک ٹوٹا ہوا مٹی کا لوٹا تھا جس سے آپ وضو کرتی ہیں اور پانی پیتی ہیں اور ایک بوسیدہ چٹائی ہے جس پر اینٹ کا تکیہ بنا کر استراحت فرماتی ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ میرے بہت سے دوست احباب مالدار ہیں اگر اجازت ہو تو ان سے آپ کیلئے کچھ طلب کروں؟۔ آپ نے سوال کیا کہ مجھے اور تمہیں اور اُن دولت مندوں کو عطا کرنے والی ایک ہی ذات نہیں ہے؟ تو پھر کیا درویشوں کو ان کی غربت کی وجہ سے اس ذات نے فراموش کر دیا ہے اور امیروں کو رزق دینا یاد رہ گیا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ ایسا تو نہیں ہے۔ فرمایا کہ مجھے طلب سے اس لئے حیا آتی ہے کہ مالک دنیا تو خدا ہے اور اہل دُنیا کو ہر شئے عاریتاً عطا کی گئی ہے اور جس کے پاس ہر شئے خود عاریتاً ہو اس سے کچھ طلب باعث ندامت ہے۔ یہ سن کر ان بزرگ نے آپ کے صبر و بے نیازی کی داد دی۔

آزمائش:

بطور آزمائش کچھ لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ خدا نے مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی ہے اور شرف نبوت صرف مردوں ہی کو حاصل ہے اس کے باوجود بھی آپ کو اپنے اوپر فخر و تکبر ہے اور لا حاصل ریا کاری میں مبتلا ہیں۔ فرمایا کہ یہ تو تم لوگ بجا کہتے ہو لیکن یہ تو بتاؤ کہ کیا کسی عورت نے بھی خدا ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور کیا کوئی عورت بھی مخنث ہوئی ہے جب کہ سینکڑوں مرد مخنث پھرتے ہیں۔

marfat.com

زندگی کے آخری دور میں آپ وصال خداوندی کے لئے بہت بے چین رہا کرتی تھیں۔ دن رات خدا کی یاد میں بسر ہو جاتے۔ آنسوؤں کی جھڑیاں آنکھوں سے رواں رہتیں۔ غذا برائے نام رہ گئی۔ جسم کمزور ہو گیا۔ جسم تو کمزور ہوتا گیا مگر دل بیدار اور خدا کی یاد سے قوی ہوتا گیا۔

قرب خداوندی کے اشتیاق کا یہ عالم تھا کہ ان کے مختصر سامان میں کفن ہر وقت تیار سامنے رہتا ان کی خواہش تھی کہ ان کے کفن دفن کا انتظام عام آدمیوں کی طرح کیا جائے اور ان کو اس طرح سپرد خاک کیا جائے کہ ان کی قبر بھی حتی الامکان حد تک چھپی رہے۔ آخری ایام میں انہوں نے کھانا پینا بالکل ترک کر دیا تھا' بہت کم سویا کرتی تھیں۔ اینٹوں کے چبوتروں پر ہی نماز پڑھتیں۔ اور اسی پر ذرا سا ستا لینے کے بعد عبادت میں مشغول ہو جاتیں۔

۱۸۰ھ ہجری میں ایک دن لوگوں کو درس معرفت دینے میں مشغول تھیں کہ انہوں نے اپنے سامنے مسکرا کر دیکھا' سامعین' ارادت مندوں اور مشائخ کو جگہ چھوڑ دینے کیلئے کہا۔ جب سب لوگ باہر آ گئے تو حجرے کا دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔ اس طرح آپ کا وصال ہو گیا۔ آپ نے خدا کی شان میں کبھی گستاخی نہ کی۔ مخلوق خدا سے درکنار خدا سے بھی کبھی کچھ طلب نہ کیا۔

عشق وہی کچھ سکتا ہے جو عاشق بنا ہو۔ طلب انسان کو ہوش وحواس سے بیگانہ کر دیتی ہے' دل اظہار نہیں کر سکتا۔

حضرت ابو سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دل کو اس طرح سنبھالے رکھنا چاہیے جب تک اسرار کا عیاں وہ ذات پاک خود نہ کرے اور اس کے بعد جو مسرت اور سکون حاصل ہوتا ہے وہی حقیقی ہوتا ہے اور یہ صرف حضرت رابعہ بصری کے نصیب میں تھا

marfat.com

وفات کے وقت آپ نے مجلس میں حاضر مشائخین سے فرمایا کہ آپ حضرات یہاں سے ہٹ کر ملائکہ کے لئے جگہ چھوڑ دیں چنانچہ سب باہر نکل آئے اور دروازہ بند کر دیا۔اس کے بعد اندر سے یہ آواز سنائی دی کہ اے مطمئن نفس اپنے مولا کی جانب لوٹ چل۔اور جب اندر سے آواز آنی بند ہوگئی تو لوگوں نے جب اندر جا کر دیکھا تو روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔مشائخین کا قول ہے کہ حضرت رابعہ نے خدا کی شان میں کبھی کچھ گستاخی نہیں کی۔مخلوق سے طلب کرنا تو درکنارا اپنے مالک حقیقی سے کبھی کچھ نہیں مانگا اور انوکھی شان کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوگئیں۔(انا للہ وانا الیہ راجعون)

کسی نے حضرت رابعہ بصری کو خواب میں دیکھا اور دریافت فرمایا کہ منکر نکیر کے ساتھ کیسا معاملہ رہا؟ جواب دیا کہ نکیرین نے مجھ سے سوال کیا کہ تیرا رب کون ہے؟ تو میں نے کہا کہ واپس جا کر اللہ سے عرض کر دو کہ جب تو نے پوری مخلوق کے خیال کے باوجود ایک ناسمجھ عورت کو کبھی فراموش نہیں کیا تو وہ پھر وہ تجھے کیسے بھول سکتی ہے اور جب دنیا میں تیرے سوا اس کا کسی سے تعلق نہ تھا تو پھر ملائکہ کے ذریعے جواب طلبی کے کیا معنی؟

نوٹ: یہ مضمون ڈاکٹر ظہور الحسن شارب کی مشہور کتاب تذکرہ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا سے مرتب کیا گیا ہے۔

marfat.com

صحابیٔ رسول

حضرت ضرار بن ازور اور آپ کی مجاہدہ بہن

خلیفۂ دوم سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ ہے۔ مسلمانوں کو ان کا عظیم جہانبانی اور کشور کشائی کا جذبہ حدود عرب سے نکال کر روما و ایران کی حدود میں داخل کر چکا ہے۔ اسلامی افواج کے سپہ سالار حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ ہیں اور اس وقت دمشق کا محاصرہ کیے ہوئے ہیں۔ دمشق میں موجود فوج نے کھلے بندوں لڑنے کے بجائے مصلحت اسی میں دیکھی کہ قلعہ بند ہو جائے کیونکہ ایک تو اس کی تعداد کم تھی اور دوسرے انہیں قیصر روم کی طرف سے جلد از جلد کمک کی توقع تھی کیونکہ وہ اُسے پوری صورتحال سے آگاہ کر چکے تھے اور قیصر روم کا ایک نامہ بر قیصر کی طرف سے یہ پیغام لے کر ان تک پہنچ چکا تھا کہ حوصلہ رکھو جلد ہی کمک پہنچنے والی ہے۔ چنانچہ محصورین ہر روز کمک کا انتظار کیا کرتے تھے۔ حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ نے محاصرہ میں بڑی شدت برتی تھی اس لئے محصورین بھی تنگ آ چکے تھے۔ کمک کا انتظار کرتے انہیں کئی روز گذر چکے تھے۔ تنگ آ کر انہوں نے آج یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اگر شام تک کمک نہ پہنچی تو وہ صبح چند مناسب شرائط پر قلعہ مسلمانوں کے حوالے کر دیں گے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی اُن کی حالت بھانپ چکے تھے۔

.........O.........

ابھی چاشت کا وقت ہوگا کہ اچانک حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ محصورین قلعہ کی فصیل پر جمع خوشی سے نعرے لگا رہے ہیں اور تالیاں بجا رہے ہیں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کیونکہ انہیں تو امید تھی کہ قلعہ آج یا

marfat.com

کل ان کے حوالے ہونے والا ہے کیونکہ رومی بہت تنگ آ چکے ہیں پھر خوشی کیسی؟ اتنے میں کچھ کاشتکار ایک طرف سے بھاگتے ہوئے آئے اور جب ان سے پریشانی کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے بتایا کہ ایک بہت بڑی رومی فوج "بیت میاہ" کے قریب پہنچ چکی ہے اور جلد ہی یہاں آنے والی ہے۔ حضرت خالد سمجھ گئے کہ قلعہ بند کس بناء پر خوشیاں منا رہے ہیں۔ آپ کی خواہش تھی کہ کمک ایک دو روز تک نہ پہنچنے پائے' ورنہ سارے کئے کرائے پر پانی پھر جائے گا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مشورہ کیلئے سرداروں کی ایک میٹنگ بلائی اور پھر ان سے دریافت کیا کہ کون اپنے آپ کو اس مہم کیلئے پیش کرتا ہے۔ ابھی باقی سوچ ہی رہے تھے کہ حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ میں اپنے آپ کو پیش کرتا ہوں۔ چنانچہ حضرت خالد نے اسی وقت پانچ چھ سو سواروں کا ایک دستہ ان کی کمان میں دے کر انہیں رومی فوج کو روکنے کیلئے "بیت میاہ" کی طرف روانہ کر دیا۔

جب یہ مختصر سا دستہ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کی قیادت میں "بیت میاہ" کے مقام پر پہنچا تو ایک بہت بڑے رومی لشکر کو مقابلہ کیلئے تیار پایا' مسلمانوں کو امید نہیں تھی کہ رومی اتنا بڑا لشکر لے آئیں گے۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کے ہمراہیوں نے انہیں مشورہ دیا کہ ہمیں واپس چلنا چاہیئے کیونکہ اتنے بڑے لشکر کے ساتھ مقابلہ کرنا خودکشی کے مترادف ہے۔ مگر حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے جوش سے کہا:

"مسلمان تعداد لشکر پر نہیں بلکہ اپنی قوت بازو پر بھروسہ کرتا ہے' تم میں سے جو واپس جانا چاہتا ہے چلا جائے' میں میدان جنگ سے بھاگ کر حاصل ہونے والی زندگی کے بجائے شہادت کو بہتر سمجھتا ہوں"۔

یہ دیکھ کر آپ کے ساتھیوں نے کہا "ہم آپ کے ساتھ ہیں"۔ حضرت ضرار

marfat.com

رضی اللہ عنہ نے فوراً رومی لشکر پر حملہ کر دیا۔ رومی سپہ سالار وردان اس مختصر سے رسالے کو دیکھ کر مسکرایا اور اس نے فوج سے کہا چند سر پھرے عرب جان بوجھ کر جال میں پھنس چکے ہیں ہاں دیکھنا کوئی بچ کر نہ جانے پائے"۔

رومی فوج نے ان مجاہدین کو گھیرے میں لینے کی کوشش کی مگر یہ چند سر پھرے ان کی صفوں کو درہم برہم کر چکے تھے۔ مسلمانوں کی تلواریں اپنی کاٹ دکھا رہی تھیں' ان کے نیزے رومی جوانوں کو عدم کا راستہ دکھا رہے تھے۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کے دل میں شوق شہادت تھا' بپھرے ہوئے شیر کی طرح بڑھ بڑھ کر رومیوں پر حملے کر رہے تھے۔ گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار تھے' بڑھتے بڑھتے وردان تک جا پہنچے' وردان کے بیٹے حمران نے آپ پر حملہ کیا مگر انہوں نے وار بچا کر اپنا نیزہ اس کے سینے میں گھونپ دیا وہ وہیں تڑپ کر رہ گیا۔ وردان یہ دیکھ کر بھاگ نکلا' حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے اس کا تعاقب کیا اور اسی تعاقب میں دشمنوں کے درمیان گھر گئے۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے گھیرا توڑنے کی کوشش کی اور ایک شخص کو نیزہ مارا مگر جب کھینچا تو ہاتھ میں صرف پھل رہ گیا اب یہ بالکل نہتے تھے۔ وردان کے اشارے سے ان کو فوراً گرفتار کر لیا گیا۔

o

اُس زمانہ میں دستور تھا کہ اسلامی افواج کے ساتھ عورتیں بھی جایا کرتی تھیں تا کہ اگر مسلمان بھاگ نکلیں تو یہ ان کو غیرت دلائیں۔ اس کے علاوہ یہ مجاہدین کو پانی پلانے اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے کا کام بھی کیا کرتی تھیں۔ چنانچہ اس جنگ میں بھی مسلمانوں کے ہمراہ عورتیں آئی تھیں' ان عورتوں میں ایک حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کی بہن "خولہ بنت ازور" بھی تھیں۔ جب حضرت ضرار رضی اللہ عنہ مختصر سے رسالہ کے ساتھ رومی لشکر کو روکنے کیلئے "بیت میاہ" کی طرف گئے تھے تو ان کو مطلق خبر نہیں تھی

marfat.com

۔چنانچہ یہ اپنے خیمے کے اندر بیٹھی تھیں کہ ایک عورت نے کہا" خولہ!" کچھ خبر بھی ہے؟"

خولہ حیران ہوکراس کی طرف دیکھنے لگیں "کیسی خبر"؟

تمہارا بھائی رومیوں کے ہاتھوں گرفتار ہو چکا ہے"۔خولہ یہ سنتے ہی بے قرار ہو گئیں۔مردانہ لباس پہنا' ہتھیار سجائے اور ابھی باہر نکلنے ہی والی تھیں کہ ایک عورت نے کہا" خولہ! ہوش کی دوا کرو تم اتنے بڑے لشکر کا مقابلہ کیا کرو گی؟"خولہ نے غصے سے جواب دیا:

"میری جان ایک مجاہد اور بہادر بھائی کی جان سے قیمتی نہیں ہے"۔

اتنے میں ایک اور عورت اندر داخل ہوئی اور کہنے لگی "خولہ! فکر نہ کرو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو خبر مل چکی ہے اور انہوں نے حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کو چھڑوانے کیلئے حضرت رافع رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک اور دستہ روانہ کر دیا ہے" مگر حضرت خولہ نے اس کی طرف توجہ نہ دی اور یہ کہتی ہوئی باہر نکل گئیں کہ "یہ نہیں ہوسکتا کہ بھائی دشمنوں کی قید میں ہو اور بہن آرام سے بیٹھی رہے"۔

............o............

جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ گرفتار ہو چکے ہیں تو انہوں نے حضرت رافع رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک اور دستہ انہیں رہا کرانے کے لئے میدان جنگ کی طرف روانہ کر دیا۔مگر جب معلوم ہوا کہ یہ بھی رومی لشکر سے نبرد آزما ہونے کیلئے ناکافی ہے تو خود بھی تھوڑی سی فوج کو قلعہ کے پاس چھوڑ کر باقی فوج کو لے کر میدان جنگ کی طرف چلے گئے تاکہ رومی لشکر سے مقابلہ ہو سکے۔ جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ جا رہے تھے تو ان کو راستہ میں ایک سوار گھوڑا سرپٹ دوڑتا ہوا میدان جنگ کی طرف جاتا ہوا ملا۔انہوں نے اس سوار کو روکنے کی کوشش کی تاکہ لشکر

marfat.com

کے ساتھ رہے مگر ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ ان سے بے خبر ہو۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو اس سوار کا تعاقب کرنے کو بھیجا مگر وہ اس کی صرف گرد ہی پا سکا۔ جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ میدان جنگ کے قریب پہنچے تو وہ سوار لڑتا ہوا دکھائی دیا۔ وہ اس بہادری سے لڑ رہا تھا کہ حضرت خالد جیسے بہادر کے منہ سے داد و تحسین کے الفاظ نکل رہے تھے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت رافع رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔ کیا تم جانتے ہو کہ وہ سوار کون ہے؟

حضرت رافع نے جواب دیا" خدا کی قسم آپ کے سوال کرنے سے قبل میں بھی یہی سمجھے ہوئے تھا کہ آپ ہیں"۔

وہ سوار کچھ اس طرح حملے کر رہا تھا جیسے باز شکار پر جھپٹ رہا ہو۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ حیرت و استعجاب سے اسے دیکھ رہے تھے اور ابھی تک نہیں سمجھ پاتے تھے کہ وہ سوار کون ہے؟ اسلامی اور رومی لشکر گتھم گتھا ہو رہے تھے۔ لڑتے لڑتے کافی وقت گزر گیا مگر حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کا کچھ پتہ نہ ملا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس سوار کے تعاقب کی ٹھانی اور اس کے پیچھے گھس گئے؛ جس سمت وہ سوار جاتا یہ بھی اسی طرف جاتے۔ وہ سوار میمنہ، میسرہ قلب غرضیکہ تمام لشکر میں پھرا کئی رومی اس کا نشانہ بنے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی اس کے پیچھے پیچھے چلتے رہے جب وہ سوار خون میں نہایا ہوا باہر نکلا تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی باہر نکل آئے اور اس کا گھوڑا روک کر پوچھا...... تم کون ہو؟

"میں"...... ایک کمزور سی آواز سنائی دی اور دوسرے ہی لمحہ اس سوار نے اپنی ٹوپی اُتار دی اور اس کے لمبے لمبے بال شانوں پر بکھر گئے۔ تم؟

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حیرانی سے کہا:

جی ہاں...... میں ہوں خولہ بنت ازور

marfat.com

"کہو بھائی کا پتہ چلا" حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا؟

"مجھے افسوس ہے میں نے تمام لشکر چھان مارا مگر بھائی کا کچھ پتہ نہ چلا۔ میرا خیال ہے وہ لشکر میں نہیں ہیں"۔

............o............

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے خولہ کو تسلی دے کر پیچھے بھیج دیا اور چند سپاہیوں کو اشارہ کیا کہ کسی رومی سپاہی کو زندہ گرفتار کر لائیں' تھوڑی دیر بعد مسلمان سپاہی دو رومی سپاہیوں کو گرفتار کر لائے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے دریافت کی "بتاؤ ضرار کہاں ہیں؟

قیدیوں نے بتانے سے تامل کیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا "میں تمہیں پانچ منٹ دیتا ہوں اگر تم نے سچ بتا دیا تو تمہیں چھوڑ دیا جائے گا اور اگر تم نے بتانے سے انکار کیا تو تمہیں قتل کر دیا جائے گا۔

یہ دھمکی سن کر انہوں نے کچھ دیر سوچا اور پھر کہا:

"ہم بتا سکتے ہیں؟" "بتاؤ ضرار کہاں ہیں؟" حضرت خالد نے پوچھا۔

انہوں نے کہا "دروان نے انہیں گرفتار کر کے دو سو سواروں کے ہمراہ ہرقل کے دربار میں روانہ کر دیا ہے"۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا "یہ بتاؤ اگر ہم ان سے راستہ میں ٹکرانا چاہیں تو کس جگہ تصادم ہو سکتا ہے"۔

اُنہوں نے کہا "وہ رات کے پچھلے پہر سلیمنا کے مقام تک پہنچیں گے۔ اگر آپ کے ساتھی وہاں جا کر پہلے ہی چھپ رہیں تو چھڑا سکتے ہیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فوراً دو سو سواروں کا ایک دستہ منتخب کیا اور حضرت رافع رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں انہیں سلمینا کی طرف بھیج دیا اور تاکید کی کہ وہاں تیزی

marfat.com

سے پہنچ کر چھپ رہیں اور جونہی رومی دستہ وہاں پہنچے اس پر حملہ کر کے ضرار رضی اللہ عنہ کو رہا کروالیں اور ساتھ ہی قیدیوں کو بھی روانہ کر دیا کہ راہنمائی کر سکیں۔ اس مختصر سے دستہ کے ساتھ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔

حضرت رافع رضی اللہ عنہ ساتھیوں سمیت "مسلمینا" کی کھائیوں میں چھپے ہوئے رومی دستہ کے پہنچنے کا انتظار کر رہے تھے۔ حضرت خولہ رضی اللہ عنہ بہت بے قرار تھیں وہ بار بار ٹیلہ سے نکل کر دیکھتیں مگر کچھ دکھائی نہ دیتا۔ ان کے دل میں رہ رہ کر یہ خیال آتا کہ کہیں قافلہ گزر ہی نہ چکا ہو یا کہیں قیدیوں نے مقام ہی غلط بتایا ہو۔ حضرت رافع رضی اللہ عنہ انہیں بار بار تسلی دیتے۔

رات کے پچھلے پہر اونٹوں کی گھنٹوں کے بجنے کی آوازیں آنے لگیں جس سے معلوم ہوتا تھا کہ کوئی قافلہ آ رہا ہے۔ حضرت رافع رضی اللہ عنہ نے سب کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور تیار رہنے کو کہا۔ آہستہ آہستہ گھنٹیوں کے بجنے کی آواز قریب آتی گئی۔ پھر ایک آدمی کی آواز سنائی دینے لگی جو بڑے دردناک انداز میں عربی کے اشعار پڑھ رہا تھا' جن کا ترجمہ کچھ یوں تھا:

"اے ہواؤ...... میرا پیغام قافلہ سالار تک پہنچا دو' اس بدنصیب مسافر کا پیغام جو منزل تک پہنچنے سے قبل ہی شکار ہو گیا ہو۔ ہوا ساکن ہے' اونٹوں کی گھنٹیوں سے صرف میرے نالہ کی صدا ہی بلند ہو رہی ہے۔ حدی خوانوں کی آواز میں بھی میرا نالہ ہے۔ میری بہن جانتی ہے میں شیر ہوں۔ جس نے ہمیشہ اپنی ماں کے دودھ کی لاج رکھی ہے"۔

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے فوراً اپنے بھائی کی آواز پہچان لی اور زور سے پکاریں "بھائی" حضرت رافع رضی اللہ عنہ نے انہیں کچھ دیر رُکنے کا اشارہ کیا مگر ان میں یارائے ضبط نہ رہا۔ فوراً تلوار سونت کر یہ کہتی ہوئی باہر نکل آئیں۔

marfat.com

''بھائی...... خولہ آ پہنچی اب تم دیکھو گے کہ ان ظالموں میں سے ایک بھی بچ کر نہ جائے گا''۔

یہ دیکھ کر حضرت رافع رضی اللہ عنہ نے بھی باقی سپاہیوں کو اشارہ کیا اور خود بھی باہر نکل کر رومیوں پر پل پڑے۔ رومی اس غیر متوقع حملہ کیلئے تیار نہ تھے۔ حضرت خولہ بڑھ چڑھ کر حملے کر رہی ہیں۔ رومیوں نے کچھ دیر مقابلہ کیا اور پھر ہتھیار ڈال دیئے۔ حضرت رافع رضی اللہ عنہ نے ان کو گرفتار کرنے کو کہا۔ حضرت خولہ بجلی کی سی تیزی کے ساتھ بھائی تک پہنچیں رسیاں کاٹ ڈالیں اور بچھڑے ہوئے بہن بھائی گلے مل گئے۔ پھر یہ سب اسلامی لشکر کی طرف واپس چلے ابھی تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ سامنے سے غبار اڑتا ہوا نظر آیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد غبار کا پردہ چاک ہوا تو معلوم ہوا کہ رومی لشکر مسلمانوں کے ہاتھوں شکست کھا کر راہ فرار اختیار کر چکا ہے۔

............O............

حضرت رافع رضی اللہ عنہ نے کہا ہمیں چھپ جانا چاہیئے تا کہ یہ لشکر گزر جائے ورنہ لڑائی کی صورت میں ہماری تعداد کم ہے۔ مگر ضرار رضی اللہ عنہ نے کہا ''خدا کی قسم شکار ہاتھ آ جائے اور شکاری تغافل برتے ...... ایسا نہیں ہو سکتا''۔ باقی ساتھیوں نے بھی حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیا اور آگے بڑھ کر لشکر کو روک دیا۔ تھوڑی ہی دیر میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی رومیوں کا تعاقب کرتے ہوئے وہاں تک آ پہنچے۔ اب رومی لشکر گھر چکا تھا۔ دو طرف اونچے اونچے ٹیلے تھے۔ تیسری طرف ضرار رضی اللہ عنہ جیسے جانباز تھے اور چوتھی طرف حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی تلوار۔ خون کی ندیاں بہادی گئیں۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کی تلوار بجلی کی طرح چمک کر رومیوں سے اپنی گرفتاری کا انتقام لے رہی تھی۔ دوپہر تک لڑائی ہوتی رہی۔ آخر رومی لشکر نے ہتھیار ڈال دیئے۔

marfat.com

سید الطائفہ

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت جنید بغدادی تاریخ تصوف کا روشن ترین باب ہیں۔ آپ سلطان الاولیاء تھے' امام الاصفیا تھے' رہنمائے اصحاب طریقت تھے' دل و جان کا اعزاز تھے۔ آپ نے لاکھوں گمراہوں کو راہ ہدایت پر گامزن کیا۔ آپ نے ظلمت و ادبار کے اندھیروں میں ٹھوکریں کھانے والوں کو ایک خدا کا پرستار بنا دیا۔ سیدنا جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو "سید الطائفہ" کہتے ہیں کہ آپ کی چشم کرم نے زمانے کا مقدر بدل دیا۔ آپ کے مواعظ کی تاثیر سے امیر و غریب یکساں فیضیاب ہوتے تھے۔ آپ نے پیغام حق کو پھیلانے میں کسی صاحب تخت و تاج کی پرواہ نہیں کی' بلکہ آپ سمجھتے تھے کہ سب سے بڑا جہاد یہی ہے کہ جابر حکمرانوں کے سامنے کلمہ حق کہہ کر انہیں صراط مستقیم پر چلنے کا راستہ بتایا جائے۔ آپ اس حقیقت کی تفسیر تھے کہ:

ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

زیر نظر مضمون میں آپ کے کردار کی عظمت اور آواز کی تاثیر کا ایک پہلو بیان کیا جا رہا ہے تا کہ اندازہ ہو سکے کہ بندگان خدا کا فیض عالمگیر کس طرح دلوں کو ایمان کی روشنی سے ہمکنار کرتا ہے۔

..........O..........

رات اپنی تاریکیوں سمیت آہستہ آہستہ خوبصورت ہو رہی تھی' ستارے ماند پڑ چکے تھے۔ اسے صاف فضا میں سانس لیتے ہوئے کافی مدت ہو چکی تھی۔ کل وہ جیل سے دس برس کی سزا کاٹ کر رہا ہوا تھا۔ اس شہر کے گلی کوچے اسے مانوس دکھائی دے رہے تھے۔ اس نے اپنی عمر کا معقول حصہ اسی شہر میں گذارا تھا۔ اگرچہ کئی قسم کی تبدیلیاں رونما

marfat.com

ہو چکی تھیں اور ان دس سالوں میں کئی قسم کے تغیر و تبدل اپنی حشر سامانیوں کا دامن پھیلا چکے تھے مگر پھر بھی اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ یہاں کے ذرے ذرے سے آشنا ہو۔ نئی عمارتوں میں اسے مانوسیت جھلکتی دکھائی دے رہی تھی' اس نے اپنے آپ پر نگاہ دوڑائی' داڑھی بڑھ چکی تھی' سر کے بال اُلجھے ہوئے تھے' جسم پر لباس نہیں چیتھڑے تھے۔ ان باتوں سے قطع تعلق کر کے جب اس نے پیٹ کے تنور میں جھانکا تو اس کے چہرے پر مایوسی اور غم کی ایک لہر دوڑ گئی۔ وہ آٹھ پہر سے بھوکا تھا' اسے کہیں سے بھی کھانا نہیں دستیاب ہو سکا تھا۔ اب اس کے سامنے سب سے پہلا اور بڑا سوال یہ تھا کہ پیٹ کو کیونکر بھرے' پھر اس کی مٹھیاں بھنچ گئیں' اس کا چہرہ تن گیا' اس کی آنکھوں سے شعلے لپکنے لگے' جسم میں بجلی سی دوڑ گئی۔ وہ بڑبڑایا۔

''دُنیا میں روٹی صرف جرم سے حاصل ہو سکتی ہے میں بھوکا نہیں مروں گا''۔

اس کی یہ بڑبڑاہٹ اتنی شدید تھی کہ وہ خود ہی چونک پڑا۔ کسی نے سن تو نہیں لیا' وہ شہر کے بیرونی حصے کی طرف تھا اور جس گلی سے گذر رہا تھا' وہاں سناٹا طاری تھا۔ ایک خطرناک عزم کے ساتھ وہ آگے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ معاً اس کی نظر اپنے کٹے ہوئے ہاتھ پر پڑی' اسے اپنی مجبوری کا احساس ہوا اور اس کی بھنچی ہوئی مٹھیاں کھل گئیں۔ ساتھ ہی مؤذن نے پکارا ''اللہ اکبر' اللہ اکبر'' اس نے محسوس کیا کہ لوگ تو بیدار ہونے لگے ہیں اور وہ دن کے اُجالے میں اپنے خطرناک عزائم کو عملی جامہ نہیں پہنا سکے گا۔ اس کا کٹا ہوا ہاتھ' پھٹا ہوا لباس اور وحشیانہ سراپا اور مجرموں سی ہیئت' لوگ لازمی طور پر اس کی طرف متوجہ ہو جائیں گے اور اس کی معمولی سی حرکت کو بھی کسی عظیم جرم پر محمول کیا جائے گا اور پھر وہ گرفتار ہو جائے گا جیل کا خیال آتے ہی اس کے دل میں نفرت کے جذبات اُبھر آئے۔ اب وہ شہر کی آخری عمارت کے قریب سے گذر رہا تھا۔ کیوں نہ وہ چھپ

marfat.com

رہے اور پھر رات کو مقصد براری کیلئے نکلے' ذہن کی اس تجویز پر جسم نے اظہار خوشنودی کیا اور ہولے ہولے چلتا ہوا شہر کے باہر ایک سمت ہولیا۔

.................o.................

یہ ابن ساباط تھا...... بغداد کا شیطان ...... مشہور و معروف ڈاکو' تاریخی قاتل' اب کے پندرہ سال کی سزا بھگت کر جیل سے رہا ہوا تھا۔ سزا تو بیس سال کی تھی مگر خلیفہ کے گھر ولی عہد کی پیدائش کی خوشی میں اس کی سزا پانچ سال کم کر دی گئی تھی۔ اس کے آباؤ اجداد رباط کے رہنے والے تھے' بچپن میں ہی اس کی ماں مر گئی' مالی پریشانیوں کے ہاتھوں مجبور ہو کر باپ نے اسے ساتھ لیا اور ایک قافلے کے ساتھ ہولیا جو بغداد جا رہا تھا۔ اس کا باپ راستہ کے گرم و سرد کو برداشت نہ کر سکا اور ابھی جبکہ نصف منزل باقی تھی تو اس نے داعی اجل کو لبیک کیا۔

ابن ساباط کی عمر اس وقت پانچ سال کی تھی؛ جب قافلہ والے اس کے باپ کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہوئے تو ان کی نظر روتے بلکتے اور ایڑیاں رگڑتے ہوئے بچے پر پڑی۔ ایک امیر شخص نے اسے اٹھالیا اور اپنا بیٹا بنا کر بغداد لے آیا۔ ماحول ہر انسان کا استاد ہے۔ ابن ساباط کو گھر میں کوئی تکلیف نہ ہونے پائی مگر اس کی دوستی برے لڑکوں سے ہوگئی۔ اس برے ماحول سے اس نے بھی اثر قبول کیا اور چھوٹی چھوٹی چیزیں چرانا شروع کر دیں۔ چونکہ اسے پالنے والوں کی کوئی اولاد نرینہ نہ تھی لہٰذا وہ اسے معمولی سرزنش کر کے چھوڑ دیا کرتے تھے۔ اس پر وہ اور دلیر ہوا اور اس کا مجرمانہ ہاتھ بڑی بڑی چیزوں تک پہنچنے لگا ایک بار وہ پکڑا گیا مگر کوتوال شہر نے اسے رحم کھا کر پندرہ کوڑے لگا کر چھوڑ دیا۔

اس سزا کے بعد اس کے دل سے سزا اور قانون کا ڈر جاتا رہا۔ اب اس نے خود ہی گھر کو چھوڑ دیا تھا۔ چوری میں اسے نرالی ہی لذت نظر آئی تھی۔ اب یہ کوئی بچہ نہیں

marfat.com

تھا' بلکہ تندرست و توانا نوجوان تھا۔ ایک گھر میں چوری کرنے پر اسے پانچ سال کی سزائے قید ہوئی۔ جیل میں اس کی بڑے بڑے عادی مجرموں سے ملاقات ہوئی اور بجائے تائب ہونے کے اس کے دل سے رہا سہا خوف بھی رخصت ہو گیا۔ جس وقت وہ رہا ہوا تو جرم و گناہ کا ایک اور ہی تصور لئے ہوئے تھا۔ اب اس نے گروہ بنا لیا اور اس کے وہ ہمجولی جو بچپن میں اس کے دوست تھے اور جنہوں نے اسے غلط راہ دکھائی تھی' اب اس کے ساتھ ہی جوانی کے حدود کو چھو کر اس کے بہترین رفیق بن چکے تھے۔ اس گروہ کا سرغنہ و سردار بھی تھا۔ اس گروہ نے دنیائے جرم کی میں نئی ظالمانہ روایات کو جنم دیا تھا۔

............O............

شرافت' محبت اور نیکی و خلوص کی ان کے نزدیک کوئی وقعت نہ تھی۔ ان کے نزدیک شرافت سے رہنا خود کو بھوکوں مارنا تھا۔ گو یہ راستہ دشوار اور خار دار تھا مگر وہ انجام سے بے پرواہ تھے۔ وہ سماج کی ہر سفید پوشی سے قطع تعلق کر کے سماج کی ہر نعمت سے بہرہ اندوز ہو سکتے تھے۔ قانون ان کی نظر میں بے کار سا کھلونا تھا۔ جب گروہ کا کوئی آدمی گرفتار ہو جاتا تو سیم و زر کی چمک دمک اسے جیل کی کال کوٹھڑی سے بھی نکال لاتی۔

ایک روز انہوں نے ایک بہت بڑی جگہ ڈاکہ ڈالا۔ عین وقت پر پولیس آ پہنچی' باقی تو فرار ہو گئے مگر ابن ساباط گرفتار ہو گیا۔ اس نے پولیس سے کہا کہ اسے سزا موت نہ دی جائے تو وہ باقی ساتھیوں کا پتہ بتا سکتا ہے۔ پولیس مان گئی' باقی ساتھی اس کے بتلائے ہوئے ٹھکانوں سے گرفتار کر لئے گئے اور اس کا ہاتھ کاٹ کر اسے چھوڑ دیا گیا۔ گو یہ دائیں ہاتھ کے کٹ جانے کی وجہ سے معاشرہ کی نظروں میں بیکار ہو گیا تھا مگر اس نے ایک ہاتھ سے دونوں ہاتھوں کا کام لیا اور اس طرح کہ اس کے دل سے رحم کی آخری رمق بھی دور ہو گئی' ضمیر جھنجھوڑ جھنجوڑ کر مردہ ہو گیا۔ اب اس نے گروہ بنانے کے بجائے

marfat.com

اکیلے ہی کام شروع کر دیا تھا۔ اب وہ وحشت و بربریت کی تصویر تھا' کسی کی عزت کی قیمت اس کی نظروں میں دو کوڑی بھی نہ تھی۔ اس نے ڈاکے ڈالے اور ظلم و ستم کا وہ طوفان بپا کیا کہ بغداد کی سرزمین میں ہاتھ کٹے شیطان کے نام سے مشہور ہو گیا۔ آخر ایک دن پھر گرفتار ہو گیا۔ اب اس کے خلاف ایک نہیں بلکہ بیسوں مقدمات تھے' یہ چور تھا' ڈاکو تھا' قاتل تھا' معاشرے کا مجرم تھا' قانون کا ملزم تھا۔ نتیجتاً اسے بیس سال کی قید با مشقت کا حکم سنایا گیا اور یہ خوش قسمتی سے پانچ سال پہلے ہی مجرمانہ زندگی کا اعادہ کرنے کیلئے جیل سے رہا کر دیا گیا۔

.................O.................

دن کا اُجالا رخصت ہو چکا تھا۔ رات نے دن بھر کی حشر سامانیاں اور ہنگاموں کو اپنے سیاہ دامن میں سمیٹ لیا تھا اور ہر نشیب و فراز اور پست و بالا پر اپنے دامن کو پھیلا دیا تھا۔ تاریکی بڑھتے ہی ابن ساباط اس جگہ سے چل کر بغداد کی طرف آیا' جہاں وہ صبح چلا گیا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا شہر کے قریب آیا اب اُس کے دل میں خطرناک عزائم انگڑائیاں لے رہے تھے۔ شہر کے قریب پہنچ کر وہ بے ساختہ ایک گلی میں مڑ گیا۔ تھوڑا سا آگے جا کر اسے ایک شاندار مکان دکھائی دیا۔ وہ چند ثانیے اس مکان کے دروازے پر کھڑا فیصلہ کرتا رہا کہ اس کے اندر جائے یا نہ جائے' پھر اس نے دروازے پر ہاتھ رکھ کر تھوڑا سا زور لگایا' دروازہ کھل گیا۔ ذرا کی ذرا اس نے پیچھے مڑ کی گلی میں دیکھا کہ کوئی گذر تو نہیں رہا مگر اسے گلی میں کوئی بھی دکھائی نہ دیا اور وہ اپنے خطرناک عزائم کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کیلئے صحن میں داخل ہو گیا' مکان وسیع تھا' وہ صحن کو عبور کرتا ہوا آگے بڑھا۔ کمروں کی ایک رو کچھ دور تک چلی گئی تھی' بڑے کمرے میں اسے چراغ جلتا ہوا محسوس ہوا کیونکہ اس کی روشنی چھن چھن کر دروازے سے باہر آ رہی تھی۔ اس نے قریب

marfat.com

جا کر دروازے سے اندر جھانکا' اندر کوئی بھی نہیں تھا۔ ہاتھ لگانے سے دروازہ فوراً کھل گیا تو اندر داخل ہوا۔

اور پھر کمرے کا جائزہ لیا۔ اسے کمرے کے ایک طرف کپڑوں کے بہت سے تھان پڑے دکھائی دیئے۔ مالک مکان یقیناً کوئی بہت بڑا کپڑوں کا تاجر تھا کیونکہ یہ سارے تھان ریشمی اور قیمتی کپڑوں کے تھے۔ اس کا چہرہ مسرت سے کھل اٹھا کیونکہ پہلے ہی روز قسمت نے یاوری کی تھی مگر پھر اپنے کٹے ہوئے ہاتھ پر نظر پڑتے ہی اس کی ساری خوشی کافور ہو گئی' اس کا ایک ہاتھ بیکار تھا۔ مال بھی وافر اور قیمتی ہاتھ لگا تھا مگر سب سے بڑا مسئلہ اس بوجھ کو باندھنے کا تھا۔ اس نے ایک پورے تھان کو کھول ڈالا اور باقی اچھے اچھے تھان اس میں رکھنے شروع کیے۔ کافی بوجھ رکھ کر اس نے باندھنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا وہ مایوس ہوتا جا رہا تھا' کنوئیں پر پہنچ کر بھی وہ پیاسا ہی رہا تھا۔ امید کا چراغ ناامیدی کے جھکڑوں سے ٹمٹما رہا تھا۔ "میں کیا کروں" وہ سوچ ہی رہا تھا کہ کھڑاک کی ہلکی سی آواز کے ساتھ دروازہ کھلا' اس نے فوراً ہی پیچھے پلٹ کر دیکھا کیونکہ دروازہ کی طرف اس کی پیٹھ تھی اور ہوشیار ہو کر کھڑا ہو گیا۔ اندر داخل ہونے والا ایک سفید ریش ضعیف آدمی تھا' سر پر بھاری عمامہ تھا۔ ابن ساباط نے تھوڑی دیر بوڑھے کی طرف خاموش ہو کر گھورنے پر اکتفا کیا۔ اس بوڑھے میں اسے کوئی خاص بات دکھائی دی مگر جلد ہی شیطنت اس جذبے پر غالب آ گئی اور اس نے اسے بھی اپنی طرح کوئی چور ہی سمجھ لیا۔ یہ سوچتے ہوئے کہ کہیں یہ حصہ دار نہ بن جائے اس نے آگے بڑھ کر بوڑھے کا ہاتھ پکڑا اور سختی سے دباتے ہوئے کہا" خبردار جو کوئی حرکت کی تو......"

"مطمئن رہو اجنبی...... اس کے جواب میں بوڑھے نے آہستہ سے کہا۔ میں وہ نہیں ہوں جو تم سمجھ رہے ہو"۔

marfat.com

"تم جو کوئی بھی ہو مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں مگر تم کسی چیز کو بھی ہاتھ نہیں لگاؤ گے" ابن ساباط نے اسی لہجے میں کہا"۔

بوڑھے نے اپنا ہاتھ اس کے کندھے پر رکھ کر نرم لہجے میں کہا" فکر نہ کرو اجنبی! تم یہاں محفوظ ہو ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں"۔ بوڑھے کے اس جواب کو بھی ابن ساباط نے فریبی ہتھکنڈے پر محمول کیا اور اس کا ہاتھ پرے جھٹک دیا۔

"تم یہیں ٹھہرو میں ابھی آتا ہوں"۔ بوڑھا یہ کہہ کر دروازے کی طرف بڑھا اور قبل اس کے کہ ابن ساباط اسے پکڑتا یا باز رکھتا' وہ کمرے سے باہر نکل چکا تھا۔ ابن ساباط کسی آنے والے خطرہ کا احساس کر کے ہوشیار ہو گیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد وہ بوڑھا پھر نمودار ہوا۔ اب اس کے ہاتھ میں ایک بڑا سا دودھ بھرا پیالہ تھا۔ بوڑھے نے وہ پیالہ اسے پیش کرتے ہوئے کہا:

"میرا خیال ہے تم بھوکے بھی ہو' مجھے افسوس ہے کہ جلدی میں صرف دودھ ہی مل سکا"۔ ابن ساباط اس پر چونک سا گیا کہ یہ دودھ کہاں سے لے آیا' کہیں یہ اس گھر کا مالک تو نہیں' مگر اس نے خود ہی اس کی تردید کر دی کہ اگر وہ مالک مکان ہوتا تو کمرے سے باہر جا کر اکیلا واپس کیوں آتا۔ اسے تو ساتھ محلے داروں کو لے کر آنا چاہیئے۔

یہ بوڑھا یقیناً چور ہے' مجھ سے پہلے آیا ہو گا' مجھے داخل ہوتے دیکھ کر چھپ گیا ہو گا اور اب اس طرح مجھے خوش کرنا چاہتا ہے...... یہ خیال آتے ہی وہ مسکرایا۔ دل میں برتری کا احساس آتے ہی اس نے بوڑھے کی طرف ناک سکوڑ کر دیکھا اور پیالہ اس طرح اس کے ہاتھ سے چھینتے ہوئے جیسے وہ اس کا غلام ہو' دودھ غٹا غٹ پی گیا۔ بوڑھے نے اس کی طرف غور سے دیکھا تو سہی مگر کوئی خاص تاثر نہ لیا بلکہ آگے بڑھ کر گٹھڑ کے کونوں کو پکڑتے ہوئے کہا" آؤ اسے مل کر باندھ لیں"

marfat.com

''مگر تم کون ہو؟'' ابن ساباط نے یہ سوچ کر کہ کہیں یہ بعد میں تکرار کرنے نہ لگ جائے اس سے کہا۔

''میں کوئی بھی ہوں تمہیں اس سے سروکار نہیں رکھنا چاہیئے میں ہر حالت میں تمہارا مددگار رہوں''۔

''ہوں' ابن ساباط نے کندھوں کو جھٹکا دے کر ہونٹوں کو سکوڑتے ہوئے کہا۔

''میرے مددگار کہاں میں اور کہاں تم...... ابن ساباط تو تم جیسوں کو چٹکیوں میں مسل سکتا ہے' جانتے ہو ابن ساباط کو۔

ابن ساباط کا نام سن کر بوڑھا چونک پڑا۔

''اچھا' تو تم ابن ساباط ہو' خیر کوئی بھی ہو' مجھے کیا غرض میں تمہیں پریشان دیکھ رہا ہوں' آؤ گٹھڑ باندھ لیں''۔

ابن ساباط نے ایک بار پھر جائزہ لیا۔ واقعی وہ بوڑھے کی امداد کا طلبگار تھا۔ بوڑھے کی یاد دہانی پر اس نے اسے گھور کر دیکھا اور پھر اس کے ساتھ مل کر گٹھڑ باندھنا شروع کر دیا۔ گٹھڑ بندھ گیا' اب وہ اسے اکیلا اٹھا نہیں سکتا تھا۔

''گھبرانے کی ضرورت نہیں' تم یہ گٹھڑ میری پیٹھ پر لاد دو' تم جہاں کہو گے میں وہیں پہنچا دوں گا''۔ بوڑھے کی پیشکش ابن ساباط کو بہت غنیمت محسوس ہوئی مگر پھر اس نے سوچا کہ کہیں یہ بوڑھا اسے فریب تو دینا نہیں چاہتا۔ تو پھر کیا ہے' یہ بھلا فریب کیا دے سکتا ہے۔ اس نے بوڑھے کی طرف دیکھا اور چہرے کو پڑھنے کی کوشش کی مگر اس کا چہرہ کسی قسم کے جذبات سے بھی عاری نظر آیا۔ یہ بھی تو چور ہے' کیا اسے اپنا ڈر نہیں ہے' اور اس نے فریب کے خیال کو دل سے نکال دیا۔

''کیا سوچ رہے ہو' اجنبی! دیر نہ کرو'' ابن ساباط نے پھر اس غیبی مددگار کی

marfat.com

طرف دیکھا۔ میں منزل پر پہنچ کر اسے بھی دو چار تھان دے دوں گا۔ اس نے اپنا ایک ہاتھ گٹھڑی کی طرف بڑھایا اور بوڑھے نے اس کی مدد سے یہ گٹھڑا اپنی پیٹھ پر لاد لیا۔ بوڑھا آگے آگے جا رہا تھا اور ابن ساباط پیچھے پیچھے چلتا ہوا اسے راستہ بتاتا جا رہا تھا۔ اب وہ گھر سے باہر نکل کر ایک گلی سے گزر رہے تھے۔ بوڑھا ایک جگہ ٹھوکر کھا کر گرتے گرتے بچا تو ابن ساباط نے غصے سے کہا:

"ہوش سے چلو، سیدھا راستہ دیکھتے جاؤ"۔

"میں تو صحیح راہ پر چل رہا ہوں" بوڑھے نے بدقت کہا "تم بھی تو صحیح راہ دیکھ کر چلو، بعض راہیں تو انسان کو بیچ ختم کر دیتی ہیں"۔

ابن ساباط کو جلدی تھی، وہ بھلا ان باتوں پر کیونکر غور کرتا، اس نے کہا:

"باتیں بنانا خوب جانتے ہو"

"ناراض نہ ہو اجنبی! میں یہ بوجھ ہر صورت تمہاری منزل پر پہنچا کر ہی دم لوں گا"۔ یہ کہہ کر بوڑھے نے اپنی رفتار پہلے کی نسبت تیز کر دی مگر شہر سے نکل کو تھوڑا سا آگے جا کر ہی اس کی ہمت نے جواب دینا شروع کر دیا۔ ایک تو بڑھاپے اور ضعف کا تقاضا تھا، دوسرا بوجھ بھی زیادہ تھا۔ آخر ایک جگہ ٹھوکر کھا کر وہ لڑکھڑایا اور گر پڑا تو ابن ساباط نے ایک ہاتھ اسے رسید کر دیا اور ساتھ ہی زبان سے مغلظات کا طوفان اُبل پڑا۔

"بس اتنے ہی برتے پر چوریاں کرتے ہو، کچھ دم خم تو ہونا چاہئے، مجھے دیکھ کر تم اپنی چوری بھول گئے تھے، میں اگر چاہتا تو وہیں تمہارا گلا گھونٹ سکتا تھا"۔

"خفا نہ ہو اجنبی" بوڑھے نے دوبارہ بوجھ کو کمر پر اٹھاتے ہوئے کہا "بوڑھا آدمی تھا گر پڑا، اب ایسی غلطی نہ ہوگی۔ بوڑھے سے چلا نہیں جاتا تھا، مگر وہ چل رہا تھا۔ جہاں ذرا بھی اس کی رفتار سست ہو جاتی یا وہ لڑکھڑانے لگتا تو ابن ساباط گالیاں بکنے لگتا۔

marfat.com

وہ بوڑھے پر اس طرح رعب جمار ہا تھا جیسے یہ اس کا پیدائشی حق ہو۔ بعض اوقات وہ دو چار ہاتھ بھی جھاڑ دیتا۔ بوڑھا کانپ رہا تھا' سانس پھولی ہوئی تھی' قدم ڈگمگائے جا رہے تھے اور اُٹھائے سے نہیں اُٹھتے تھے مگر ابن ساباط اسے آگے بڑھنے اور تیز ہونے کی تلقین کر رہا تھا۔ آخر اس کی منزل آ گئی یہ ایک چھوٹا سا مکان تھا جو کسی زمانہ میں ابن ساباط اور اس کے گروہ کا اڈا رہا تھا۔ یہاں پہنچ کر اس کے اشارے پر بوڑھے نے بوجھ کو اُتار دیا۔

ابن ساباط نے دو تین تھان گٹھڑ کھول کر نکالے اور بوڑھے کی طرف بڑھا دیئے

''لو یہ ہے تمہارا انعام!''

''نہیں تم انہیں بھی اپنے پاس ہی رکھو' مجھے افسوس ہے کہ میں اور کوئی تمہاری خدمت نہ کر سکا' تم پہنچے ہی اس وقت تھے جب میں کسی خدمت سے قاصر تھا۔ خیر میرے پاس جو کچھ بھی تھا' میں نے وہ تمہیں دینے سے گریز نہیں کیا۔ ہاں اگر میری ذات سے تمہیں کوئی تکلیف پہنچی تو معاف کر دینا' میں بوڑھا آدمی تھا''۔

بوڑھا یہ سب کچھ کہے جا رہا اور ابن ساباط حیرت سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے خاموش ہوتے ہی کہا ''تو کیا تم......!''

بوڑھے نے بات کاٹ دی۔ ہاں میں ہی مالک مکان ہوں' فکر نہ کرو' یہ تھان تمہارے ہیں اور تمہارے ہی رہیں گے' میں نے یہ خود تمہیں دیئے ہیں' ہو سکتا ہے تم مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہو گے۔ چلو خدا نے تمہاری ضرورت پوری کر دی۔ اچھا اب میں جاتا ہوں میری کوتاہیوں کو معاف کر دینا''۔

یہ کہہ کر قبل اس کے کہ ابن ساباط کچھ کہتا' بوڑھا تیزی سے واپس مڑا اور تھوڑا سا آگے جا کر رات کی تاریکی میں گم ہو گیا۔

..................O..................

marfat.com

ابن ساباط رات بھر نہیں سو پایا تھا' وہ رات بھر خیالات کی وادیوں میں بھٹکتا رہا تھا' اس کا ضمیر جسے مجرمانہ زندگی نے بے حس کر دیا تھا اب پھر بیدار ہو رہا تھا۔ اس کے دل میں ایک کشمکش سی جاری تھی' نور و ظلمت' حق و باطل' نیکی و بدی' اچھائی اور برائی کی انوکھی کشمکش' اس کا دل سلگ رہا تھا۔ بوڑھے کے طرز عمل نے ابن ساباط کو بیدار کر دیا تھا اور وہ سوچ رہا تھا کہ اس دنیا میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو اپنے ہاتھوں سے ہی اپنا مال دوسروں کے حوالے کر دیں۔ دوسروں کو مسکراتے دیکھنے کیلئے اپنے لبوں کی مسکراہٹ چھین لیں' دوسروں کو خوش و خرم دیکھنے کیلئے اپنی کائنات پر سے ہاتھ اٹھا لیں' دوسروں کی ضروریات کو اپنی حاجات پر مقدم رکھیں۔ اس کے اندر جو ار بھاٹا سا اُٹھ کھڑا ہوا تھا' پردہ اس کے سامنے سے ہٹ چکا تھا۔ گذشتہ مجرمانہ زندگی کا ایک ایک لمحہ اور ایک جزئیہ اس کی آنکھوں کے سامنے گھوم رہا تھا' اسے اپنی گذشتہ زندگی قابل نفرین دکھائی دے رہی تھی۔ گذشتہ کردار قابل مذمت معلوم ہو رہا تھا' وہ جس مقام پر تھا وہ مقام نیچے سے کھسکتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ اب اس نے بوڑھے کو تلاش کرنے کا ارادہ کر لیا تھا تا کہ اس سے معافی مانگ سکے۔ چنانچہ نور کے تڑکے ہی وہ شہر کی جانب روانہ ہو گیا۔

شہر کے قریب پہنچ کر اسے ایک بڑی سی مسجد دکھائی دی اور اس کے قدم بے اختیار مسجد کی طرف اُٹھ گئے مگر یہ کیا' اسے اپنی قوت بصارت پر دھوکا ہو رہا تھا۔ اس نے آنکھیں مل مل کر دیکھا' وہی رات والا بوڑھا اب منبر پر کھڑا تھا' اسکی حیرانی کی کوئی انتہاء نہ رہی۔ اس نے پاس بیٹھے ہوئے ایک شخص سے دریافت کیا۔

"یہ کون شخص ہے؟"

"کیا تم نہیں جانتے' باہر سے آ رہے ہو کیا؟ انہیں تو سارا علاقہ جانتا ہے' یہ قاضی القضاۃ شیخ وقت سیدنا جنید بغدادی (رحمۃ اللہ علیہ) ہیں" اس شخص نے کہا۔

"کیا کہا سیدنا جنید بغدادی' افوہ توبہ"

marfat.com

''ہاں ہاں' خاموش بیٹھو' سننے بھی دو گے یا نہیں''۔ وہ شخص یہ کہہ کر وعظ سننے میں مشغول ہو گیا۔ سیدنا جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن ساباط کو مسجد میں داخل ہوتے دیکھ لیا تھا' وہ کہہ رہے تھے:

''ہر انسان بدی کا ارتکاب کے وقت کچھ نہ کچھ شرم ضرور محسوس کرتا ہے لیکن ایک شخص گناہ کا ارتکاب ثواب سمجھ کر اسی وقت کرتا ہے جب اس کا ضمیر اس کے ناپاک خیالات کے ہاتھوں دم توڑ چکا ہو' مگر ضمیر کی یہ موت دائمی نہیں بلکہ عارضی ہوتی ہے' جس طرح ساکن اور پُرسکون سمندر میں ایک پتھر پھینکنے سے دور دور تک ہلچل مچ جاتی ہے اسی طرح بعض اوقات ایک چھوٹا سا واقعہ ہی غیر معمولی بن کر ضمیر کی بیداری کا باعث بن کر اس کی زندگی میں ہلچل مچا دیتا ہے۔ ضمیر کی موت اس وقت ہوتی ہے جب انسان معاشرہ اور قانون کی نظروں میں ذلیل ہو چکا ہو مگر ضمیر کی دوبارہ بیداری اسی انسان کو اپنی نظروں میں ذلیل کر دیتی ہے' اب وہ خود کو سب سے بڑا مجرم تصور کرنے لگتا ہے''۔

شیخ کے یہ الفاظ ابن ساباط کے دل میں اترتے جا رہے تھے' یہ الفاظ اس کی ساری زندگی کی تفسیر تھے' اس کی کائنات کی تصویر تھے اور اس کے جرم و گناہ کا آئینہ تھے' اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے دل کی کثافت دور ہوتی جا رہی ہو' گناہوں کی سیاہیاں دھل رہی ہوں اور ضمیر جلا پا رہا ہو۔

..................o..................

ادھر شیخ فرما رہے تھے: ''ہر طرف سے ذلیل ہو جانے پر اسے کوئی سہارا دکھائی نہیں دیتا جو اس کی مایوس زندگی کو تسکین دے سکے اور اس کے درد کا درماں بن کر اس کے زخموں پر مرہم رکھ سکے مگر ایک سہارا ہے اور وہ ہے رب اکبر کا جو ٹھکرائے ہوئے انسانوں کو بھی قوت اعجاز عطا فرما دیتا ہے' جو مایوس انسانوں کی مسیحائی کرتا ہے۔ لا تقنطوا من

marfat.com

رحمۃ اللہ۔ خدا کی رحمت کے دروازے ہر وقت کھلے ہیں' ہر کوئی وہاں جا کر پناہ لے سکتا ہے' ہر گنہگار احساس گناہ سے چھٹکارا پا سکتا ہے' ہر مجرم احساس جرم کو بھول سکتا ہے خواہ وہ کوئی سیاسی مجرم ہو یا سماجی' قانونی مجرم ہو یا غیر قانونی اور خواہ...... وہ ابن ساباط ہی نہ ہو"۔

"بس کیجئے شیخ بس کیجئے"۔ اب ابن ساباط میں یارائے ضبط نہ رہا تھا' شیخ نے اسے اپنی منزل سے آشنا کر دیا تھا' اب وہ وہی سے پھٹ پڑا تھا' اس کی زوردار آواز میں لرزش تھی' وہ آہستہ آہستہ بڑھتا ہوا شیخ کے قریب پہنچ گیا اور اس نے شیخ کے دامن کو پکڑ لیا' جیسے مجرم نے عدالت میں کھڑے ہو کر عصائے انصاف کو تھام رکھا ہو............

تمام حاضرین کی نظریں اس کی طرف اٹھی ہوئی تھیں۔ یہ ابن ساباط تھا۔ بغداد کا ہاتھ کٹا شیطان جسے معاشرہ کی نفرت راہ راست پر نہ لا سکی تھی' جسے قانون کا خوف ارتکاب جرم سے باز نہ رکھ سکا تھا' جسے جیل کے شدائد صحیح انسان نہ بنا سکے تھے' جسے وحشیانہ ظلم و ستم بھی منزل آشنا نہ کر سکے اب وہ شیخ کے قدموں پر پڑا ہوا سسک رہا تھا جیسے معصوم بچہ ماحتا کا متلاشی ہو کر ماں کے قدموں میں لوٹ رہا ہو۔

"میں کیا کروں' شیخ! میں کیا کروں" ابن ساباط کے آنسو آنکھوں سے نکل فرش پر بہہ رہے تھے۔ "صبح کا بھولا شام کو گھر واپس آ جائے تو وہ بھولا نہیں ہوتا اور خدا کا دامن رحمت تو بھی تنگ نہیں ہے"۔ شیخ نے یہ کہتے ہوئے ابن ساباط کو فرش سے اٹھا کر گلے سے لگا لیا اور ابن ساباط کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کی بے قرار زندگی کو قرار آ گیا ہو۔

؎ یہ دکھ درد کی برکھا پیارے دین ہے تیرے داتا کی
شکر نعمت بھی کرتا جا' دامن بھی پھیلاتا جا

پروف ریڈنگ' تصحیح' اعراب:
رانا محمد نعیم اللہ خاں قادری (بی ایس سی۔ بی ایڈ' ایم اے' اردو' پنجابی' تاریخ)

marfat.com

وہ کتب جن سے استفادہ کیا گیا

۱	قرآن پاک		
۲	کتب احادیث		
۳	ضیاء النبی	پیر محمد کرم شاہ الازہری	
۴	سیرت رسول عربی	علامہ پروفیسر نور بخش توکلی	
۵	سیرۃ المصطفےٰ	علامہ عبدالمصطفےٰ اعظمی	
۶	رحمۃ للعالمین	قاضی محمد سلیمان منصور پوری	
۷	ضیائے ازواج مطہرات	ابوالبرکات محمد افضل امجدی	اعظمی پبلشرز دارالعلوم صادق الاسلام لیاقت آباد کراچی
۸	ازواج الرسول امہات المومنین	نواز رومانی	نوریہ رضویہ پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور
۹	امہات المومنین سلام اللہ علیہن	قاری محمد رضاء المصطفےٰ	مکتبہ گیلانیہ گلبرگ بی فیصل آباد
۱۰	امہات المومنین رضی اللہ عنہن	محمد عبدالخالق توکلی	زاویہ پبلیکیشنز دربار مارکیٹ لاہور
۱۱	نورانی زیور	حضرت علامہ مولانا نور محمد قادری چشتی صاحب	نوریہ رضویہ پبلی کیشنز گلبرگ اے فیصل آباد
۱۲	جنتی زیور	حضرت علامہ عبدالمصطفےٰ اعظمی گھوسی رحمۃ اللہ علیہ	فرید بک سٹال اُردو بازار لاہور
۱۳	شان حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا	محمد ندیم ٹیکسٹائل انجینئر	نوریہ رضویہ پبلیکیشنز گلبرگ اے فیصل آباد
۱۴	عظمت سید المرسلین وامہات المومنین	علامہ سید محمد ذاکر حسین شاہ سیالوی ایم اے	مکتبہ ضیائیہ بوہڑ بازار راولپنڈی
۱۵	اُم النبی ﷺ	ڈاکٹر عائشہ عبدالرحمٰن بنت شاطی مصری	ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور

marfat.com

۱۶	الشد والیاں	احمد مصطفیٰ صدیقی	زاویہ پبلیکیشنز لاہور
۱۷	عورتوں کی حکایت	سلطان الواعظین مولانا محمد بشیر صاحب کوٹلوی لوہاراں	فرید بک سٹال اردو بازار لاہور
۱۸	اچھی مائیں	علامہ مفتی محمد فیض احمد اویسی	مکتبہ اویسیہ رضویہ سیرانی مسجد بہاولپور
۱۹	ازواج مطہرات	ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری	دارالاشاعت اردو بازار کراچی
۲۰	پیارے نبی کی پیاری صاحبزادیاں	ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری	دارالاشاعت اردو بازار کراچی
۲۱	زلف و زنجیر	علامہ ارشد القادری	مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور
۲۲	سچی حکایات (۵ حصے)	مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی	فرید بک سٹال اردو بازار لاہور
۲۳	البتول	علامہ صائم چشتی	چشتی کتب خانہ فیصل آباد
۲۴	فضائل صحابہ واہل بیت نبی ﷺ	حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری	زاویہ پبلیکیشنز لاہور
۲۵	وفا کے پیکر (صحابہ وصحابیات)	الحاج صوفی نواب الدین چشتی گولڑوی	مکتبہ اشرفیہ مرید کے
۲۶	جگر گوشۂ رسول فی مناقب سیدہ فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا	مولانا محمد ریاض رضا ہاشمی	شبیر برادرز اردو بازار لاہور
۲۷	فضائل و مناقب سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا	تصنیف: شیخ المحدثین امام عبدالرؤف مناوی ترجمہ: علامہ محمد اکبر علی خان قادری	عالمی دعوت اسلامی فصیح روڈ اسلامیہ پارک لاہور
۲۸	عظمت اہل بیت رسول ﷺ	مفسر قرآن حضرت علامہ قاری محمد طیب	دارالتبلیغ آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف گوجرانوالہ
۲۹	گلدستۂ خواتین	ہمشیرہ محمد صدیق قادری عطاری	ضیاء القرآن لاہور
۳۰	فاطمۃ الزہرا	طالب ہاشمی	
۳۱	صحابیات رسول	طالب ہاشمی	
۳۲	گوشۂ خواتین	مفتی حافظ محمد اشرف جلالی	جلالیہ پبلیکیشنز ٹھکھی شریف

marfat.com

سکولوں اور کالجوں کے مقرر

طلبہ اور طالبات کے لیے

انعام یافتہ تقریریں

مصنف

پروفیسر محمد اکرم رضا

مکتبہ حنفیہ

0333-4383766
042-7213575

marfat.com

[redacted]

نکاح پر قرآن و حدیث کی روشنی میں
مستند اور لاجواب کتاب

شادی کے احکام

المعروف بہ

تحفۂ زندگی

تصنیف لطیف
حضرت علامہ محمد فاروق خان رضوی

ترتیب نو و اضافہ
محمد عبدالاحد قادری

مکتبہ حنفیہ

0333 4383766
042 7213575

انعام یافتہ ہستیاں

مصنف

پروفیسر محمد اکرم رضا

قادری رضوی کتب خانہ

گنج بخش روڈ لاہور 042-7213575

marfat.com

الشفاء
جلوہ ذات قدرت
چار زندہ نبی
سیرت غوث اعظم
جہان انبیاء
راہنمائے نقابت
خصائص اہلبیت
خطبات مجددیہ
خطبات نورانی
نورانی حکایات
شان حبیب الباری
رسائل مجدد الف ثانی
نماز کے احکام
مسلمان کا عقیدہ
فیوض حبیب اللہ
تاریخ گوجراں
تذکرۃ الاولیاء
سفر آخرت

رسائل میلاد النبی
بارہ رسائل میلاد مصطفیٰ ﷺ
نظام مصطفیٰ ﷺ
انتخاب حدائق بخشش
سر الاسرار
بدعت کی حقیقت
کردار یزید
شاہان گوجر
شمس العارفین / انوار مدینہ
حدائق بخشش
جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز
انعام یافتہ ہستیاں
تحفہ حنفیہ
معجزات رسول کریم ﷺ
غنیۃ الطالبین
کشف المحجوب / مکاشفۃ القلوب
اعمال جنت
خطبات الحنفیہ
شان حبیب المنعم من روایات المسلم
نزہۃ المجالس
نداء یا رسول اللہ ﷺ / فیوض غوث یزدانی
مدارج النبوت
آداب رسول
قصص الانبیاء
سیرت مصطفیٰ ﷺ
مولانا حافظ خان محمد قادری کی تقریریں
عجائب القرآن / غرائب القرآن
جنتی زیور
علم غیب رسول ﷺ
کیا آپ جانتے ہیں
فتوح الغیب

مکتبہ حنفیہ
گنج بخش روڈ لاہور 042-7213575